

WWW.PAKSOCIETY.COM

پاکستان

دلالت

April
2012



PAKSOCIETY.COM

مستقل سلسلے

۲۳۰	صالی محمود	۲۵	سند ہے
۲۳۰	شریہ اقبال	۲۱۷	بگن
۲۳۲	شہلا مشتاق	۲۲۶	سنگھار
۲۱۹	ادارہ	۲۲۳	اشعار
۲۳۹	ادارہ	۲۲۰	پائین صحت کی
۲۳۷	ادارہ	۲۳۵	صالی محمود دوستوں کے نام پیغام



روایتِ جنت
ردا کی ڈانری
ذرا پھر سے کہتا
خوشبو

اس ماہ میں
گوشہ چشم



گوشہ چشمی صالی محمود ۲۳۲

سلسلے وار ناول

۲۸	رگ جاں سے جو قرب تھے صالی محمود
۱۱۳	بکھی عشق ہو پتہ چلے شادی سے معافی عمران
۳۰۰	سہاس گل
۱۳۲	سائنس سڑک اور سکوت نائلہ طارق

ناولٹ

آغوش نائلہ طارق ۸۶

مکمل ناول

اس دل میں بے ہوش انجم خان ۱۶۲
تم ہو گئے میرے اقرا پنہ ۵۴

افسانے

۱۰۲	صالی محمود	پخت بھری
۱۳۲	کشت خان	جاناں تیری الفت کی قسم
۱۹۲	طوبی گل	لوگوں کی خطا
۱۹۶	عمارہ حامد	میر انصیب

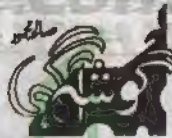
اپریل 2012ء
جلد نمبر 17 شمارہ نمبر 4
قیمت 50 روپے

زمرہ سائنس و ٹیکنالوجی
600 روپے

34535726

پیش روایہ صالی محمود نے نئی پریس سے چھپوا کر شائع کیا۔
مقامی ادارہ: ۱۸۹۲ کی پک 2- بی-ای-سی-۱۰-کج-سوسائٹی، کراچی

انتظامیہ: -
پیش روایہ صالی محمود نے نئی پریس سے چھپوا کر شائع کیا۔
مقامی ادارہ: ۱۸۹۲ کی پک 2- بی-ای-سی-۱۰-کج-سوسائٹی، کراچی

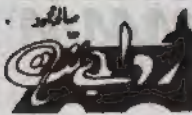


زندگی کی ساری باتیں بڑی بات ہے جس میں ہر شخص کو اپنے لئے شہر کرنا بہت بڑی بات ہے۔ زندگی کا کچھ بھی حصہ ہم جب اللہ سے طلب کرتے ہیں تو ذکر اللہ کے ساتھ ہی نہیں ایک علم لاء اللہ کی تمنا بھی رکھنی چاہیے۔ علم ذکر اور دعا کیوں تک ہی محدود نہیں ہے۔ علم حق وہ ہے جو ہمیں شعور عطا کرتا ہے ہمیں دین سے قریب کرتا ہے۔ ہماری کچھ ہماری عقل سے سارے پر دے اٹھا دیتا ہے اور ہم اشرف المخلوقات کے درجے پر پہنچتے ہیں اور جب پلٹ کر دیکھتے ہیں تو خود کو بہت دور لاقابل سمجھیں کرتے ہیں ہمارے محسوسات ہماری روح کے ساتھ ہم جگہ ہوتے ہیں۔

زندگی کا کوئی بھی حصہ ہوتا ہے خوشی اور غم دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ زندگی کا یہ سفر بھی تنہا نہیں ہوتا۔ روح ہمارے ساتھ ہوتی ہے ہمیشہ انسان کی عقل و بلا میں کوئی لمحہ خالی نہیں جاتا ہے۔ روا آپ کے ساتھ ہوتا ہے۔

روا دے پھرنے کیلئے روا جانے کیلئے بہت ساری چیزیں کو ذہن میں رکھنا پڑتا ہے۔ جذبہ محبت، مہربانیت، حب الوطنی یعنی کوئی نہ کوئی ایسی چیز جس پر زندگی آپ کی انحصار کرتی ہے اور پھر آپ کی تحریر سے یہ اندازہ لگایا جاتا ہے کہ کس طرح سے آپ کی کہانی کو سبق آموز بنایا جائے یہ ایک خاص نمایاں پہلو ہے روا میں لکھنے والوں کا مثلاً

قلم سے ہمیشہ بہ راہ روی کردہ کا جائے غور، غم، شام سے اس کو روکنا ہے ہر کہانی میں کسی نہ کسی سبق آموز پہلو کو نمایاں کرنا ہے۔ بہت دنوں سے ہم یہ سب آپ سے کہنا چاہتے تھے کہہ سکے۔ روا آپ کا ہے ادارہ لکھتے وقت، لیکن میں تو آیا ہوں میں نے آپ سے شہر کر لیا آپ اپنے تعاون کو ضرور یہ سمجھ سے شہر کر لیں گی۔ وہی کہ لکھنے والے ہیں کوئی نہ کوئی شخص لکھنے والے اور لکھنے والے کے ساتھ



چکر گوشہ رسول حضرت فاطمہؑ

فریاد سے غمزدہ ہوا بتر کیا جاتا۔ عرب اپنی جاہلانہ سوچ کے مطابق حضور اکرم ﷺ کو بتر کہنے لگے قدرت نے کفار کی ہرزہ رسانی کا جواب ان الفاظ میں دیا۔ (اے ہمارے حبیب ﷺ) ہم نے تجھے کوڑھ عطا کیا سو اپنے پروردگار کی نرازا ادا کرو اور قربانی دے شک تمہارا دشمن ہی ابتر (بے نام و نشان) ہے۔ (سورۃ الکوفہ)

کوڑھ کے معنی ہیں خیر و برکت کی کٹوتی اور فراوانی اور تسلسل اس کے معنوں میں اولاد داہوریت کی کٹوتی کا رخ بھی ہے۔ اللہ نے اپنے حبیب ﷺ کو کوڑھ عطا کیا انہیں سیدہ فاطمہؑ بھی تھی سے نوازا وہ عرب جو بنی کوڑھ سمجھتے تھے ان کے افکار کے ہمارے کارخ موڑا کیا اور اس طرح معاشرے میں ایک عظیم فکری اور روحانی انقلاب کی بنیاد رکھی گئی۔

حضرت فاطمہؑ کے توسط سے وہ فکری انقلاب برپا ہوا کہ اب بننے کی جگہ بننے اپنے خاندان کی عزت و بزرگی کی وارث قرار پائی اب اپنے خاندان کی تمام قدروں کا تحفظ کرنے والی اور اپنے آباء و اجداد کے نام کو دمام بخشنے والی عیسیٰ نبی سے یہ بنی تھی ہے جس کے ذریعے جبرہ آگے بڑھے گا کاسل کو دوام حاصل ہوگا۔

حضرت فاطمہؑ اپنے عظیم خاندان کی تمام عزت و شرف کی وارث ہیں انہی کے ذریعے اس عظیم خاندان کا تسلسل جاری ہے

انسان رہا کرتے آپ نے فرمایا: تمام دنیا کی عورتوں میں چار عورتیں سب سے زیادہ فضیلت رکھتی ہیں: مریمؑ، آسیہؑ، خدیجہؑ اور فاطمہؑ (مسند امام بن حنبل) حضرت فاطمہؑ کے ساتھ حضور اکرم ﷺ کا غیر معمولی رومیہ برہمد کے انسان کو یہ پیغام دیتا ہے کہ وہ حضرت فاطمہؑ کی حیثیت مقام اور عظمت کو متغیر کے اس رویے کے حوالے سے پہچانتے یہ صرف محبت پدری کا اظہار نہیں ہے بلکہ اس رویے کا تعلق اس عظمت و بزرگی سے بھی ہے جو حضرت فاطمہؑ کو دربار خداوندی میں حاصل تھی۔

اسلام کے استحکام کے لئے حضرت فاطمہؑ بچپن سے ہی مصروف جہاد ہیں اور اپنے والد بزرگوار کے ساتھ قدم بہ قدم اس راہ دشوار میں سرگرم سفر ہیں۔ آپ اس راہ میں فقر و فاقہ، شعب ابی طالب کے قید و حصار، بھوک، غرض ہر طرح کی پریشانی کا مقابلہ کرتی رہیں یہاں تک کہ آپ کا تمام بچپن اور جوانی اسی آزمائش کی نظر ہو گئی۔ ان کی تمام زندگی اس جدوجہد میں گزری کہ نکل اسلام بار آور ہو سکے انہوں نے اپنے ایمان، احساس اور توانائی کو اس مقصد کے لئے وقف کیا کہ حضور ﷺ کا پیغام رسالت عام ہو اور اس پیغام کی حق پرستی آزادی، عدل، تقویٰ، مساوات اور اخوت کی قدریں جا بجا نکلیں۔ آپ اپنے والد رسالت مآب حضرت محمد ﷺ کے وصال کے صرف تین مہینے بعد تین ہجادی الثانی 11ھ ہجری کو دنیا بھر کی عورتوں کے لئے اپنی سیرت کے نمونہ نقوش چھوڑ کر دارِ بجا کو سفر کر گئیں۔ آپ کی سیرت و کردار مسلمان خواتین کے لئے ایک روشن مثال اور نثارِ نور ہے۔

کا سلسلہ حضرت آدمؑ سے شروع ہوتا ہے یہ انسانی عز و شرف حرمت اور عظمت کا خاندان ہے اور اس خاندان کی امین حضرت فاطمہؑ ہیں۔ اسلام نے عورت کا جو تصور پیش کیا ہے حضرت فاطمہؑ کی شخصیت اس تصور کی تصویر ہے آپ ہر اعتبار سے ایک مثالی عورت ہیں، نسوانیت کی تمام گونا گوں جہتوں کے لئے ایک مثالی نمونہ۔ اپنے والدِ محترم کے حوالے سے ایک مثالی بیٹی۔ اپنے شوہر کے حوالے سے ایک مثالی بیوی اپنے بچوں کے حوالے سے ایک مثالی ماں۔

آپ بے شک دخترِ خیرؑ ہیں، حضرت علیؑ کی زوجہ ہیں، حضرت حسنؑ و حضرت حسینؑ اور حضرت زینبؑ و حضرت ام کلثومؑ کی ماں ہیں مگر آپ کی سیرت میں اس کے علاوہ بھی بہت کچھ ہے اگر ایک جملے میں حضرت فاطمہؑ کا تعارف کرایا جاسکتا ہے تو وہ تعارف یہی ہے کہ "فاطمہؑ فاطمہؑ ہے" آپ کی زندگی وہ قابلِ تقلید نمونہ ہے جس کی پیروی کے ذریعے عورت خود اپنی حقیقت کو دریافت کر سکتی ہے اور حیثیت، مرتبہ اور مقام کا شعور حاصل کر سکتی ہے اور بزمِ حیات میں اپنے لئے صحیح راستہ منتخب کر سکتی ہے۔

حضرت اکرم ﷺ حضرت فاطمہؑ سے خصوصی شفقت فرماتے، جب بھی رسول اکرم ﷺ سفر پر جاتے تو سب سے آخر میں حضرت فاطمہؑ سے وداع ہوتے اور جب واپس تشریف لاتے تو سب سے پہلے آپ سے ملاقات فرماتے۔ جب حضرت فاطمہؑ تشریف لاتیں آپ اپنی جگہ پر کھڑے ہو جاتے اور حضرت فاطمہؑ کو اپنے مقام پر بٹھاتے۔ (مسند رک

حلیہ - نولہ و لپارہ)

آپ ﷺ عیدِ اپنی بیٹی کی شان میں رملہ

ماہنامہ سلسلے وار ناول

دل کا ہر درد ہے

لوگوں کی بساوا لٹ جاتی ہے ایک ہل میں یوں لگتا ہے جیسے ذرا کی مساکت ہو اور گزرتے ہوئے ہل کا کوئی نشان بھی باقی نہ ہو۔ ہوا میں بھی کبھی کبھی ذرہ سحر سے سورج کی کرنیں دوڑ رہی ہیں ابھی میں عذاب و تاج پہ گیا تھا۔
22 ذرا کی کب لپا ہسپتال میں ایڈمٹ ہو گئے تھے نام نے کمرے پر ایک نظر ڈالا تو بہت اوس اور سرد رہی رہی رہی جی سدا دمی تک ہسپتال سے واپس لٹس آئے تھے رات میں اور شانزدہ ویں شہر کی میں۔

کتنی ماحول میں ابھی طاری تھی یوں جیسے ذرا کی شہر کی ہو لکھن سواہ رات کی تاریکی میں اسے لگا جہان سے بچو ٹوٹ کر رہے ہوں اس نے گھبرا کر دیکھا اب کا بڑا خالی تھا ایک پرہی ہوئی کتابیں ہار دیکھ لپکے لپکے فوڈ پر بھی ایک طرح کی اداسی چھائی ہوئی تھی پھر بڑھ گیا ہوا انا خان خانی خالی لگ رہا تھا۔
اس نے گھبرا کر پھر خوف سے آنکھیں بند کر لیں دوسرے ہی ہل بڑھا کر ادھر پہنچی تھی ابھی کی گھر میں بیٹنے والی تینویں اسے دیوار کے ساتھ لگی ہوئی نظر آئی تھی آنکھوں کو دیکھا وہاں کچھ بھی نہیں تھا یہ کیسی بھلک جی کیا اب ستر پر جا رہے ہیں کوئی ماسٹر۔؟ وہ اندر سے لرزے لڑے ہوئی۔

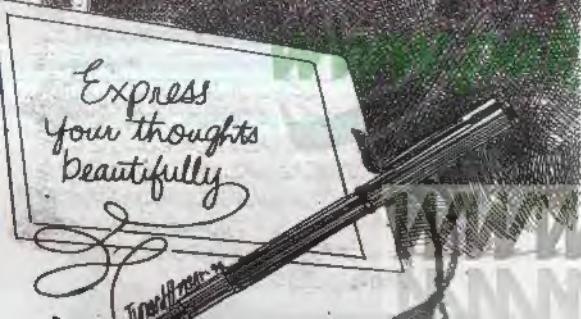
پھر آتا ہے بڑھتا ہوا ٹوٹی اس کی آہٹ پر ہاتھ کر دے وہاں سے چلا گیا تھا وہ گھبرا کر باہر نکلتا تو بے سہلان میں ہر طرف لکھن کی ٹیکس نظر آتے چاند کی تیر روشنی میں لکھناب یک شطاب لگ رہا تھا لکھن اب کے اندر ایک خوف ایک غنا سا تھا ابھی گھر پہنچیں تھیں اور اب ہسپتال میں لکھن اب ستر تھے عذاب اور عذاب کو دوا کو اس کے ہسپتال سے کتب کے واپس آ گئے تھے۔

یہ تو سنان رات کا پھر تھا اسے یوں بھی لگتا کہ پھر ذرا کی تھا ابھی پہلے سچے ہل کے گھر جا تھا تو جلدی دانتیں آ جاتی تھیں۔

ایک دن اماں وہیں رات بھر تھی جس وقت سے اتنا ڈر لگا کہ وہ کمرے کے میں آئی تھی۔
کچن میں پڑے ہوئے چلک پر وہ کچلے کر لپٹ توئی تھی مگر تیر آ نکھوں سے کوسوں دور تھی تب جب اماں مگر آئینہ ڈال لیا تو تیر ذمہ ہاتھوں سے لپٹ کر ان کے وچری خوشبو کوسوں کر کے لپٹی تھی۔

اماں مجھے بہت دھڑک رہا تھا یوں لگ رہا تھا کہ میرا کوئی نہیں ہے میں اکیلی ہوں۔ وہ اماں سے لپٹ گئی تھی۔ اماں نے بھی اسے بہت پیار سے نہیں کر دیکھا تھا ان کی آنکھوں میں کبھی کبھی اتنی تیر تھی پھر اماں سے کہہ رہی تھیں۔

”تیر کی سہ لپ گھر میں نہیں تو مجھے ڈر ہے میں لگ رہی ہوں کہ گھر میں ہمارا کوئی نہیں ہے۔ جانی لے لے میں لیا کے



کمرے میں آگئی تھی"۔ لہا ہلکے سے سکرانے لگی تھی اس کو لہا ہلکے کر کے آگ لگ گئی تھی۔

"آپ میرا مذاق ادا کر رہی ہیں؟" وہ لہا لہا سے تاراج ہوئی تھی تو اس نے ہنس پڑی تھی۔

اس نے آہستہ سے اپنی آنکھوں سے ہاتھ ہٹا کر دیکھا تو کمرے پر ڈالی کرہ خالی کالٹ بندھی اور چاند کی کرنوں کا اہلا کمرے میں پڑا تھا۔ ڈور ٹنگ روم میں تھار بجائی اور سب تھے لیکن اس کے اعداد جاننے کیوں اتنا حیران اور غافل تھا۔ بار بار لپکی پٹیلیں چاروا سے لگی ہوئی نظر آ رہی تھیں۔

"ایسا سنے کیوں نہ سکے۔" وہ آہستہ سے خوف سے لرز رہی تھی۔

"لنڈر کے ایل جلدی کمرے آ جائیں گی اس لیے ان کے بغیر اور ان کے بغیر ایک جلی بھی نہیں دوں گی۔" وہ راست بھرے کمرے کی رہی تھی اس کے انتھار سے کہہ اچھا لگتا تھا۔



وہ دوش تین سے ہاتھ دھو رہی تھی۔ پلٹ کر اندر آئی تھی بڑے سے کمرے سے گزرتے ہوئے اس کا وہ پتہ ہوا اس نے لگا آج ہو گیا سر کی لیکن کلوم کے اندر آگ آگ بل رہی تھی اسے سرد کرنے کے لئے کافی تھی۔

سرخ شام سے وادی کے کمرے کا وہ انداز بدلتا تھا۔ وادی میں اس وقت تھیں ہوئی ہے متعدد کسی بچی کا پیٹ پلٹنے کی رہی تھی۔

"کہاں ہے روٹی؟" وہ پلٹ کر آئی تھی۔

"روٹی نہیں باقی کمرے کھرکا احوال غراب ہوا۔ 10 بج رہے ہیں تمہارے تالیاں مضے میں نکل کر گئے ہیں اور ابھی تک نہیں آئے اور اسلان نے پلٹ شام سے پڑا ہوا ہے کمرے میں اس دن سے وہی منہ میں کھجے دیکھ کر بد حال ہو گیا۔ وہ رہی تھی۔ روٹی اہم آپ کے دھن نہیں ہیں لیکن جتنا اچھا لگے گی ہو تو سب سے پہلے اپنا کمرہ چھوڑتے ہیں اور وادی۔" کچھ تھکے ایک ہاتھ کرتی ہے۔ "ابوں نے سمجھ کر اس کا بازو دھکا تھا تو وہ بے جا ہی لڑکھائی ہوئی تالیاں اس کی طرف بھولی ہوئی تھی۔

"امی"۔ "ابٹل کو اس انداز پر مضامین کا تھا۔ وہ روٹی کا تھا تھا سے باہر کی جانب ہی تھی۔

ابٹل کا خیال تھا کہ وہ صبح سویرے وادی کے کمرے میں جا سکیں گی خانہ خالی گھر سے اٹھا کر وادی کے کمرے میں چھوڑ کر پھر اپنی آنکھیں لپکیں اور وادی میں اس کے ساتھ جیراں ایران ہی آگے بڑھی تو وہ اس میں خود کوئی بھی نہ کر کے گھومنے پر تھی جہاں گیت کے ساتھ پانی کی شیشیں نصب تھیں اور برآمد میں ٹھہری کر کہ تھار وٹ کواد تھا جس کو عام لفظوں میں کوٹری کہتے تھے اس کے اندر پڑا ہوا ایک کسی کے ہوئے ملازم کا تھا۔

تالیاں اس سے مخاطب کرتی ہوئی روٹی سے بولی تھیں۔

"ہمارے گھر کے کسی کمرے میں اتنی آگ نہیں تھیں سے ہمیں تم اپنا سالانہ اٹھاؤ اور اس کوٹری میں رکھو لڑا کرب تک چھوڑ دینا ہے اپنی حد میں روٹ"۔ اس نے سانسے نظر ڈالی وہ ان کو خد کا سرکہ دیکھ رہا تھا۔

"سب کچھ ہے یہاں۔" کلوم نے کھٹ سے منہ ہلا دیا تھا۔ کچھ کچھ بستر سے کوکر بھاگی تھی روٹی کو ایک چھری چھری آئی تھی اور خوف سے اس نے خانہ خالی کواد سے کھانچا۔

"تالیاں ابٹل نہیں یہاں سے ہوئی تھی۔"

"یہ کچھ روٹی نہیں اتنا جتنا ہے وہ کچھ ہلا گیا ہے۔" وہ دوڑتی جا رہی تھی۔

یہ تمام کمرے میں گھر میں گھٹ کمرے میں ہوں ایک کمرے میں تھوڑی سی ہوں اب جا کر اس نے ہماری جان چھوڑی ہے تو تم آگئیں لپکیا جاتا ہے اور وہ کمرہ چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔ روٹی کے پاؤں کو سرخ کرنا پڑا ہے تو وہ لڑنے سے روٹی کی۔

"تالیاں ابٹل ایک بات میں ابٹل کے کمرے میں فرش پر سو جاؤ گی کچھ ہوتے ہی میں چلی جاؤں گی۔" "کہاں جاؤ گی؟" وہ کھوکھو لے لے چنے پر تھیں آؤ گی ان کے ہارے تھیں لیکن تالیاں ساری سپریم تھیں اسے تالیاں سے ہاتھ دھو کر آگئیں۔ "تم یہاں کمرے میں آؤ گی وہ دونوں کی بات تھی تم نے تو بڑے میں ڈال لے" تالیاں کھانسی اور کھانسی کے ساتھ اس کے ہاتھ کی تھیں لیکن اس کے ہاتھ میں سو تو تھیں تھار اسٹر کروں گی کچھ اس کی صفائی ستھرائی کر اور اپنی جا اور ایک اٹھاؤ اور یہاں شفٹ ہو جاؤ کوئی بھی کچھ نہیں کہیں رہا ہے میری بچوں کے نہیں دیکھ کر دل چلنے پر میرے بیٹے کی نظر پڑی ہے تو اس کی آنکھوں میں تھار اس اتار رہے ہیں روٹی میں۔" وہ روٹی میں چھوڑ کر پلٹ گئی تھیں۔

اس نے خوف سے چادوں طرف دیکھا رات کی تاریکی میں اتنا بڑا آگیا ایک کونے میں بنا ہوا کمرہ سڑک سے آتی ہوئی سڑک کی لائن سے آتی تھیں کسی کدو ہوا بھڑکی کے اندر جا کر کھٹے۔ اسے تھوڑی تھوڑی رہی تھی اونچے سے گھومنے ہوا ماس کے درخت پر پڑا پھر پھر رہی تھی اسے بہت ڈر لگا وہ چل دی۔ پلٹ کر اندر کی طرف بھاگی تھی۔ تالیاں ابٹل کو اس کی کڑی لگا کر چاکی میں اس نے دو ٹوں ہاتھوں سے دروازہ کھولا۔ کچھ اور کمرے دروازے پر تھیں وہاں کا کھنسی دھلی دروازہ بند تھا خوف سے کھڑا اس نے ہر طرف دیکھا ایک شواہک تھا تھا وہ وہ ہیں سب جوں پر کھنسی رہی اڑتے کو اس نے بازو سے سمٹ کر پلٹ لیا تھا کچھ دیکھ دیکھ کھنسی روٹی اپنے اپنے کھنسی سے اپنی بے کاسی اختیار کر چکی تھی اس نے کھنسی کو دیکھ کر گھٹے۔

اس نے آہستہ سے رات کدو دیکھا چلتی ہوئی ہوا میں اس کا کھنسی ہیں ناچولی میں کمرے کی آگلی سے وہ بے خبری میں کھنک کر اس نے آہستہ سے منہ میں اور سارے کمرے کے کدو کی آواز کے کمرے میں کوئی اور وادی میں کھنسی رہی کدو کی ابٹل کے کمرے میں ہو گئی۔

سورج کی چلی کر ان کے کمرے پر پڑی اس نے کھنک کر سامنے کی جانب دیکھا سڑک پر بڑی چلی چلی کی آواز میں آ رہی تھیں لیکن ابھی تک دھلی دروازہ بند تھا۔ جب ابٹل اپنی جانب کے لئے کھنک کر اس کی نظر روٹی پر پڑی۔ "مجھے کچھ ہوا ڈس"۔ لطف اندوز ہو کر اس نے روٹی کی طرف اپنی جانب پر چار دی ہوئی۔ جاتے جاتے روٹی تھی تھوڑی سی اس میں اس انداز پر تھا کہ اس نے کھنک کر اس کی نظر میں پڑی تو وہ چلا ہوا اس کی طرف آیا تھا۔ "کیا بات"۔ روٹی ابٹل کو اس کی طرف بولی ہو۔ "وادی میں صبح پڑی ہیں تو کچھ کھنک کر کے میں ہو"۔ تو وہ بغیر جواب دے ہوئے کھنک کر بولی تھی۔

اسلان کی نظر اس کی کھنک کی طرف گئی۔ "وادی میں روٹی۔" دوسری طرف پلٹ کر دیکھا اور اندر کی جانب اس نے قدم بڑھا دیے تھے وادی میں روم سے کھنک گیا۔

"ناشیہ کر لیا روٹی کھنکے؟" تو اس نے نفرتی میں ہلایا۔

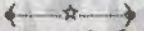
"خاموش رہے"۔ اس نے ہاتھ سے آنکھیں میس کر لیں۔ "وہ بنا لیا کی ایسا لڑا کر رہے ہیں؟" تو وہ ناشیہ لے لپک کر جانب بھاگی۔ وہ وادی کا ناشیہ کر آئی تھی اس کی آنکھیں سوخا تھیں آواز کی کچھ اس نے اختیار کر لیا تھا۔

”کیوں تم جانتی نہیں کرو گی؟“ تو کلمہ مرا سنے سے اس کا نشتہ ہونے کو اندازہ آئی تھی۔
 ”کیا ہو رہی؟“ طبیعت تو عجیب ہے۔؟ وہ کہیں تو تمہارے لئے کئی نشتہ لے کر آئی ہوں۔“
 ”دیکھو۔۔۔ تاہی اماں تمہارے لئے خود نشتہ لے کر آئی ہیں۔“
 ”جی دادی۔۔۔ اس کے ہونٹ اس وقت جھلکے۔۔۔ جیسے وہ کھٹکے کے ہونٹوں پر ایک سکرابٹ تھی۔
 ”بھلا وہ نشتہ کرم۔۔۔ دادی کے کہنے پر وہ خاموش ہو کر بیٹھ گئی۔
 ”کیا ہو اماں، آپ نے چھوٹی خال سے بات کر لی۔؟“ تو دادی نے گھور کر انہیں دیکھا تو اور دادی کے مطلق میں
 گرم گرم چائے کا گلاس آتی تیزی سے اتر آئی اس نے دوسری چائے کا گلاس پھر لیا۔
 ”جی چائے کی جیس آتی جلدی کیوں ہے۔؟“
 ”نہیں نہیں اماں! ہمیں آتی جلدی کہاں ہے میں تو اس کی بھلائی کے لئے کھڑی تھی وہاں کی شان شوکت

اماں۔۔۔ تم عرب والے دیکھ لیا۔۔۔ والے لوگ کہاں کہاں نوازی کر سکتے ہیں ہمارا ہی گھر ایشیائی کی نمائی پر چل رہا
 ہے آپ تو بات جاتی ہیں، قبلی کی نوکری نہیں اور اماں ابھی بھاگ دو کر رہا ہے اب دکان کے کرائے سے کھڑے نہیں
 چل سکتا۔۔۔“
 ”چھ صاحب کچھ میں نے نہ لیا کھوم اچلی چائے گی۔۔۔ ذیہ دون نہیں اٹھا رہی اس کا کل بند چار ہوا ہے آفس کے
 فون پر کیا روڑا لگا ہوا ہے شاید کوئی خرابی ہے ان کے تو اتنے فون ہیں اللہ چائے کسی بھرے بات کروں۔“
 ”بڑے لوگ ہے اماں ملا کر ہے معذرت تو ہوں گے۔۔۔ یہ کہہ کر پلٹ گئی تھیں۔
 ”دادی! آپ نے بات کر لی ہے چھوٹی دادی۔۔۔؟“ اس نے چائے کا کپ دایں رکھتے ہوئے پلٹ کر دادی
 سے پوچھا تھا۔
 ”ہاں کی تو ہے مگر کل سے وہ فون نہیں اٹھا رہی اسل اس کا بند ہے۔“
 ”کوئی بات نہیں دادی! اچھے راستہ ہے اور ولید باڈی کو کون نہیں جانتا، دادی اتنی دور تک ان کے کارڈ کھڑے
 ہوتے ہیں میں نہیں سے کر سکتی کروں گی۔“
 ”جیسے نہیں روتی! اسیکے صحت جانا۔۔۔ میں ذرا پیر وید ہالوں گی اور یہی اچھل دادی کا خرابی پر وار پاتا ہے وہ فوراً
 ی آ جائے گا کہیں کچھ کرنے تم شاید کچھ جانتی ہو۔“
 ”نہیں دادی! اس نے تیار ہوا کہنے سے پہلے گھر چھوڑ دینا چاہتی ہوئی وہاں تک گھر نہیں آئے۔
 ”دھکیں گھر میں آیا۔؟“ تو دادی نے انہیں پوچھ لیں۔
 ”جس پر یاد ہو تک کرتی ہے تو کھیل مسجد میں چلا جا تا ہے۔۔۔ ان کا بچہ کوئی تھا اور ساتھ بڑی ہوئی تھیں بہت
 نمایاں ہوئی تھیں زری سر جھٹکے گھوڑ پر چلتی رہی اس کے بعد پھر کروڑھ سال کے کمرے میں آئی اور اپنا بیگ اٹھا کر
 جسب من سے باہر آئی تو دھوپ پر پورے من میں کھیل بگنی لگا پایا ابھی تک گھر واپس نہیں آئے تھے کہ کمرے میں
 سوائے دادی کے کسی کو نہیں تھا کہ وہ یہاں سے اٹھا جا رہی ہے۔

اس نے اپنے ارد گرد نگاہ ڈالی دور تک گھرا تا تھا اتنے بڑے گھر میں اس کے لئے کوئی جگہ نہیں تھی۔ من سے
 گزرتے ہوئے گیت سے متعلق اس کی ہونٹیں کھڑکی پر نظر پڑیں جہاں پر سوائے کوئی کسی آواز اور آواز اسے نہیں کے۔
 اس نے غصہ سے ایک کمرے کی دروازہ کھولا تو وہاں سے درخت سے پلٹ آئی اس نے من میں گھر واپس
 اس منظر کو دیکھا جانتے وہاں کمرے میں اٹھ گیا۔

تاہی اماں نے بھی سے غصہ زدہ سی کر کے من میں غمی غم آئی تھی اس نے گھر واپس آ کر کمرے میں جاتے ہوئے
 دیکھا کہ کوئی نہیں تھا۔
 ”اب کیا ہوں۔۔۔؟ تاہی اماں کیوں اس کمرے میں رہیں گی وہ تو ماضیہ دم میں رہتی ہیں اور اس سے اچھا بیٹہ
 دم میں دادی رہتی ہیں اس نے حوض کر عالی گھر کو دیکھا تو اس میں اس کو سوجھا۔۔۔
 ”اتنے بڑے گھر میں اس کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے۔۔۔ بچہ کی سہ وہ گیت سے باہر نکل آئی تھی۔
 آواز پر پھٹے ہوئے کسی کے کھڑے گھر اس نے نوکر تیار ہوا کہ کمرہ دیکھا تو وہیچے چھوڑ آئی تھی اس کے آواز پر وہ
 چڑھ گئی۔



وہ بی بی چھپ چھپ سی ہوا سبک اٹھائے چنگ کا سوٹ پہنے ہوئے ولید ہاؤس میں رکھنے میں آئی تھی اچھل
 اسے راستے میں ہی ٹھہرا لیا۔ ایک کھالہ رتے رہی کے ہاتھ سے تمام روڑی کی کھال کی طرف دیکھا۔
 ”کیا آواز پھونکی ہیں۔؟“ تو اس کے آنسو کھل چکے تھے۔
 ”ارے ارے۔۔۔ کیا ہوا۔۔۔؟“ اچھل گھبرا گیا۔
 ”نہیں۔۔۔ اس نے دو بار دہرایا چنگ تھا سنا تھا۔
 ”کیوں۔۔۔؟“ لیکن آپ تو زری میں دو ہیں اس زری طرح سے غصہ ہے جسے سب لیک ہے۔؟“
 ”مجھے نہیں معلوم آپ مجھے راستہ دیں مجھے چھوٹی دادی کے پاس جانا ہے۔“
 ”چھوٹی دادی وہ تو دونوں سے پہلا بڑا ہیں آپ کو نہیں معلوم۔؟“ اچھل پریشان ہو کر بولا تو ایک بار گھر میں اس
 کے ہاتھ سے زمین پر گر گیا۔
 ”کیا ہوا۔۔۔ آپ ان پریشان کیوں ہیں۔۔۔؟ میں آپ کو دادی کے پاس لے جاؤں گا بلکہ میں تو اسل ہی جا رہا
 ہوں آپ آگے نہیں بڑھنا۔۔۔“ وہ اس کے آنسو پر ہنسنے لگا۔
 ”میں اس شہر کا نہیں میں باہر چلی ہوں جس گھر میں چھوٹا تھا اس لئے میں آگئی چھوٹی دادی کے پاس۔“
 ”تو میں لے جاتا ہوں دادی کے پاس۔۔۔ پہلے چہرہ دھو آؤ اسوفا کر لیں! میں آگئی ہوں میرے ساتھ۔“ گھر میں
 بڑا گھر نا تھا تو ایزل اسے دیکھ کر مایوس ہو کر کہنے لگا۔
 ”تو ایزل تو۔۔۔ یہ بہت پریشان ہیں تمہیں تو غصہ بہت کرو۔“ واقعی ایزل خاموش ہو گئی تھی روتی نے ایزل کی
 طرف نوکر دیکھا۔
 ”آپ اب بیٹ نہ ہوں دادی ایک ہو جائیں گی آپ آگئی ہوں میرے ساتھ۔“ وہ بچوں کی طرح اس کا ہاتھ پکڑ کر
 اتر گیا تھا۔

”یہ کام دم سے اعدا نہیں۔“
 ”تو تو۔۔۔“ وہ گھبرا کر پلٹ آئی تھی۔
 ”میں ٹھیک ہوں آپ مجھے دادی کے پاس لے لیں۔“
 ”نہیں! کیا نہیں!۔۔۔“ اچھل نے ہنسنا شروع کیا۔
 ”یہ بہت پریشان ہو جائیں اس کے بعد آپ کو دادی کے پاس لے کر جاؤں گا۔“ روتی نے بی بی سے اچھل کو
 دیکھا تھا۔

[illegible]

”یہ باتی کی لہگوں میں مال کو بے مقصد زبردستی صاحب کو ہمارے گھر سے کیا بھڑوادی بہ نکتی ہے۔ میں نے اسے اپنے گھر سے بڑے قہر سے باہر نکال دیا۔“

”آئی تو۔“ وہ اس پر اسٹیک سٹنڈ میں ہادی کے لئے اسے پکڑے پھنسے تھے۔

”تم کبھی کبھار بولنا۔“ اس نے بولا تھا۔

”مجھے تو کچھ خاص اسٹریٹ میں ہے پکڑوں میں میں اس کی دھار پکڑے ہی کافی ہیں وہ تو ادنیٰ نے کہا اس لئے میں آگئی۔“ وہ کسی ڈرنس کو اسٹریٹ میں کھینچ کر لے گئی۔

”پلاؤ مجھے دو بہت تجربہ ہے میں نہیں ابھی اسٹیک سٹنڈ میں۔“ وہ کہتا ہوں۔

”کیا کیا۔“ یہ سچ نہیں باتوں کی پائل ہو گئے ہو اسل۔“ وہ کہتی۔

”وہ کچھ تو تم کسی۔“ یہ اس کی پسند ہے۔ اس نے چنگ کیا وہ اسٹریٹ میں بلاؤ اسٹریٹ سے رکھا۔

”یہ اسٹریٹ میں ہے میں نہیں کھٹ کرنا ہوں۔“

”پکڑیں ہو گئے ہو اسل۔“ یہ اسٹریٹ میں کھٹ کرنا ہوں گی وہ بھی دلی اور اسوں کے سامنے۔

”سو اسٹ۔“ ماہر اسے دیکھ چنگ کی یہاں پر بھی کھینچتے ہیں۔

”میں اسل اچھے تو اس طرح کے اسٹریٹ میں پسند نہیں تو سر پہ پھندہ کھتی ہوں۔“

”آئی تو اس کی بات اس طرح پر بہت سوٹ کرتا ہے۔“

”اچھا چلو پھر ایک کمر کھینچے ہیں دیکھتے ہیں کہ میری چرائی اور تہاد میری چرائی کہوں تک ملتی ہے تم ٹھیک ہے تم اپنا رخ بگھڑو میں ڈرنس نہیں بگھڑو کہہ کر آج ہوں کہ چنگ کرادے ٹھیک ہے ہمارے کمر بھی اپنا رخ نہیں بگھڑو کہہ کر دینا کہ وہ بیک کرادے پھر دیکھتے ہیں کہ ہماری اور تہاد میری چرائی کہوں تک ملتی ہے اس کے پہلے میں ڈرنس بیک کا ڈنٹر پر دے اس میں میرے بعد اس کی۔“

”بھلا تم کبھی نہیں کرتے ہو اسل۔“ کھڑو اسٹ کر آئی اور چنگ کے لئے ڈرنس دیکھنے لگی تھی۔ وہ کا سٹریٹ سے چلتے کراہیں آ یا تھا۔ اور وہ کا سٹریٹ میں دیکھ رہی تھی۔

”میں نے اس بیک کرادے میں پسند کیا ہے آپ کھان دینا۔“

”سو ایک میٹ پیس اس بیک کرادے میں سامنے کھڑے ہوئے سرے کہہ کر الیا ہے۔“

”وہ اسل۔“ اس نے اسے پکڑے پھنسے اور وہ اسٹریٹ سے ہار تھا۔

”اس بیک روٹی۔“ اس نے اسے پکڑے پھنسے اور وہ اسٹریٹ سے ہار تھا۔

”میں کہتا ہوں میں میری اور تہاد میری کھینچ رہی ایک ہے۔“ وہ سوٹ بیک کر کر پھرتے ہوئے باہر نکلتا تھا۔

”اس بیک۔“ اس بیک کی ڈرنس میں اسٹریٹ میں ہوتی ہاں تو اسٹریٹ سے شادی کر لیا۔

”شہ پ۔“ وہ اسے کھینچ کر لے گئی۔

”جی جی۔“ وہ اسے کھینچ کر لے گئی۔

”ہاں دے۔“ اس کا دے دیا کہ اس کو کہتے ہیں۔ وہ گاڑی میں بیٹھ کر دیکھتے ہوئے پھرتے ہوئے اس کی چاب دیکھتے ہوئے بولا تھا۔

”اسل اور یہ دھری ہونے کی کوشش مت کرو۔“ اس نے اسٹریٹ میں بگھڑو کر لیا۔

”وہ اسٹریٹ۔“ میری کئی خیال کہاں کہیں کسی سے نہ ہو۔ وہ اسٹریٹ میں بگھڑو کر لیا۔

”وہ اسٹریٹ۔“ میری کئی خیال کہاں کہیں کسی سے نہ ہو۔ وہ اسٹریٹ میں بگھڑو کر لیا۔

”وہ اسٹریٹ۔“ میری کئی خیال کہاں کہیں کسی سے نہ ہو۔ وہ اسٹریٹ میں بگھڑو کر لیا۔

”وہ اسٹریٹ۔“ میری کئی خیال کہاں کہیں کسی سے نہ ہو۔ وہ اسٹریٹ میں بگھڑو کر لیا۔

”اسل اسٹریٹ میں رہا ساتھ آرام سے آتی جاتی ہوں مجھے کبھی کوئی ٹھیک نہیں محسوس ہوتی ہے کہ میں کسی ٹھیک کے ساتھ اسٹریٹ سے بات کر رہی ہوں۔“

”دانت ڈونگ میں۔“ تمہارا دھن میں یہ بات آئی تو آئی کیسے؟“ اس نے وہیں سوار پر گاڑی کھاناکے سے بند کر دی۔

”میں۔“ کیا مطلب وہ میں میں آئی تو کہہ دیا۔ ہمارے دھن میں اب اس کو کھینچیں آ یا دیکھ ضروری ہے کہ جو میں بھی چلوں تو تم بھی سوچو گے۔“

”آپ کو اس۔“ لیکن جب تک تم یہ بات نہیں نہیں کرو گی تو میں گاڑی نہیں چلاؤں گا۔ اس نے گاڑی کی چابی نکالی۔

”اسل اسٹریٹ میں رہا ساتھ آرام سے آتی جاتی ہوں مجھے کبھی کوئی ٹھیک نہیں محسوس ہوتی ہے کہ میں کسی ٹھیک کے ساتھ اسٹریٹ سے بات کر رہی ہوں۔“

”تو فرما میرا دھن میں اسٹریٹ میں رہا ساتھ آرام سے آتی جاتی ہوں مجھے کبھی کوئی ٹھیک نہیں محسوس ہوتی ہے کہ میں کسی ٹھیک کے ساتھ اسٹریٹ سے بات کر رہی ہوں۔“

”میں نے اسے اسٹریٹ میں چلا دیا۔“

”میں یہ بات میں نہیں نہیں بتاؤں گی جب کوئی بات میں نہیں ہے اسل! کھینچ کر دے جو آ یا دھن میں بول دیا۔“

”ٹھیک ہے میں بھی ایک کی اطلاع دواؤں سے لگاؤں گا۔“

”جی نہیں۔“ میں یہاں ہوں وہ مجھے کھینچ کر لے گئی۔ اس نے اسٹریٹ میں کھینچ کر لے گئی۔

”ٹھیک ہے میں بھی ایک کی اطلاع دواؤں سے لگاؤں گا۔“

”جی نہیں۔“ میں یہاں ہوں وہ مجھے کھینچ کر لے گئی۔ اس نے اسٹریٹ میں کھینچ کر لے گئی۔

”جی نہیں۔“ میں یہاں ہوں وہ مجھے کھینچ کر لے گئی۔ اس نے اسٹریٹ میں کھینچ کر لے گئی۔

”جی نہیں۔“ میں یہاں ہوں وہ مجھے کھینچ کر لے گئی۔ اس نے اسٹریٹ میں کھینچ کر لے گئی۔

”جی نہیں۔“ میں یہاں ہوں وہ مجھے کھینچ کر لے گئی۔ اس نے اسٹریٹ میں کھینچ کر لے گئی۔

”جی نہیں۔“ میں یہاں ہوں وہ مجھے کھینچ کر لے گئی۔ اس نے اسٹریٹ میں کھینچ کر لے گئی۔

”جی نہیں۔“ میں یہاں ہوں وہ مجھے کھینچ کر لے گئی۔ اس نے اسٹریٹ میں کھینچ کر لے گئی۔

”جی نہیں۔“ میں یہاں ہوں وہ مجھے کھینچ کر لے گئی۔ اس نے اسٹریٹ میں کھینچ کر لے گئی۔

”جی نہیں۔“ میں یہاں ہوں وہ مجھے کھینچ کر لے گئی۔ اس نے اسٹریٹ میں کھینچ کر لے گئی۔

”جی نہیں۔“ میں یہاں ہوں وہ مجھے کھینچ کر لے گئی۔ اس نے اسٹریٹ میں کھینچ کر لے گئی۔

کی ساری سچائی جانتی تھی۔

"افراس کے گھر سے مرد میں ہر شخص محبت کرتا ہے
حالانکہ محبت کچھ بھی نہیں۔"

نا جانے کیوں مارت وہ بے یمنیں تھی۔ عجیب سا کھلا اور احسن تھا کہ وہ شہازہ کے خواب کو پورا نہیں کر سکتی۔
"میں شہزادہ نام اور اہم کا بیٹی بنی تھی۔" نام کے کاغذ میں شہزادہ بہت دور تھی، نام کے پاس آئی تھی۔

"ماہر اہل علم عطا درویش کیوں آئی تھیں؟ میں نے نہیں دیکھا۔"

"وہ کل میرے بھائی کی شادی تھی۔" ماہر میں پڑی۔

"کس سے؟" شہزادہ سوالیہ نظروں سے دوکھ رہی تھی۔

"عصمت سے۔" نام ہوئی۔

"اوہ! گاڑ تمہارا کوئی گناہ نہیں اس گھر کے مدد سے کر رہا ہے۔ گناہ سے بے گناہ ہیں وہ شراب پیئے
ہیں جو اودھ پیئیتے ہیں ان کے بھائی دوسروں کے گھر میں کھاتے ہیں اور تو اور اماں بچوں کی لڑائی میں جوتے لے کر
مڑلوں پر دوڑتی ہیں۔ جی ہاں! اہم اسے نصیحت میں سمجھتا ہے۔ تم سے بھڑکی ہے۔" شہزادہ کہہ کر ہلکی گئی۔

شہزادہ اس کی دوست کو نکلیں گاس نظری۔ مگر جب نام کاغذ سے پلٹ کر آئی تو اس نے اماں کو سب
چھپتا ہوا دیکھا۔

"اچھا! آ! ابھی میں نہیں بتائی ہوں۔" اماں باؤں میں سہارا دے چکی تھیں۔

"سب سے زیادہ نہیں تکلف ہے کہ تم نے ابھی آری سے سنا ہے۔ جی نہیں! تم نے آپ کو بہت قابل سمجھتی ہو۔

ملاؤ کی بڑی کیس پلٹیں۔ آئی تھی کہ اٹھالائیں کہیں سے۔ اب عصمت نہیں پسندیں گے۔ ابھی بتائی ہوں سہارا کو۔"

اماں پھر اس پر گرم ہوئی تھیں اور وہ بھی اٹھ کر کھڑی ہوئی تھیں۔

"نہیں اماں! احسان بھائی کو نہیں بتانا۔" وہ بھر زور کہہ چکی تھی۔

پھر گھر میں شادی کی تیاریاں شروع ہو گئی تھیں۔ اماں اور بھائی کے ساتھ کہ غمراہ سے پر ہاتھ سے کوکہ باتیں
تو کیا کیا گئے۔ آ! کہ اماں کا ہاتھ چمک رہی تھی۔

"اماں! آپ کے انگوٹھے میں سوراخ چھ گئے ہیں۔ موت کر دیں یہ سب۔" نام میں کی تسلی پر ہونٹ دکھا دیتی۔

نام کو ان کے ہاتھوں کی خوشبو بہت اچھی لگتی تھی۔ وہ اس کے ہاتھ چمتی تھی۔ ہر روز تو اس سوراخ سے۔ لیکن اماں

دوسرے دن بھر کو رونا تک رہی ہوتی۔ کہاں کی نہیں اماں سادہ گوشتا اور اسے منگوائیں اور خود ہی کھاتے۔

گوکہ وہ کیس کیوں کا ڈرائی ہو گئیں۔ مینٹو پر اماں کے مارک سفید ہاتھ پیٹتے تھے۔ خود ہی خیر اوروں کی کتائی کرتیں۔

خود ہی سلائی کرتی تھیں۔ اماں کو بھی دوسروں کی ہاتھ کی سلائی پسند نہیں آتی تھی۔ وہ اپنے ریش تو اپنے کہ ہر کوئی

پہنتا کہ کیاں سے رنگا ہے ہیں؟ کھل اور اہم کو دے کہ اماں اسے خوبصورت وہ چوٹی کی ہاتھ سے چٹائی کرتیں

اور پھر درویش دے کہ ہاتھ دیتی تھیں کہ برسوں نہ رنگ پینکے پڑتے اور نہ ہی چٹائی گئی ہوں لگتا کہ گویا کسی نے

نشین سے کام کر رہا ہو۔

نام۔ سعید سعید تارک ماہون غفور پر ایک صنفی لطیفی آئی تھی۔ اماں سے ملتا رہا۔ مہند نہیں

تو نہ پڑے گا۔ کھانہ کھانے کے بعد۔ پلٹتے ہوئے۔

نام۔ یہاں سے اماں کے ہاتھ میں لکھی ہوئی ہے۔ یہاں۔

"اماں! ایک بات تمہیں جی جی کہ جب اماں نے آپ کو دیکھا تو کیا بولے تھے؟" اماں کے ہنسی چہرے پہ
پیلے تو سحر آمیز ہنسی تھی مگر نہیں کر پائی تھیں۔

"آپ کو کیا پسند ہے؟" وہ کہتے ہوئے سحر نہیں۔

"لو! میں اماں ہاں بچہ آپ نے کیا جواب دیا تھا؟"

"میں نے کہا کہ آپ اور خوشو۔" پھر کیا تھا دور وہاں تو کبھی بھر کچھ بول لاتی تھی دوسرے دن صبح مہرمان لا

کر دیا جس کے اندر ہر خوشو کے صحرے تمہارے بلانے کا نیشنل کو کچھ کر شہر سے منگواتے تھے۔"

"اوہ! اماں! آپ کا اتنا جانتے تھے۔" نام بھی تھی۔

"اماں! اور تمہیں تاں کوئی اور بات۔"

"ناک کی لوگ کی فرمائش کی میں نے تو ہاتھ پورا پتا ہر رنگ کی لوگ کا سٹو اپ۔ خیر دڑی اور نیلا رنگ پسند تھا۔

تمہارا سب لیا جب شہر جاتے تو کسی رنگ سے لگتا تھے۔" مگر اماں نہیں پڑی تھیں۔

"چھو چھوڑ۔" کیا تم کو اس کے کرینڈ نہیں آتی سیوگی نہیں؟ تمہارا داغ آہمی ہاتھوں میں لگا رہتا ہے۔

نا جانے کیا تم سوچتی رہی ہو مت سوچا کہ چنانچہ سب۔ زمانہ گزرا کیسے کیسے لوگ سب گزرتے پلٹ کر سوچو تو رات

کو آگ کھل گئی ہے یا لگتا ہے کہ آگ اب بھی لگے ہوئے ہے۔" وہ اداسی سے بولی تھیں۔

"اگرے نہیں اماں! اوہ! اماں کی گوری گوری کر لیت جاتی۔ اماں ساری پہنیں تھیں جتنی بھی چٹائی کوٹ اور

بلاؤر پہنے ہوئے ہوتی تھیں۔ اماں کی سفید سفید کر رہا مہرمان پتھر وہ کھڑی تھی۔ اماں نہیں پڑی تھیں۔

اس وقت بھی نام کا دل جڑ سے ہوا تھا کہ کہیں اب کی طرح اماں بھی چھوڑ چکی ہیں نہ جانتیں اس لئے وہ اماں سے

پلٹی ہوئی ہنسی تھی۔

"بلو! کیوں تم اس طرح سے چٹتی ہوئی بیٹھی ہو۔" اماں نے نام کو کہہ کر دیا تھا۔

دلید حیدر سنے سے تے ہوئے بھر ایک بار دوسری سے لگتے تھے۔

"کیوں ہو گیا؟"

"ٹھیک ہوں۔"

"خوش رہا کر، جی! آپ کے پاس کا گھر ہے کی چیز کی ضرورت ہو تو رادی سے ہو وہ آپ کی دکان بھی ہیں

اور ہائی کی ہیں۔ ذہل رشتہ ہے۔"

ہاں بھی بہت تھا۔ ہر میں نام سے بھی مت ہونا چھوٹا شہر کرتا ہے جی دوسری سے کرتا۔" ماہویس

تھیں۔ دلید حیدر صحر کویش، دلید کرتے تھے وہ دوسرے ہوئے دوسری سے پائی چٹتے تھے۔

"بہت پیاری بیٹی سے دلیرا چ پھوٹو مجھے یہ بہت پسند ہے۔" دلید حیدر نے بہت فور سے جب کے چہرے کو

یہ تو اس کی آنکھوں میں سے حد پہنچو کی کڑا رہی تھی۔

"دلید صحر! یہاں رہتے ہو ہمارے کسی رشتے دار کو پسند تو کیا۔"

دلید نہیں سن رہی تھی۔ نام سب سے ملتی لاتی ہیں تو نہیں ملتا ہے تم تو نورانہ لکھ کرے لکھتے ہو تم کو اس

نوشتہ دیتے گا۔ کھانہ کھانے کے بعد۔ پلٹتے ہوئے۔

"تا کہ میں جیک جیک تو رہا ہوں۔" اب ہاتھ میں ہو سکا۔ طرف سے ہر اہم نہیں چکا ہے۔ یہ سب

لیتے تھے، بھی بڑی گہری ٹھکروں سے اس کو کچھ کر رہے تھے۔

”ٹھیک ہے اسکیلے صحت جانا میں تمہیں چھوڑ دوں گا۔“ ماہم کی ساری دانشوری دھری کی دھری رہ گئی۔ اس نے اپنا سر پیٹ لیا۔

”یہ کیا... بھائی بھی مجھے ہے، یہی اور بے اعتباری کے سبق دے رہے ہیں، میں اپنی خود بخاری اپنا حق نہیں کہہ سکتی۔“ وہ اماں کے آگے اڑنے کی ہڈی تھی۔

”اماں! سچ کہتی ہوں قسم کھاتی ہوں کہ آج اگر کوئی مجھے میرے سسرال چھوڑنے گیا تو میں کبھی نہیں آؤں گی یہاں۔“ اماں اس کے اڑیل پن کو مزہ کو جانتی تھیں۔

”بیٹا! اتنا دور ہے تمہارا گھر، تم کہیں راستہ نہ بھول جاؤ۔“

”اماں! میں کالج اور اسکول جاتی رہی ہوں، کالج سے گھر آتے ہوئے تمام راستے میں نے بغور دیکھے ہیں۔ بہت دھیان سے آئی ہوں، سوال ہی نہیں کہ میں راستہ بھول جاؤں، لیکن اماں! یاد رکھنا آج حماد بھائی مجھے چھوڑنے گئے تو میں کبھی نہیں آؤں گی، میں شروت باجی کی طرح اپنے ہیر کو انکر نہیں بیٹھ سکتی، جب میرا دل چاہے گا میں آپ سے ملنے آؤں گی، میں آپ کے بغیر نہیں رہ سکتی ایک ہل۔“

”اماں! ماہم ٹھیک کہہ رہی ہے۔“ شازو نے کہا تو پھر ماں بھی چپ ہو گئی تھیں۔ زندگی کا یہ ایک بہت اہم موڑ تھا جہاں اس کے وجدان سے اس کو وائز سنائی دے رہی تھیں۔

”ماہم! تم ٹھیک کر رہی ہو۔“ پھر اس نے پٹ کر بھی دیکھا۔ اماں دعائیں دے رہی تھیں، اماں کا دل بول رہا تھا۔ ”میں یوں پر اطلاع دے دوں گی کہ باجی معیدہ کے گھر کہ میں پہنچ گئی ہوں۔“ اماں نے کسی سے گھٹ پکڑے کمزری تھیں۔ اس میں اتنی است نہیں تھی کہ وہ پلٹ کر دوبارہ اپنی ماں کو دیکھ لے۔

”میں کیوں ہوں لکس؟ میں ماں کے بغیر کیوں نہیں رہ سکتی؟ کیا میں چھوٹی پتی ہوں؟ آخر سمجھو باجی اور شروت باجی بھی اماں کے بغیر رہتی ہیں، آخر مجھے کیوں ہر وقت کھانا لگا رہتا ہے کہ ایک دن اماں بھی چھڑ جائیں گی۔“ وہ بڑا سا کالا یک اٹھائے باہر نکلی تھی اس نے رکشے کو ہاتھ دیا اور بیٹھ گئی۔

جب وہ سسرال پہنچی تو سب ہی حیران تھے۔

”تم کالج سے گھر نہیں آئیں، ہم لوگ پریشان ہو گئے۔“ ساس بولی تھیں۔

”میں اماں کے گھر گئی تھی۔“ سب نے بہت برا مانا تھا۔

”ایسا نہیں کرتے بیٹا! اب شادی ہو گئی ہے۔“

”کیوں نہیں کر سکتے ہم اب؟ اماں کی یاد آ رہی تھی مجھے۔“

”ہاں تو انتظار کیا ہوتا ہے شوہر کا۔“ پھر ساس بول رہی تھیں۔

”بہت مشکل لگ رہا تھا مجھے میرا دم گھٹ رہا تھا، بس مجھے لگا کہ میں اڑ کر اپنی ماں کو جا کر دیکھوں، تو میں ایسا کر گئی۔“ وہ بے بسی سے بولی تھی۔

جب شوہر کو پتہ چلا تو وہ مسکرائے تھے۔

”چلو جان پہنولی لانے ہوئے جا رہے تھے۔“ پوچھا تو ماہم کے ہنسنے پر کسی نے پلٹ کر نہیں دیکھا اور وہ لڑکی تھکتے لگا ہوا دیکھی کسی تو کسی جب لڑا ہوا۔

”سے ملنے پائی جاتی تھی شوہر کا تھا۔“ اس کے ہاتھ تھا۔

(جاری ہے)

[illegible][illegible]

اقراء چنه

مکمل ناول

۱۱۱

سردور تنگ موسم میں بھی اس کا دل وہی تھا ہنس رہی تھی ہواؤں کا شور اس کی سماعتوں سے مگر ادھم تھا 'مٹھندی' ہو کے جھونکے اس کے چہرے پر شرمات کرتے چاند تھے اس نے خلی خلی آنکھوں سے لہجہ کا شہکار 'کھسا' یا تک پہنچا دیا



”میں تو یہ بوجھے ہی تھی کہ تم لوگ کھانے میں کیا کیا کر رہے ہو“

”نیری عزت دکھانے کے بدلے جو تم مانگو اس میں ہوں گا۔“ اس نے رانا داو جی پرانی اور خوشی کے لئے جلتے ٹائٹ سے سے دیکھ کر بھی اسی نے اچھے ٹانوں پر ہاتھ رکھ دیئے۔ کیونکہ اس کے لئے بھی کسی گناہ تھا اور جب بھی کرتا تو اسے بھانسنے لگتا تھا۔

”تو یہ محترمہ آپ کے دل کی شہزادی ہیں۔“ وہ ہنسی میں ڈوبی آواز میں گویا ہوا اس نے سعادت سے سر جھکا کر معترف کیا۔

پاس کھڑی پاکستانی ہے۔ مگر میری رند کی ہے۔“ اس نے آنکھ دکھائی۔
 ”اور چائے ہوائے میں سے اس شرط پر بھیجی ہے کہ اس کے بدلے میں جو روٹے کئی گم ہوں گا۔ تبھی تو وہ خوشی میں
 قہقہے اور میس جانتا ہوں کہ روٹے کھائے گی۔“

اور میں بھی حقیقی وہاں کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ انا تو تیرا یہ دوست جانتا ہوں۔ وہ اس کے شوق پر چلے گا۔ اس نے بڑا
 نے صرف مگر اس نے یہی اکتان کیا۔
 وہی تو تھی جو اس کے دل کے ہر گوشے میں رہی۔ اور وہی تھی جو اس کے دل کے ہر گوشے میں رہی۔

☆

مقامہ نے اپنے آسے کی خبر دے کر خوش ہوا اور درحالت ملک کو بہت خوش کر کے قضاۃ سالانہ کا معراج عید پر پہنچا۔

12012024

”اے ماں! اٹھ جاؤ۔“ وہ دھڑا م اس کے دو ہاتھ لے کر روکھتی ہوئی اندر داخل ہوئی وہ گھوڑے سے گھسے بیچے کو روک رہا تھا۔
 ”اٹھ جاؤ۔“ اس نے اذیت کے سر سے کھل بیچے کو پار سے بلا دیا اس نے خود بھی حرکت کی اور دو ہاتھ کرکٹ پیرا

”اے ایمان! اٹھ کھڑا جاؤ۔“ کہنے اس کو ہار دے کچڑ کچھوڑا، وہ مندی مندی آنکھوں سے سے ہزاریت سے دیکھ رہا تھا۔

”آج سڑے سپورٹس وہ چھ بجے اٹھتا ہوں۔“ اس نے جمائی لینے کو اسے ٹہنی پھولی آ رہی کہ۔

”مثلاً وہ باجی آ رہی ہیں۔“ اس نے دھما کا کیا اس کی پوری آنکھیں کھل گئیں وہ اندھ کر میٹھا روئے یعنی سے اسے

”اے بھائی کو اپنے کسی سے ملنے میں ہمت نہ ہونی چاہیے۔“ وہ بھی خوش ہوا۔

میں بیٹوں کو، اور ان کے لیے کرداروں کا سب سے بہتر کیا۔ چاہے سرچشہ یا۔
 "نوائے کوثر" کے لیے تھا کہ چاہے حال، اور اس کے لیے جسے جوتم، غمگین و دہلیز کا۔ اس کے اسی کے جیسے اس کے
 راہ میں جوں کی توڑ کرانے جیسے انھوں میں بھی وہ اس کی شہرت پر مستغرق اور اس کے دیکھیں کمال پر چڑھ جوں کے جوں۔

”پچھلے سب اٹھ جاؤ“ اس نے اس کے گال پر پھینکی ماری۔
 ”بائے“ اس نے دل پر ماتھہ کھاکر آہ بھری وہ اسے تاکید کر کے اس کے سر پر پھینکی اچھالتی بوٹی جلی گئی وہ دل
 سے رو رہا تھا۔

طی ۵۹ آذر ۱۳۹۲

ختمی چھوٹا طرہ میں جھانک کر اور شرارتی قہار جیکرہ اراکم کا بھی دھوکے دہوں کو بہت پیلا کرتی اور ان کی ہر ضرورت پوری کرتی۔ مگر جب اذیان آتا ہے تو اسے انہیں بے حال و بدخونوں میں کٹا گئے پیچھے گھومتے دیکھ کر ان کے سنے جا بیکر لانا بھی بھول جاتا۔

"ہمارے آج ہمارا ہی نہیں کا کام کر رہی ہیں۔" اسے سلام بجاتے دیکھ کر شرم سے ہوا۔
 "ہمارے آج آج آپ آج بھی کوئی کام کر رہی ہیں؟" وہ ٹھٹھکی سے بول کر دوبارہ اپنے کام

میں معروف ہوئی اور مجھے نہایت کمال پر ہوا۔

وہ چہرے پر ہر اہرت کرنی ٹٹوں کو بار بار کان کے پیچھے دھکیلتی ہو رہا حواسِ بیشمار سے بہت بائشِ غفلت سے دیکھ رہا تھا وہ اس کی غفلتوں کے حصار میں تھی لیکن وہ اس بات سے انجان بھی نہیں تھا کہ اس نے معروف اعلیٰ سر اٹھا کر اس کی بھیل آنکھوں میں سرسری دیکھا۔

”کھا جائے گا اور ہے کیا۔“ ”دوسرے گوشے میں بولی دو چرنگا اور اپنی اس حرکت پر شرمندہ ہوا۔“

”ہیں۔۔۔ نہیں۔۔۔ ہمارے۔۔۔“ وہ بولا یا حیا کی مٹی چھوٹ گئی دوسرے جھانکے لگا۔

”شازدہ ہادی تبارق ہیں کہ کل ہم سب آؤنگ پر جائیں گے۔“ (پیشانی پر ہنسنا) ”یہاں پر چنگ پر جانے سے

خوش ہوئی۔

ہاں میں ان رات میں میرے ساتھ میں رہی ہو۔ وہ چڑھائی انداز میں چونک کر اٹھ کر باہر نکلا۔

”طاری سیمپنی کو بہت بڑا ہرجیکٹ ملا ہے جس کی خوشی میں پارٹی رکھی ہے میں تمہیں بھی وہاں لے جانا چاہتا ہوں۔“

اس نے سارا دیکھ لیا ہوئے بات ٹھیک کی۔

”لیکن اذیان! میں بھی ایسی پارٹیر میں نہیں گئی تم خود ہی چلے جانا“ اس نے سلا کی دونوں پالیٹس مریج میں رکھی اور

الہیانا نے اسے ٹھہرا۔
 "نہ کہو کیا بات ہے؟" کہتے ہوئے وہ بڑے بڑے آنسو بہا رہا تھا۔

میں کچھ غاشی تھی اس کی چٹکی آگھوں میں کچھ تو تھا جب وہ خاموشی سے سو گھٹا ہو کر اٹھ بیٹھ جاتا تو اس کا ہاتھ

بھی دھڑک جاتا، خود اپنے دل کو بھی سمجھ نہیں پاتی تھی یا ابھٹاتی نہیں چلا آتی تھی ہر بار ایسی کسی بات کو، گھور کر دیتی۔ وہ

دیت کو سہاوت دینے والی قسمی آتشیں گولی کر کے۔ فنی لباس میں وہ زمین پر اتاری گئی پری ٹنگ ہوئی مٹی شولڈر کٹ ہالوں کو

کھل چھوڑ دیا۔ نائٹ میک اپ اور فیکس چوہری اس کے حسن کو روشن کر رہی تھیں جب الیسا نے دیکھا تو اس کی نگاہیں جیا

کے سراپے سے لوشا بھول گئیں وہ تو سادگی میں ہی بہت پیاری لگتی تھی اور اب جب وہ ایک رنگ سے تیار ہوئی تھی تو اس کا

"مطلبہ" "درجہ اولیٰ کے آئینے میں آ کر تھکا ہوا تھا۔ اس نے کہا کہ یہ درجہ دیکھا تو کمال سے

وہ سنے وہ جھینب گئی۔ ہلکے تھری شپس میں وہ بھی فریٹنگ اور اسپارٹ لگ رہا تھا ایک دوسرے کے بھر اور وہ جانے اور سو رہا۔

کی جوڑی لگ رہے تھے تقریب میں سب نے اہلیں، شہاک سے دیکھا اور سراپا چوڑیاں افواہوں ملک کی پرکشش پر سنائی

کو پسند کرتی تھیں انہیں حیا پر رشک آ رہا تھا، شہروز پہلے سے ہی وہاں موجود تھا وہ بھی اسی آفس میں جا کر رہتا تھا، انہیں

یہ سب کچھ کمرات سے لے کر گولے پا گیا

"میں نے اپنا قصہ سنا دیا۔ یہاں اب کے ساتھ لکھنے سے ملے گا، چارپل میں جاکر لے کر آؤ گے۔"

تعماداً، بین لوگوں سے نئے طالبے کیلئے مصروف تھا، وہاں کے عقیقت پرستی والی حوالہ دیکھ کر وہ کسی کی دعاؤں یا دعاؤں کا بدلہ نہیں

روزنامہ جنگ 16 اپریل 2012ء

انہیں پایا کہ کبھی بکا پاتی۔

”جیسا انھوں اور جلدی تیار ہو جاؤ یا نہ“۔ شانہ روم میں داخل ہوئے علی آواز بلند بولی وہ دو اور ہم سے لئے لہات
و لئے خوش گوار سا نگرینو کے پشیمان ہو رہی تھی۔

”جیسا تم سے بول رہی ہوں۔“

”جیسا؟ آپ لوگ چلے جاتے تھے کبھی جانا۔“ وہ سیدھی ہو کر اندر کی رہی۔

”یہ کیا بات ہوئی تھی وہاں انہیں صاحب ڈانڈی لگتے ہیں صاحبہ ہیں اس کا بھی میں جواب ہے تم دونوں کیوں
سارا مزہ خراب کر رہے ہو؟“ بچے کھتے خوش تھے۔ ”دوسروں سے کہیں بھی ہو کر نہیں۔“

”آپ لوگ چلے جائیں نا۔“ وہ اس کا ہاتھ تھام کر دوسروں سے لکھنے پر دھک لگا رہی ہوئی۔

”پسے کیسے چلے جائیں؟“ بچوں کو سن کر تھکی گئی تھی۔ ”وہ لگتا ہے بول کر اچھے کی جیسے سنبھلی ہے ہاتھ
تھام کر دوبارہ بول رہی۔“

”بھائی صاحبہ! اس کی ٹھوڑی پکڑ کر ہوا پکا کر پھمچا۔“

”ہوں۔“ اس نے دیر دوسری طرف پھیر لیا۔

”اوکے بابا میں دس منٹ میں تیار ہو کر آتی ہوں۔“ وہ بھی جاکر مٹ سے بولی شانہ روم اپنی بائیں طرف
کر کے سکر لئی۔

”سب تیار ہیں ہم تمہارا انتظار کر رہے ہیں اور میں اس بندہ کو بھی دیکھتی ہوں۔“ وہ بولی کر بھی اپنی جاکر سانس
خارج کر کے کچی آواز دے رہی تھی۔ ”نکل کر اس روم چل گئی۔ وہ شانہ روم کی کھینک کر چا پتی تھی وہ اسے دوسرے بعد
ہی آتی تھی اس میں بھی اسے تماشہ کر لیا جاتا ہے تو یہ بات ہے وہ انہیں اس کا سامنا کرنے سے بھی ڈرتی تھی۔

پہلے روم میں اس کا انتظار ہو رہا تھا انہیں بھی موجود تھا اور بہت ڈیسٹ لگ رہا تھا جس نے اس پر سے نظریں
چراغیں اٹھاتے بہت نکالتے اور شرمندگی کا احساس ہو رہا تھا اسے وہاں پر فضا کو کھینچ کر رکھنے کا انتظار نہیں
کرنا تھا چاہے کبھی سارا بائیں آئے اور پھر پھلے گا تو روم اور وہ بچے میں وہ بہت غریبی لگ رہی تھی شرم سے اسے
سر پہ بندھو مٹ کی ڈانڈی کے بعد وہ سب دستا و فرمائش پانک میں موجود تھے وہاں طرف گھما بھی گئی تھی اور اس کا سامنا
انچھے کر رہے تھے۔

”تمہاری جاکیں اس میں ہیں؟“ پاپائے اسے تماشوں پا کر بیکار سے پوچھا وہ چنگی بھڑی سکر لئی۔

”کبھی کبھی سنبھید ہوتا ہوتا ہے۔“

”بھئی خیالات ہیں؟“ فرحان ملک نے اس کے گرد لڑو مائل کر کے پوچھ لیا۔ انہیں سب کے ساتھ وہ تو
نہیں مگر سب سے بات چیت، بات کر رہا تھا مگر سبھی اس کے چہرے سے یہ نہیں پتہ چلتا کہ وہ کتنی خوش ہے یا نہیں
اسے لگاؤ تھا اس بات سے وہ بہت ڈسٹ لگ رہی تھی وہ اگر تماشوں سے جانا تو اسے سنا بہت مشکل ہو جاتا تھا مگر وہ
اپنی ٹھٹھی کا بھی اعتراف کر رہی تھی اور اس سے سنا ہی نہیں سکتا تھا۔

”بھئی صاف کر دو“ بچے میں شرمندگی کو سونے ہوئی۔

”سب سے زیادہ شرمندگی ہے۔“ وہ بول رہی تھی۔

”تمہاری باتیں بہت ہی عجیب ہیں۔“ وہ بول رہی تھی۔

”جیسا کہ تمہاری باتیں بہت ہی عجیب ہیں۔“ وہ بول رہی تھی۔

اور وہ اپنی خاموشی۔

”میں تم سے بات نہیں کرنا چاہتا۔“ انہوں نے کہا۔ ”اور وہ لکھا تھا تمام کھینکے سے ہاتھ نہیں دواواں ہوئی اور چپ چاپ
و اس کے چپ آتی کیونکہ اس وقت وہ بات سننے اور سمجھنے کے سوا کچھ نہیں تھا اس لئے اس وقت اسے بات کرنا دیر چہر
پھر نہ پایا سب سے کئے میں بھی تھا شانہ روم سے اسے باتیں کرنا جانی تھی وہ بے صبری میں صرف ہوں وہاں میں جواب
دیتی پھر اور وہاں اور پوری توجہ وہاں پر تھی جو بہت لاپرواہ تھا جیسا تھا اس کے بعد غریبی رشتہ ٹھٹھی میں کیا ہوا بھی اس کا
خاص دل نہیں لگا۔

”وہاں اس کی اپنی گاڑی میں بیٹھ کر چلے جاؤ پچھلے کے ساتھ جانے کی ضرورت ہے جی۔“ وہ ان دونوں کے تاثرات
دیکھ کر ہانپتی بولی کر کے بول گئی۔

وہ کھینک کی بیک سے سر نکالتے ہوئی تھی کچھ نہیں اس کی وہ ڈر سے ہاتھ نہیں اڑاواں نے خوب سے اسے دیکھا اسے
جیاب تھیں آ رہا تھا وہ بات تو جیسا تھا کہ وہ بد بولی ہے اور جیاب تھیں میں ہی اسے ہاتھ دیکھا گیا تھا کھینک اپنی ہے مرنے
ہیں اس کا جسم میں کھول لگتا کیونکہ شہر سے بھی دیکھتا تھا اس کی شہر والی نظروں میں کیا حرکت رہ گئی ہوئی۔ سوچ
کر اسے اس کا ہونٹ ہلنے لگی۔ گاڑی کھینکے سے دیکھی اس نے چونک کر انہیں گوا دیکھا اور پھر دھڑکے باہر دیکھا
گاڑی کھینک پر کی تھی۔

”صاحبہ! میرے لڑو! آٹھ نورمال بچی نے اس کی خوب تھوڑی۔“

”میں چاہتا ہوں۔“ اس کا لہجہ کھینک پر تھوڑی سے کھینک کی طرف لگتا۔

”میں بیوی کے لئے سے لڑو!۔“ اس نے دوبارہ دوسرے لڑو لکھا کہ اس کے بہت کھینک لگتی وہ بھی اس دونوں کو دیکھ
ہی تھی۔

”مرگئی وہ۔“ وہ استہزائے بولا اس سے کھینک لڑو کرنا تھا اور ہاتھ لڑو کے ہمارے بنایا۔

”اچھا پھر ایک میڈم کے لئے لڑو بہت خوش ہو چکی تھی۔“ لڑو نے چکارا دیتے ہوئے کہا۔

”جیسا میڈم تو میرا خون صاف کر رہی تھی خوش رہتی ہیں۔“ وہ سرد لڑو کے کہنا تھا مگر اس کے ہاتھوں سے
”تھرے کے گردالت میں سے سر نہ لگ کے نہ تو کھینک لکھ کر اس کے ہاتھوں میں نہاد ہے۔“

”یہ تو بہت زیادہ عجیب۔“ وہ صوبیت سے بولی اس کی اور کھینک اسے کھینک سے کھینک کو دیکھا۔

”جیسا اب اس کا وہاں نے لڑو اس کے سر پر ہاتھ پھیرا وہ خوش سے دڑتی ہوئی آئی ہے جیاب اس کے
ہاتھوں میں پکڑے ہے کھینک سے پکڑے۔“ جیاب کی توجہ خوش نہیں ہوا یہاں صابن کے کھماک کی طرح جھک گیا تھا وہ مارشل
کی زبان کی اس کی خوب سے اس کی کھینک کا کھینک کر رہی تھی۔ اسے یہ پتہ نہیں کہ اسے بہت ترس آتا تھا وہ رو رہا ہے بہت ٹوٹ
ہوتا تھا وہاں کا کھینک سوار ہوا جیاب تھا وہاں بھی جیاب تھا وہاں بھی اس کی طرح ایک کھینک اور عزت دار زندگی تو رہی وہ
بے بہت سے لوگوں کو اور پھر دیتا تھا ضرورت سے مدد کی بد کرنا تھا اور یہ حقیقت ہے جو یہ شہر کے اس کام میں
تھی وہ اس کو ملتا تھا وہ شہر کی دوسری ملتا تھا وہ شہر میں جس کام میں ہم اس کی بہتری ہوتی ہے ہمارے خدائیں
وہ دیتا ہے ہماری خواہشیں ہماری ہی ہیں صرف ہماری سوچ تک ہی محدود ہو کر رہ جاتی ہیں۔ کھینک یہاں ہو تو گاڑیاں
میں لگتی۔ جیاب ایک سر سے آتے ہیں جیاب اس کے کھینک لکھ کر دیتی۔

”جیاب کو اس نے جیاب سے ملتا تھا کھینک شام کو کھینک بہت خوبصورت ہو گیا تھا وہ بچوں کے ساتھ کرکٹ کھیل
کے جیاب کو اس نے جیاب سے ملتا تھا کھینک شام کو کھینک بہت خوبصورت ہو گیا تھا وہ بچوں کے ساتھ کرکٹ کھیل

رباعیاً حیا صحت سے اچھے مہارے کچھ ہے اتار کر میرا تر جاتی اس کی پوری توجہ زبان پر تھی۔ اس کا پاؤں چھلا کر اس کے
بیزاریاں بناتی تھیں وہ سینے سے لڑکتی ہوئی دیکھ کر گئی۔ انہیں ان کی توجہ لگ گئی وہ دوڑتا ہوا اس کے پاس آیا وہ
تنگ کوسلار سے تلی لڑ اور ہر بیانی سے اس کے آگے پیچھے کھدہ کرتے۔

”کیا ہو؟“ وہ بیانی سے پوچھا، قاتلانہ کے چہرے کے تاثرات غائب ہوئے تھے اس کے
تکلیف دہوری تھی وہ مسکرائی۔

”یاد رہے گی۔“ وہ زکرا کا کہی۔
”اگر میری تانگ ٹوٹ بھی جاتی تو تمہیں کیا فرق پاتا؟“ وہ زمین پر گرے کچرے سمیت کر جٹانے والے
انداز میں بولی۔

”بہت فرق پڑے گا گل۔“ دیکھ کر چلا کر۔ ”اب تم سے بھی اتنی آگلی حیا بھی اس کی بھی میں شامل ہو گئی تھی
نئے نہ سمجھو لے، انداز میں دونوں کو دیکھا۔

”تو جناب نے مجھے معاف کر دیا۔“ انھیں سیکڑ کر استغفار کیا۔
”کی ہاں۔“ اس نے فرما کر ہمدردی سے سینے پر ہاتھ رکھ دیا۔ کچھ کیسے کدلی سے سنو بوجھ کر گیا۔

☆ ☆ ☆
”ایک دن میں موجود مقام فراہمی آگئیں۔“ جی کی جی اور میرے کمرے دو کھنڈے، دھن، گھونگے تھے۔
”کیا ہو بھئی۔“ وہ کچھ تو پیرے ہوئے تھے کسی اور ہی کی تعلق دیکھی وہ بیانی میں بولی۔

”سعد۔“ وہ رشیدہ نے ٹوٹے ٹوٹے چہرے سے انداز میں سے پکارا۔ اس کی، ”تمہیں تم ہو گئیں۔“ انہوں نے لپک کر اسے
اپنے سینے سے لگا لیا۔ ”اب کی حالت رشیدہ نے علی جی کو دیکھ کر بغیر آقا خان کی دہائیوں موجود تھا وہ اسے بھائی سے
بہت محبت اور اس کی عزت کرتا تھا۔ رشیدہ اور فرحان کھل کر کھڑے تھے۔ ”اب تمہارا وہ بیانی خوش کا اعتبار کر۔“
انہی اپنے روم سے نکل کر بیٹھ آئی تھی سعد کھل کر دیکھ کر جی کی جی اور ہر جلدی ٹھٹھکا کر اس دی وہ اسی جگہ
کھڑی تھی جب سعد کی نظر اس سے گرا، نہیں تو وہ کچھ بولنے کے لئے ٹھٹھکا گیا، اسے ٹھٹھکا کر دیکھ کر کچھ کچھ
یہ کسی نے بھی ٹوٹ نہیں کیا۔

”سعد بھائی آپ اچانک۔“ وہ تیزی سے اس کی طرف لپکی وہ اس کی خوبصورت سر آئینوں میں دیکھ کر
اپنی خوشی کا اعتبار کر رہی تھی وہ بہت کچھ بولے جارہی تھی سعد کھل کر اسے نہیں روک رہا تھا۔ ”اب صرف دیکھ رہا تھا۔“ جانے
صرف اسے تصویر میں دیکھ کر وہ حقیقت میں تصویر میں سے بھی زیادہ پرکشش تھا۔

”ایسا حیا چلے تم جانتے تو ہو گے یہ جاری پچھو رہی کی جی بنتی۔“
”جی پچھو کی جی؟“ وہ کرکری تھیں ان کا گھر یہ معلوم تھا کہ کام حیا کیسے ہو گیا۔ ”آخری جلد اس نے صرف
ہو توں میں کیا۔“

”تم چند روز پرکھو، بعد میں وہ بیانی سے سوچا شاید تمہیں پتا نہ ہو تم نے بھی اس سے فون پر بھی قاتبات نہیں کی۔“
رشیدہ نے کہا۔

”سعد۔“ وہ زکرا بول رہی تھیں۔ ”جی۔“ وہ زکرا بول رہی تھیں۔ ”جی۔“ وہ زکرا بول رہی تھیں۔ ”جی۔“ وہ زکرا بول رہی تھیں۔
”جی۔“ وہ زکرا بول رہی تھیں۔ ”جی۔“ وہ زکرا بول رہی تھیں۔ ”جی۔“ وہ زکرا بول رہی تھیں۔

☆ ☆ ☆
”جی۔“ وہ زکرا بول رہی تھیں۔ ”جی۔“ وہ زکرا بول رہی تھیں۔ ”جی۔“ وہ زکرا بول رہی تھیں۔ ”جی۔“ وہ زکرا بول رہی تھیں۔
”جی۔“ وہ زکرا بول رہی تھیں۔ ”جی۔“ وہ زکرا بول رہی تھیں۔ ”جی۔“ وہ زکرا بول رہی تھیں۔

”جی۔“ وہ زکرا بول رہی تھیں۔ ”جی۔“ وہ زکرا بول رہی تھیں۔ ”جی۔“ وہ زکرا بول رہی تھیں۔ ”جی۔“ وہ زکرا بول رہی تھیں۔
”جی۔“ وہ زکرا بول رہی تھیں۔ ”جی۔“ وہ زکرا بول رہی تھیں۔ ”جی۔“ وہ زکرا بول رہی تھیں۔

”جی۔“ وہ زکرا بول رہی تھیں۔ ”جی۔“ وہ زکرا بول رہی تھیں۔ ”جی۔“ وہ زکرا بول رہی تھیں۔ ”جی۔“ وہ زکرا بول رہی تھیں۔
”جی۔“ وہ زکرا بول رہی تھیں۔ ”جی۔“ وہ زکرا بول رہی تھیں۔ ”جی۔“ وہ زکرا بول رہی تھیں۔

”جی۔“ وہ زکرا بول رہی تھیں۔ ”جی۔“ وہ زکرا بول رہی تھیں۔ ”جی۔“ وہ زکرا بول رہی تھیں۔ ”جی۔“ وہ زکرا بول رہی تھیں۔
”جی۔“ وہ زکرا بول رہی تھیں۔ ”جی۔“ وہ زکرا بول رہی تھیں۔ ”جی۔“ وہ زکرا بول رہی تھیں۔

”جی۔“ وہ زکرا بول رہی تھیں۔ ”جی۔“ وہ زکرا بول رہی تھیں۔ ”جی۔“ وہ زکرا بول رہی تھیں۔ ”جی۔“ وہ زکرا بول رہی تھیں۔
”جی۔“ وہ زکرا بول رہی تھیں۔ ”جی۔“ وہ زکرا بول رہی تھیں۔ ”جی۔“ وہ زکرا بول رہی تھیں۔

”جی۔“ وہ زکرا بول رہی تھیں۔ ”جی۔“ وہ زکرا بول رہی تھیں۔ ”جی۔“ وہ زکرا بول رہی تھیں۔ ”جی۔“ وہ زکرا بول رہی تھیں۔
”جی۔“ وہ زکرا بول رہی تھیں۔ ”جی۔“ وہ زکرا بول رہی تھیں۔ ”جی۔“ وہ زکرا بول رہی تھیں۔

☆ ☆ ☆
”جی۔“ وہ زکرا بول رہی تھیں۔ ”جی۔“ وہ زکرا بول رہی تھیں۔ ”جی۔“ وہ زکرا بول رہی تھیں۔ ”جی۔“ وہ زکرا بول رہی تھیں۔
”جی۔“ وہ زکرا بول رہی تھیں۔ ”جی۔“ وہ زکرا بول رہی تھیں۔ ”جی۔“ وہ زکرا بول رہی تھیں۔

”جی۔“ وہ زکرا بول رہی تھیں۔ ”جی۔“ وہ زکرا بول رہی تھیں۔ ”جی۔“ وہ زکرا بول رہی تھیں۔ ”جی۔“ وہ زکرا بول رہی تھیں۔
”جی۔“ وہ زکرا بول رہی تھیں۔ ”جی۔“ وہ زکرا بول رہی تھیں۔ ”جی۔“ وہ زکرا بول رہی تھیں۔

”جی۔“ وہ زکرا بول رہی تھیں۔ ”جی۔“ وہ زکرا بول رہی تھیں۔ ”جی۔“ وہ زکرا بول رہی تھیں۔ ”جی۔“ وہ زکرا بول رہی تھیں۔
”جی۔“ وہ زکرا بول رہی تھیں۔ ”جی۔“ وہ زکرا بول رہی تھیں۔ ”جی۔“ وہ زکرا بول رہی تھیں۔

”جی۔“ وہ زکرا بول رہی تھیں۔ ”جی۔“ وہ زکرا بول رہی تھیں۔ ”جی۔“ وہ زکرا بول رہی تھیں۔ ”جی۔“ وہ زکرا بول رہی تھیں۔
”جی۔“ وہ زکرا بول رہی تھیں۔ ”جی۔“ وہ زکرا بول رہی تھیں۔ ”جی۔“ وہ زکرا بول رہی تھیں۔

”جی۔“ وہ زکرا بول رہی تھیں۔ ”جی۔“ وہ زکرا بول رہی تھیں۔ ”جی۔“ وہ زکرا بول رہی تھیں۔ ”جی۔“ وہ زکرا بول رہی تھیں۔
”جی۔“ وہ زکرا بول رہی تھیں۔ ”جی۔“ وہ زکرا بول رہی تھیں۔ ”جی۔“ وہ زکرا بول رہی تھیں۔

☆ ☆ ☆
”جی۔“ وہ زکرا بول رہی تھیں۔ ”جی۔“ وہ زکرا بول رہی تھیں۔ ”جی۔“ وہ زکرا بول رہی تھیں۔ ”جی۔“ وہ زکرا بول رہی تھیں۔
”جی۔“ وہ زکرا بول رہی تھیں۔ ”جی۔“ وہ زکرا بول رہی تھیں۔ ”جی۔“ وہ زکرا بول رہی تھیں۔

”جی۔“ وہ زکرا بول رہی تھیں۔ ”جی۔“ وہ زکرا بول رہی تھیں۔ ”جی۔“ وہ زکرا بول رہی تھیں۔ ”جی۔“ وہ زکرا بول رہی تھیں۔
”جی۔“ وہ زکرا بول رہی تھیں۔ ”جی۔“ وہ زکرا بول رہی تھیں۔ ”جی۔“ وہ زکرا بول رہی تھیں۔

”چلو اٹھو“ وہ دھم سے بولا، اور خود بھی کھڑ ہوا، کوئی سہارا نہ ملتا تھا۔ چلتی چلتی ہاتھ پکڑ لیا۔

میں نے دو گیارہ سو گھریاں کس سے ساتھ وہاں رہا وہ بھی جتنی ہی تو اس کے رات، وہ ہے کہ کوئی گھر
 کی خوش کرتی رہی وہ شکر وہم کو ایک جیسے لگا کر ہے روز میں جتنی ہی قسمت میں بیٹہ رہا، وہ لنگھو پر ہوا کہ وہ قادیانہ
 نامہ ہائیکر کی ٹرے پر بیٹا کی سیدہ میں پرگنی وہ دیکھے سے اسے مغلہ اس کی سیر لنگھوں میں وہی خدمت کے ہم کیم کی وہ اپنے
 کے بڑے خوشی میں جگر آگھوں میں خوشی اور بڑی کھلی انھیں معاف ہم کہ کوئی کس نے نہ ہو، میں رہی رہی
 وہ چکر کہ جیچے کئی بچاپ لڑکی جس نے کس پچھت اس کے پاس پائیں اسے پاس میں مل، وہ جس ہی وقت کہ غلہ
 "وہ زبان سے دھڑکی میں ایسا کیوں نہ تھا کہ تم جسے اسے چاہتی ہو، تم کو اسے ہی ہونا" وہ سے مقلد لگا
 سوار کہ کوئی کس زبان کی بات پر چار سے تو کھنکی اس میں نہیں ہو تو کس جادو اس میں مل، کلا کو کھنکی کا دیکھ

”تو آپ کیسے لڑ رہے ہیں“
 ”اگر تم کے بارے میں سوچا تو تمہیں شوٹ کر دوں گا“ اس نے اپنی شبہ کی سی انگلی اٹھائی، ”تو میرے
 ہونے سے کتنی کڑی۔“ وہ اس کے صوبہ جمہادیہ سے دوائے سے بھلے ہوئی کسی اپنی بات جس کو اسے دکھایا وہ خود کو
 سنا نہیں دیتی لکھنؤ کی کوئی رسم پر مبنی دوائے خود کر رہا ہو چکا تھا وہ اپنی قسمت مر رہی۔

دل جلیں غی کر دے گئے اسے اسلام آباد نے ایک عید گزر گیا پاپا زور مشدہ دے پہنچے آنے کی خبر دی تو وہ خوش ہوئے نہیں سہی ماری کی نعمان کا قصہ کہ اس نے بھی اپنے گھر جانے کی خواہش کی تھی کہ کیا پاپا اور ماما کی روئے تھے وہ کسی نے خوشی کا اظہار بھی نہیں کر دیا تھا۔ شام گھر آئے وہ اپنی کاس بکس کا اس کا کمر آگیا اس نے خود پریشان ہو کر کچھ بعد پاپا اور نعمان باہر چلے گئے وہ دو بج گئی کسی کے ساتھ تھی۔

”ہیسو ہیسو؟“ جا چکے ہیں تو ہوا۔

’نیک ہوں‘ ” وہ کہتی ہے۔ ” یہ تو میرا اہل خانہ تھا۔“
 ’نیک ہی تو لگتے ہیں۔ میں سمجھا کہ وہ جہاد کے ساتھ کیا ہے۔“ ” وہ جیسے جیسے طبع سے وہ قلب سے
 بہت زیادہ سے پہلے کی زندگی میں سمجھا رہا تھا۔ وہ جہاد کا گھڑت ہو۔ کسی کی کارکن کے معلوم
 ہو۔“ ” کیا اپنی سالوں کے جواب میں تو اس کی زندگی میں بکھش دے کہ جس کی میں ہوں ہے۔“
 ” وہ کہتی ہے۔ ” وہ کہتی ہے۔“

میں تو ہر گز کو ان لوگوں سے کہہ نہیں سکتا تھا کہ میں نے تم سے کیا کہا ہے۔ ان کے پاس جاکر یہی کہنا پڑتا تھا کہ میں نے تم سے کیا کہا ہے۔ ان کے پاس جاکر یہی کہنا پڑتا تھا کہ میں نے تم سے کیا کہا ہے۔

مجھے ذرا وقت تھا اور ادا دلائے پر ایک ہزار ارب ان کا جس میں بہت قسم کے کاموں میں کہہ دے تھے وہ خوشی کی ہری لہریں کی طرح
نفس کی صفائی کا دل بھی نہ کیا ہر چیز کی خوشی کی آواز میں بہت بلند آواز میں کہیں ایک ملازم کی جواہر ادا داری
سے اس میں کہ کیا خیال کر رہی تھی کہ اس کے بعد جو کیا اور تھا ملازم کی عمر تیس سے پچیس سال تھی وہ اپنے کام سے کام رکھنے
والی خاتون تھی۔

سمان اسے چھڑ کر نہیں چلا کیا اس نے اپنے اوپر سونے کا جام بکڑے۔ بیگم نے ٹال کر دارو شرب میں لگا دی۔ اور اپنی کابھی سامان نہ کر گیا۔ کیلئے گھر میں اسے ناراضی کا احساس شدت سے ہو رہا تھا۔ خود کو کسی ماحول میں رہنے کے لئے کھڑی رہتی کیونکہ اب یہی اس کا گھر تھا۔ نہیں اسے راز تھا۔ دولت کو لگانا بھی لازمہ نہ تھی کیا دارو سمان کے ساتھ لگانا لگا تھا۔ اپنی جتنی کچھ بھی ہو خراب وہ اس کا شہر تھا۔ انتظار کرتے کرتے رات کے نو بجے اس کا سفر بھی بند جا رہا تھا۔ خود کو اس لئے بھی پریشانی ہو رہی تھی کہ کتنا کر اپنے روم میں چلی آئی۔ یہ زبان اب بھی اس کی ہر جا پر زبیل میں شامل تھا۔ اسے بھلا مانا؟ سامان نہیں اختیار کیا۔ ماحول میں تو اس کی جا بہت ادری تھی۔ گھر میں کی جگہ وہ بنا تو اسے چلے آگیا۔ چھڑ کر نہیں بھی جا سکتا۔ ہر پل اپنی ٹھکانوں کے سامنے روکتا۔ وہ روم اس کی آنکھیں بھرا کر اس کو سوچ کر دیتی۔ اب وہ اسے بھلا دینا چاہتی تھی کہ اب سمان ہی اس کی زندگی کا مقصد ہے۔ وہ اسے بیچے کر قرب کر لوں گا۔ وہ عزم سے دروازہ کھول کر لوگن کرے گا۔ ہونے قدموں کے ساتھ اس کی جانب بڑھا اس کی آنکھیں سرخ اور ان میں تھہر تھا۔ وہ شرب کے نشے میں تھا۔ وہ خود میں سمٹ گئی۔

”دوست! تم نے مجھے بھی جاپا کر لیا۔“ اس کی آواز دلچسپی و ناگہمی سے اسے دیکھ رہی تھی۔
 ”میں نے تمہیں اپنی انگریزی کی مانا اور ... اور وہ اس جہاز سے کہ میں اپنی اس کو اپنی جہاز پر آکر نے مجھے پھر دیکھی اور
 کو یہ لپٹا لیا۔“ وہ حزام سے ہتھ پڑنے کی دھمکی بھی آ کر مجھ پر بھیج کر کہ وہ اس کی کوئی بات نہ کہیں، مجھے پھر دیکھی
 اسے! لیکن پھر بھی کسی سمجھان کے بغیر وہ سکرےٹ کی سیبل انگریزی میں کہ وہ جوقوں میں سے ہر آواز پھیلانے اور جاننے
 کیا کیا کیا اور آواز آتا ہے بہت اس کی آنکھیں بند کر لی ہیں اور وہ دشت سے اس کے وجود کو نہ دیکھ رہی تھی اور اسے ہوسے ہتھ
 سے آ کر اور دیکھ رہی تھی کہ وہ کھانے پینے کی چیزیں سمجھ کر اس کی تیندیں سمجھتا ہوا پر اسے دیکھ کے عمارتوں اور دھواں
 کے گھر کی دھواں اور اس کے چھوٹے گھر کے تیندے کی خوشی میں جا لیں۔

مجا آئیں جیسے مسلمان کی آٹھ کھانسی آگئی ہے اتنی طرح سب کی آنکھوں پر پوری غصہ و کھانسی سے گرا رہا تھا وہ بہت تھکا اور سوت تھا مگر تہ بدلی وہ بیڑہ کے بائیں جانب والی دیوار سے چونکی کھینکوں میں سر دے کر شاید سو رہا تھا وہ سرعت سے اٹھ کر اس کے پاس آیا۔

[illegible][illegible]

اس وقت چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی ہوئی چلی جا رہی تھی۔ انگلی اور ٹخنہ دیکھ کر ہنس پڑی تھی جس سے وہ بے گروہ رہا تھا۔
 اس کے پاس کسی چاروے کے ٹھکانے پر پہنچا تو وہاں سے غلے کا ٹھکانہ بھی محسوس ہوا۔ وہاں سے اس نے غلے کی گون گوناز کر
 دیکھا اور بڑے بڑے قدم اٹھاتا ہوا اس کی سمت آ رہا تھا۔ اس کو دیکھ کر اس نے ہنس پڑا۔ وہ اس کے قدم سے ملتا تھا۔ چل رہا تھا
 مابین صرف ہوا کی سنسان تھی۔

”ہاں میں گھر سے غولوں کی دھولوں پر چڑھ کر رہا ہوں۔“ وہ بولی اور میں بول رہا تھا اور پھر کمال



ستارہ میں رستے پر پہلے سفر سے کے درمیان وہ شیوں سے ٹکرا رہی تھی وہاں چاند آسمان کے رات کے وقت سرائے سے گزری وہ شاید اس لیے غارت کے بچہ وہ میں رات وہ شاید کتہ پہل پہنچی تھی



میں نہ آئے تھے بہت مشکل کام نہیں لگ رہا تھا بہت
 احتیاط اور کچھ ذرا ڈرنے کے بعد وہ چالیس کو اس حد
 تک گھول گیا تھا کہ ایک چوتھا ہی آ رہا ہو سکتا وہ اب
 با آسانی بچے کو اپنے قریب کر لیتا تھا مگر اس کی نیند
 و ضرب نہ ہوا اس لیے اس کے جاننے کا انتظار لگنے کا
 تھا۔ اسے واقعی دوسری باتیں نہیں آ رہی تھیں کہ وہ صرف
 ایک بچے کے لیے حساس ہو رہا ہے وہ جو اپنے ایک
 ایک منہ کو کھینچ کر کھاتا تھا اس کی طرف اپنا طویل وقت
 ایک بچے پر خرچ کر گیا ہے کوئی شخص کوئی طاقت بھی
 اس بچے میں جس نے ایک اونچے پر سے مرد کو اپنا
 تابعدار بنالیا تھا۔ یہ کچھ تو حریف کر رہا تھا جب ایک
 اسے ایک اہستہ سے چڑھ گیا تھا۔ دین کی دکان سے وہ
 چالیس کے آگے سے بے کو وہاں ٹھیک کرتا دیکھ رہی
 اوٹ میں ہوا تھا۔

گوشتی "نوسانی پکار اور قدموں کی آتشیں
 حریر قریب آئی تھیں۔ چند گھنٹوں بعد اس نے دیکھا
 ناخنوں کی دبی چوڑی کی گھڑی میں بچے کا ہر لنگی تھا وہ
 عورت بچے کو ساتھ لے کر اندر جا چکی تھی۔

باہر اندر جھرا کھینچ چکا تھا جب ٹھیک ٹھیک قریبی کے لیے
 باہر جانے کے ارادے سے وہ اٹھا تھا دروازہ بند کر کے
 کے بیڑ میں کس جانب بیٹھا وہ تیراں نظروں سے اسے
 دیکھ رہا تھا جو بڑی ہی جھاز سے بڑھتا ہوا کمرے میں
 کی طرف لے جا رہی تھی "بگ بگ بگ بگ" اس کی صورت
 کی مڑ جڑی میں وہ آئے تھیں جو بھلا تھا وہ اس کے
 عتبہ میں لگا کھار کرنے لگا تھا یہی اس کا چاند
 عورت اپنے قدموں پیچھے ہٹتی تھی اس طرح اس کی
 طرف بلی بھی کر رہی تھی اسے ایک قدم کا فاصلہ بھی نہیں
 روکھا تھا وہ خود اپنی جگہ سے حرکت نہیں کر سکا تھا دوسری
 جانب ایسی بیڑی تھی ان کیسے بولے مگر اسے
 سارے ہی بڑی کی رائے کی تھی وہاں چاند
 طرف سے جانے سے پہلے ہی شہر سے دھڑا دھڑا کر کے

میں ایک طرف راتوں رات وہ ایک طرف سوئیں۔ کاتھ۔
 ☆
 شہاب شہر انجمن کا دورانی ان کا ایک نیا مکان نام۔
 ایک سے زیادہ گھر اسے اپنے باپ سے روٹے تھے۔
 جس میں اسے ملازمہ چند سال پہلے اس نے ایک ملازمہ
 بائرنگ کی سہیلی کی بنیاد رکھی تھی اور اس سب ذمہ داریوں کو
 وہ بہت کامیابی اور توازن کے ساتھ لے کر مزید
 آگیا تھیں کی جانب کو پر واز تھا اور ظاہر ہے اس کے
 لیے اسے اپنے نئی رات ایک کرنے چاہئے تھے۔ مگر
 کے جن میں سب مکمل کرتے ہوئے اس کی زندگی میں
 شہریت دولت اور عورت جس کی بھی چیز کی زندگی اہمیت
 رہی تھی نہ اس میں دیکھ کر زندگی کا ایک بڑا حصہ
 بچوں میں واقف کرانے کے بعد یہ سب واقعی اس کے
 سے بچہ نہیں اس کی کردہ کی تھیں۔ قدرت عیش اس کے
 صبر ان ہی میں تھی جسے جو چاہے حاصل کیا اس
 کے لیے رات رات غصہ کرنا پڑا تھا۔ انہیں اس
 سے راکھ حاصل کرنا ہے۔ شہزادہ باجی سالوں میں کام
 اس کے لیے آئینہ بن چکا تھا مگر وہ بڑوں سے ہوتے
 ڈر رہے تھے ان کے نظروں نے اسے ہر طرح سے تار کھانسی
 کے لیے ٹھیک نہیں تھا بلکہ سے باہر جانا یا کسی پر فضا
 متاثر ہے جا کر جنہوں نے ان کا مگر کا دھڑلے پر سوچا۔ وہ
 دایاں اور بڑوں کے گھبراہٹ کو چھوڑ کر وہ مکھ تو کیا
 شہر سے بھی باہر نہیں جا سکتا تھا اس کی اوقات تو گھنٹوں
 نہیں ہوا جس کے لیے وہ اپنے بھائی شہزادہ سے مشورہ کر
 بات بات سے شہر کے لیے ان کیسے نہیں سے مشورہ کر
 دیکھو بہت اگے تھی آسٹریلین کے بغیر یہاں رہنا
 اس بڑے ایک کچھ ہی تھا اسے امید بھی کہانی، نہ اسے
 کہہ کر یہاں اس کے چند دن بھی رہ سکتے تھے۔

☆
 رات کا آخری پہر شروع ہو رہا تھا شاید جب وہ
 کمرے سے باہر آیا تھا۔ ہمارے جا کی تیز روکی ہر
 سمت پھیلی تھی کھنڈے فرش پر پھیل گئی کرتے ہوئے
 اس نے ایسے ہی چالیس کے پاس نظر ڈالیں جس
 نمایاں منظر نے اسے سانس کر دیا تھا۔ کچھ خاموش اور
 ہوا کی سرسراہٹوں میں اس کی نظریں یہ وہاں میں تھیں
 اس شو بہ وہ خود پر سانس تھیں جس پر پانچ کی غنڈی
 سیدہ کمرے میں براہ راست چھوڑا وہاں اس کے بازو
 دھڑک رہے تھے وہاں تھیں۔ وہ فیر ہڈیاں میں تھا مگر
 بھی مدد کتاب میں جیسے ہمارا وہ مدد کی جانب مائل
 ہونے سے خود کو روک نہیں سکتا۔ تھیں بے مدد وہ
 چہرہ صحرائی رات میں کھلے شہر کی گلاب جیسا تھا جس
 کے چٹا چٹا میں لپکتا وہ نے جس حرکت ہو گیا تھا ہوا کا
 ایک تیز گھولتا ہے کہ ہوا میں لپکتا تھا اس کی نشانیں
 نظروں سے گزرتی تھیں کچھ دیر تک سر جیسے ترشے پہلو
 میں ہی دیکھا سو رہا تھا جگہ اس کے سنے دھڑکے گھر
 چڑھوں سے دھجے اور صبا غول پر دیکھا ہوا تھا
 گروہ ہوا صوبہ تو اسی وقت سے تھیں نظریں کھینچ کر
 کرتا جس میں ساری دنیا کی خوبصورتی "سجائی اور
 احتیاط کی جگہ سے تھجے اور رنگ جس میں حسن
 زن تو یہ جس تھا وہ رنگ جس میں ایک بڑی ساری دنیا
 سے بڑی تھی اس کے ہمدردی جو بھونکا تھا گھر کر دیا
 تھا وہ رنگ ساٹھو آہ آہ پگھلتا جا رہا تھا دونوں
 کی جبر۔ دھڑکی رات کا پہلا تھیں کی طرف
 تھیں۔ اس میں گھر کو وہاں کر کے میں آ

رائی تھی۔ بھارت موادہ جگر کی پیش یا تھا آگے ہی مل

جیسے کوئی ٹکڑا اس کے دس میں ہوسٹ ہوا تھا دھوس
دھار بارش میں خوب دوسری سے بنا ڈاڑھ تھانگ گئی
اس کی پناہ میں آئے کے لیے جس طرح بڑا شہاب
کا دل کی جیوں پر پھٹ گیا تھا بھلی کی تیری سے
گوئی گواں نے دی سے آواز کر دیا تھا۔ سارے جالیوں
کے ٹوٹے کی پروا دی نہ اس غور تھا۔ گوئی کے
روتے چلے دیو کرد کہے سے میں چھپے وہ
کمرے کی جانب دوڑا تھا۔

☆ ☆ ☆

دروارہ کھول کر باہر آتے ہوئے شہاب نے
سات خروں سے اسے دیکھ لیا تھا چار بارش میں ملنی ٹنگ
گئی تھی بیڑ چار چھٹی آ رہی تھی۔
"بادا گیا نہیں۔ ایک چارو کو سی ہے تانہ
کو گھر سے نہیں۔" کاٹ دارا ہاڑ پر وہ تانہ کھولتے
ہوئے تھی۔

"چالو ہو گئے تھادہ اولاد ہے بھری۔" شہاب
مشغول ہو کر دوڑا تھا۔
"اسے پالنے کے لیے گھر سے نکلی ہوں میرے
سر پر کون ہے جس کی گواہی ملے کہ اسے کسے باہر
چاؤ۔"

"اس طرح اسے پالنے سے بڑے کہ اس کا گھر
تھوٹ دوئے بھی نہیں کر سکتا تو اسے سہا پ کے
خوالے کر دو۔ اس کی کانوں باپ موجود ہے تو۔"
شہاب کے پیچھے بچہ پرانی کے چرے کا رنگ بدلا تھا
اس سے پہلے کہ اس کا تانہ شہاب کے گریبان تک پہنچا
برق رلداری سے وہ س کا تانہ بکڑا۔ دیکھ کر وہ
بھی صاف ہی میرے تقریب پہنچنے اپنے کمرے میں
سے میرے قاضی کی آواز غلط میں خٹ کر دوئی تھی۔
شہاب نے اس غصے ان کا تانہ چھوڑا تھا کہ وہ نہ کر
میں کے تقریب کرنے اسے اور ہم چھٹی ہی گم
میں شہاب کے بعد وہ۔

زیر۔ عقیدہ کر دیا اسو بھی تھا۔

"تم اسے" لارا بکھی ہوئے مار دے گی کوئی کسرت
نے آج نہیں چھوڑی وہ غار میں حشر، درش میں بھگ
راہے تھے نہیں بکار دے کر تم تک اس کی "دراکس چنگی
وہ کیوں دوتا ہے" اسے یا تکلیف ہے؟ نہیں کچھ پتہ
نہیں چلا اس نے کب رات ٹکے شرع کر کے "ک
اس نے چلے گیا کچھ نہیں بکھر چکیں۔ چاتی ہویں
کیوں ہے؟ کیوں نہیں اس کے ہنسنے دوتے ہنسنے کی
پتہ نہیں پاتی ہے؟" اس کا کٹ دارا والیہ سبکہ
وہ سہا سرت بھی اسے تک دتی تھی۔

"کیونکہ تم اس بچے کی ماں نہیں ہو۔ میں سب
کچھ جان چکا ہوں کہ حقیقت کیا ہے۔" شہاب کے غلطی
بچے پر اس کی آنکھیں پھٹی تھیں ٹکلی ہی مل دوہل کی
طرح اس کے گریبان پر چھٹی تھی۔
"میں اس کی ماں ہوں یہ میرا بچہ ہے۔" وہ غلط
کے ٹکلی تھی جب شہاب نے سر تھ سے اسے پرے
بٹایا تھا۔

"تم پر کوہ کا دے کتی ہو کر ٹھکے۔" مشر تو
تھری۔ جڑوں تک چنگا چکا ہوا۔ "اگوار بکے مشر وہ
س سے غلط تھا جو شوخ و نظروں سے اسے دیکھ
رہی تھی۔

"پنی اس کے کمرے کے بعد اس لیڈی کے کمرے
گھر میں تم نے کار۔ کار شروع کیا کہاں پہلے تھری ماں
کام تھی پنی ماں کے کمرے کے بعد تم تھری آرا
ہو گئیں تو لیڈی اس نے ایک سے ایک کے کمرہ ماری
خوش گھر۔" اسے کیا جس کا کوئی دلی ارادت
نہیں تھا۔ "وہی کیسے دن کا تھا جب تھاری گواہیں آتی
کہو تو بھی بتاؤں؟"

"تو کیا مہا، کیا ہے میں نے؟ اس سے لیے وہ
سوتی۔" جب کہ اس کوئی یہ نہیں کہ وہ اس
کی نہ وہاں پہلے نہ کہ اس۔ "ہوئے تھے۔ اس
کے تھے تھری۔" تھری۔

اسے دیکھتے دیکھتے تھی۔

"تم نے کس دس کی کار خور میں مہر کی ہے۔
کوشی کی شکل میں نہیں۔ یہ سہا پانے تھا زندگی
گر اس کے لیے مصرعہ چاہیے تھی کہ تم کے کہتے
ایک جہتا کو کھلنا چاہے تھا اپنی آغوش میں رکھ کر تم
اس معصوم سے بیکار سے رہی ہو ساری زندگی بیک
رہو گی۔ کراہی تھی اس کے لیے راتیں جاگ رہی ہو تو
گوئی کہ اس میں کسرت تھی۔

"تم ہوئے کون ہو؟" وہ بکھی۔
آخر تم چاہتے کیا ہو؟" وہ بکھی۔
"میں جو کچھ کہی چکا ہوں اب کے بعد گوئی کو
تھادہ اسے انھوں مرے ہوئے نہیں دیکھا چہتا تم
کا تجربہ کار کام ہو ایک شر غار بچے کا پلائی اس کی
جان اس کی زندگی کا تحفہ ہے تم تحفہ اس بچے کو کون
دے سکتیں۔ تم تم اس کی پردہ کی کوئی ہوا اس کی
ڈم دار کی جھانکی ہو۔"

"جی بکس بندرڈ میں یہاں اپنے بچے کو پیسے
آتی ہوں تھادہ سے پتہ نہ کیسے تھیں۔" وہ بکھی۔
سرعت سے اسے بکھی کی طرف لگی تھی۔
"تم گوئی کو یہاں سے نکال لے جائیں۔"
"تم کون ہوئے سو مجھے دے والے۔" وہ لڑک
کر چلی گئی۔

"یہ دیاں مجھ سے کرنے سے پہلے تم بچہ دیکھ
لو۔" اطریاں کے ساتھ شہاب۔ سچے دے تھے
"اس کے خیر دارا سے پہلے ہی تھی دلی کی دو
سے لے لے تھا دہری کی تاب اس بچہ کو دیکھتے ہوئے
دوسرے ہو گئی تھی۔

"میں قانونی طور پر گوئی کو ایذا پہنچا کر چکا ہوں اس
کے نام کے ساتھ میرا مشق نہ بکا سے وہ اب
پرانی۔ ات سے بکھی کی کٹ لاف اس پر لپکتی
تھیں جس تھی۔ یہ وہ سب میں لڑا سے ہی دیکھ
راہا تھا۔" کے با۔ "تھری۔"

"لوہہ غایت کسے چھپاؤں ہونے کے لیے
زین کا کھلاؤ بھی دے تھیں دیا بھری پڑی ہے شیم
خافوں سے وہاں جا کر اپنا نام بانٹ دیتے نہیں سہا
دے کر وہاں گاتے تھے کیوں دے رہا ہے؟ میں نے کیا
بچا کر تھادہ میر۔ خری سہا بھی نہیں لیا تم نے۔"
حلق کے بل اس پر بکھی وہ سر پر کسے دہری پر بکھی تھی۔
چندوں تک وہ اسے دیکھا رہا تھا جو ر دھکارا دور سی
تھی۔ کوئی کو اختیار دے کر تم میں کس چپا کر وہ مارا
اس کی طرف ہوا تھا۔

"تھادہ یہ ماتم حالت کو برس میں سکنا نہیں کسی
صورت میں کوئی کوتاہی سے ہوئے نہیں کروں گا۔"
"میں اس سے محبت کرتی ہوں ہم حلوں کی
کے بغیر۔" وہ لڑتے تھے شہاب کی بکھی۔
"تم اس سے محبت کرتی ہو تو خود سے یہ سوال
کرؤ کیا تم اسے بہتر زندگی دے سکتی؟" وہ لڑتا
ہوئے تھیں۔ سنی دے بھی اس کی کہ وہ بات کندہ ہیں
مگر جس وقت گردے گا س کی نہ رات بڑھیں
کی نہیں۔ یہ وقت گردے حاصل کرے۔ اس کے ماتم
جاتی ہو رہے کنا آسان نہیں ہے صرف پتے ہارے
میں نہیں سوچا ہے غریب و افلاس میں یہ دلیان چہا کر
تم اسے خود سے بکھر کر دے اگر آج میں اسے تھادہ
خوالے کر دیا ہوں تو نہیں کروں کھال کر دے کے بعد
بچہ تو نہیں چھوڑ کر بھاگ جائے گا تھاری بچہ بڑا
محبت کے باوجود۔ کیونکہ اسے صرف محبت کی
سہر تو نہیں ہے۔"

"یہاں تم اس سے مجھ سے بھی زیادہ محبت کرو
گے؟" وہ بکھی۔
"ہاں اور دلی محبت مجھے بھجور کر رہی ہے کہ میں
اسے تھادہ دوسرے وہ سب کچھ دوسں کی اسے
خوات ہے۔ شہاب نے صورت اس سے چرب پر
برائے تارک مائے دیکھے تھے جو تھانہ نہ سہی تھی۔
شہادہ سے ہی کی کہا ہے میں۔" سہی۔

"یہاں اور دلی محبت مجھے بھجور کر رہی ہے کہ میں
اسے تھادہ دوسرے وہ سب کچھ دوسں کی اسے
خوات ہے۔ شہاب نے صورت اس سے چرب پر
برائے تارک مائے دیکھے تھے جو تھانہ نہ سہی تھی۔
شہادہ سے ہی کی کہا ہے میں۔" سہی۔

قدردی کی گئی تھی ہوا لٹی چاہیے تھی۔ جیسے مجھے میں
ہوئی وہ جانے کے لئے لٹی گئی۔

"منفرد وہیں بیٹھیں ہے کہ شش گھنٹی کی باہر
گھبراہٹ کر سکا ہوں۔" مجیدہ نظروں سے اسے دیکھتا
وہ چہرہ دم آگے بڑھا تھا۔

"وقت اور حالات نے اس حد تک چہرہ شاک تو بنا
دیا ہے کہ شش تم پر یقین کر لوں۔" اس کے دم مچے پر
وہ اس کی شکل سرخ آنکھوں میں دیکھتا رہا۔

"تم کوئی کے لیے مجھ پر محروم کر سکتی ہو تو اپنے
لیے کیوں نہیں؟" اس کے ہم کچھ پر دھا بھائی گئی۔

"میں کوئی کہتا ہے قریب در در میں چاہتا ہوں مگر
اسے تم سے الگ نہیں کرنا چاہتا" تم اس کی ہاں ہاتھ جڑ
سے دوڑ گئی اس کے گاہ کا چھوٹا ہے کہ مجھے اس کی
ہاں کو بھی اس کے ساتھ ایلٹ کرنا ہوگا کیا تم اس
چیز کے لئے راضی ہو؟" اس کے سوالیہ لہجے پر وہ مس
دھکی گئی۔

"تمہارے سامنے میں کوئی غلطی جانی نہیں کروں گا
مجھ میں بہت ساری ریاکاریں ہیں مگر میں ان ریاکیوں کو تسلیم
کر نے کی کوشش کروں گا تمہاری اور میری عمر میں شاید
دس یا سولہ سال کا فرق ہو گا لیکن مجھے یقین ہے کہ یہ فرق
کوئی دشواری نہیں پیدا کرے گا۔" اس کی آنکھوں میں
ایک ناکام و مطمئن لہجہ بھی بڑھا۔

"میں تمہیں مجبور نہیں کر رہا مگر ہونے کے لیے
تمہیں زیادہ وقت دینی چاہتا ہوں دس سکا یہاں آج میرا
آخری دن تھا" مجھے وہ دس بجے یہاں سے نکل جانا
پڑے تمہیں یہاں چھوڑ کر جاتے ہوئے کوئی سے زیادہ
تکلف مجھے ہوئی۔" اس کے چہرے کے تیر چہیتے
نقوش کو دیکھتے ہوئے تھا۔

"تم تمہارے دل کی تیز زار تکیں کسی نہ کسی انسان پر
بکھی۔" تم کی کھسکیا تھی۔ وہ نے نہ مجھ پر نہ اس
میں کیوں سنا سولہ؟ تم ہی کوئی نہیں کیا تھا ہے
نہ کوئی سے مجھ وہ۔" وہ بولی تھی کہ جواب دہ

کے میں سنا ہوا رکھ رہا تھا۔" دیکھ" سے اس نے نیند
میں کسمپاسہ کوئی کو انکھوں میں اٹھایا تھا۔ کسی بھی نہیں
ایک گھر لنگر ہے جتنے کمرے میں شہرہ جے سے زمانہ دور
دول سے شہرہ تک پہنچنے میں تیار کی گئے تھے نہیں
حسرت کو کہنے میں اس ایک کے کچھنے پر سارا دل
رہی کا کار اور ہوتا ہے سامنے موجود جس سے اس نے
بہت اچھی وقت پر کرکٹیں اس کو بھی نہیں نہی وہ اس پر
آنکھیں بند کر کے انتظار کرنا چاہتی تھی مگر تمہارے کمرے
اس کے اندر کو دیکھ جائیں ہونے والا تھا کوئی کے
الغیر زندگی موت تھی۔

"اور پھر شہزادی دلیری سے جا دور کر لی کی قید
سے شہزادی کو آزاد کرانے کے ایک دوا نہ دیا گیا
وہاں ان دونوں کی شادی ہو گئی سب بچی خوش رہنے
لگے۔" اسٹوری بک بند کر کے ہوئے اس نے کوئی کو
دیکھا تھا۔

"اب ہمارا دلی کہاں۔" جیو سے بند ہوئی
آنکھوں کے داڑھی سے فریاد کرتی تھی۔

"وہ اب کل۔" ابھی تمہیں نیند آ رہی ہے مگر
سونے سے پہلے آنکھوں میں ڈاڑھی اور زور نہ لگائیں
یہ جیو جائے گا۔

"میں نہیں نہیں نہیں ڈاڑھی کا۔" گوشا نے فوراً
بچی بچہ بڑھا لیا جس نے سر غصے سے کوئی کرکٹ کر
"اس کی طرف مت جاؤ" کہہ کر وہ بے تحاشے میں
نے بچہ بچہ سے ملے ملائے۔" منفرد وہ اپنے
ہوئے اسے قریب آیا تھا اور کھٹے دوڑ دے ان طرف
متوجہ ہوئی تھی۔

"ابھی تک۔" ابھی تک۔" شہاب نے جوت
سے کوئی کو دیکھا تھا۔

وہ نے بے حد سے دھا بھائی وہی
دھرت سے نہ دھکیا تھا۔

"کیوں نے گا، وہ کہاں کی میرا بیٹا ہے میری بات
ماننے کا؟" اسے بھی سے قہر سے زیادہ مجھ سے چار کرنا ہے۔
گوشی کو کہتا ہے ہوئے وہاں خراس کی آنکھوں میں
زور نہیں ڈالے میں کا سباب ہو گیا تھا۔
"اب، آنکھیں بند رہی رکنے سو جاؤ۔" گوشی کا سر
اپنے بازو پر رکھے وہ دھکی دھکی دروازہ کھلی تھا۔

"میں سو رہی ہوں گوشی کوکل، آنکھیں بھیج دو
آنکھیں کالی حد تک ٹھیک ہو گیا ہے تمہارا کیا خیال
ہے؟" ان دونوں پر کھل چلا تے ہوئے وہ پوچھ
رہی تھی۔

"مگر باکل ٹھیک تو نہیں ہوا میرے لیے اس کی
آنکھیں زندہ انکم ہیں سوچ دو، رڈ ڈسٹ کی وجہ سے
آنکھیں بڑھ چکے ہیں ابھی اس کی آنکھیں سو رہی ہیں
میں اس لیے کل بھی اسے رکر باز نہیں کر دینا
کل میں دوبارہ ڈاکٹر سے اس کی آنکھیں چیک
کر دوں گا۔" شہاب کے فکر مند لہجے پر وہ خاموش رہی
تھی۔ اسے مطمئن تھا کہ وہ اپنے بیٹوں کیلئے کس قدر
حس سے کوئی کی کر رہی اس تکلف بھی اسے بے چین
کر رہی تھی۔ اس کی بھی کوئی کئی آنکھوں میں بلکا سا
نکلیش تھا مگر شہاب بکلاں ہو گیا تھا اس سے اس
بار وہ مگر خوف کر کے اس سے بات کرتا تھا۔ گوشا کہتے

اس کی بار بار ادائیگی کوئی کی چیز نہیں تھی بچی بچی کہ
گوشی ڈاکٹر خان ہوتا تھا۔ مگر کھڑکھڑکے سامنے وہ
سامنے کے جنوں جانا کرتا تھا ڈاکٹر کو دیکھ کر وہ ہلکا سا
ڈبٹ سے ہر جاں نیک۔ شہادہ کرتی تھی۔

وہ پے ملے والی بہت ساری تکیوں اور نرمی کے
ساتھ ماں سے ملنے والی بچی تو ان کے کیلئے ضروری
بھی تھی۔

"دلی تین سال کا ہونے والا ہے اب اس کا
اسٹوری میں دیکھ کر لگتا ہے۔" آنکھیں کسمپاسے
نے کہتے ہوئے اس نے سوایہ نظروں سے شہاب کو
دیکھا تھا۔ یہ تو کھسکیا تھا۔

"میں اسے ہلاتا تو کھلاؤ۔"
"تمہارا بیٹا ہے اسے کہہ کھائے کی ضرورت نہیں
ہے نا کی جانے تو کرتا ہے۔"
"میں جانتی ہوں تمہیں شہاب کی بات ہے کہ تم کھانے کسی کے
نہیں آتا۔" شہاب کے فوراً ہی کہنے پر وہ دھیر سے
بھلی گئی۔

"اگر تم چاہتی ہو تو ٹھیک ہے مگر میں سوچ رہا ہوں
کہ میں آؤں اور بچے اسکول میں ہوں گے تم کمرش
تمہارا دادی۔" وہ دہرائے انکھوں کے ساتھ ہی بولی تھا۔
"آنکھیں نہیں لگتا کہ میں اسٹوری سے وہ کاٹ
کھال کر دوبارہ کر کے میں جا لیتا ہا ہے؟" اس بار
مسکرتی نظروں سے اس نے منظرہ کے حیران چہرے کو
دیکھا تھا۔

"مجھے سنا ہے کہ تمہیں فوراً سو جانا چاہیے نیند کے
غلبے میں تم بھولی رہے ہو کہ یہ وہ اولاد کی دیکھ بھال
ہے۔" آنکھیں مسکراتے کے ساتھ وہ اسے کھرکی لانت
آف کر کے لیے اٹھ گئی تھی۔ تیس کا دروازہ بند کرتے
ہوئے وہ یکدم دلی چلی نظروں آستان پر چلتے چھر پور
چاہے ہو ٹھیک نہیں۔

ایک وقت تھا کہ اسی جا دکھتے ہوئے وہ ساری
ساری رات گزار دیا کرتی تھی اس کے لہجہ اور کھسکی
نکلیوں اور باری کا راز دار تھا۔ چاند چوڑی میں اگر
اس کے سونہ پر مسکرا جاتا تو آج اس کے صیہب
ہے۔" بچاں سے سب بڑا سے لایے وہ اس کا صیہب تھا
کہ گوشا کا؟ حال چار بھی تھا گوشا کو آغوش میں سے کر
اس نے کہیں نہ کہیں خدا کی خوشنودی حاصل کی تھی اس
کے دل کو بے یقین تھا۔

شہاب کی بیکار سے اسے چرکا تھا مگر یہ بے حس
سامنے لے کر ایک آخری نگاہ اس نے آستان پر ڈالی تھی
اور وہ رور وندر کر گئی وہاں اس باب پٹ آگئی تھی جہاں
اس کی پہلی کاکت موجود تھی۔

☆ ☆ ☆

صالح محمود

افسانہ

بخت بھری



WWW.PAKSOCIETY.COM

سنان ویراں قبرستان کے قریب دو گاڑی پارک کر کے اندر آیا تھا۔ سنان نے اس کی ماں کی قبر کی طرف اشارہ کیا۔ وہ رخصت ہوا اور وہیں ماں کی قبر پر چلا آتا۔ پھر ایک ان قریب تک پہنچے ہوئے گاڑی کو وہ پارک کیا۔

"پا، آپ مجھے ہی سچ بھری کی قبر پر چلی آئی ہیں؟"

سنان نے یہ کہہ کر آپ کو اپنے پیچھے ہٹا دیا۔ آپ کو سنان نے یہ کہہ کر آپ کو اپنے پیچھے ہٹا دیا۔

"بخت بھری کی قبر پر چلی آئی ہیں؟"

سنان نے یہ کہہ کر آپ کو اپنے پیچھے ہٹا دیا۔ آپ کو سنان نے یہ کہہ کر آپ کو اپنے پیچھے ہٹا دیا۔



WWW.PAKSOCIETY.COM

نے قہر کی جانب دیکھا چہلوں سے مہری ہوئی قہر کی بخت
 بھری کو اسے خود سے قہر کی جانب دیکھتے ہوئے دیکھا ہوا تھا۔
 ”بخت بھری“ اپنے غم سے کتنی کر بے ہے کہ قہر
 ہم دیکھ بھال کریں گے کی خبر نہیں ہوئی وہ روبرو ہوتا
 رہے۔ ”توڑے گا ہم کی ایک نگہ سے کتنی ہی مہری ہوئی۔“
 ”کوئی نہیں بابا“ سب بھول جاتے ہیں بروز پہلے آتے
 ہیں مہنتوں بہرہوں ان قہروں پر دوسرے ہیں گھریٹ کر نہیں
 آتے۔ ”اس نے وہ دیکھا ہے کچھ تو بھلا لے۔“
 ”بخت بھری“ ادا کر کے ہر روز ایسی ہی آیا کرے کہتا
 تو ہے سب سے میں پانی کے پیچیدہ یا کروں گا۔“
 ”کوئی نہیں بابا“ بچیلے برس بھی ایسے کوئی آیا
 تھا کیے چٹ چٹ کر دیتا تھا قہر سے گھریٹ کر آتا۔
 ”اس بابا نے کچھ میرا دل بکاتا ہے وہ کتنا ہے ناش
 بھری ماں کے سا کوئی نہیں ہے ایسا کہ بخت بھری۔“
 ”کی آنکھوں میں پانچ گوت پھر رہے تھے۔
 ”میں دل سے کئے گاؤں کا چکر لگائوں کر پھر بھی
 ہے مگر کا کھانا چاہی کہ پائیں کا چیلوں آجائوں گے نہیں
 لے جائیں گے اور اس بابا سے کہیں نہ پھرتا پھرتا جانوں گا
 اپنی کہ بخت بھری جیسے تو جی اٹھ کر کیڑوں کو دوسرے دے
 فائس ایک دوڑوں قہر پر بھی دل دینا چاہتا تھا کہ گایا
 تو خوش ہوئے۔“ بابا نے جیسے پیسے چان چان تھا۔
 ”اور بابا“ اس نے کسی دن پوچھ لیا تو۔۔۔ بخت
 بھری ذکر کر لئی۔
 ”اسے کوئی پوچھتا ہے بیٹا پانی دیکھ کا فاقہ پڑے
 گلیٹ کر چلا جائے گا۔“
 ”بابا“ میں کیسے اٹھتا رہوں گی یہاں۔“ بابا کو
 بہت زور سے کہتی آتی تھی۔
 ”آٹھ کوئی ہے تو نے اب قہر میں کی شکل میں اب
 کیا خود سے دہلی ہے اب یہاں جس سے۔۔۔
 رہنے کو ہے جسے اب نہ چاہتے تھے۔“
 ”کے کوئی کہ جو سب کچھ کہیں نہ چاہتے تھے۔“
 ”کی قہروں پر پانی شیرا مال جائے گا تو دوسرے کا وہ چار۔“

نکدہ ہر جگہ اسی کے خیالوں میں گم رہی۔
 ”بابا کیل نہیں آیا۔“ آج بھی وہ دہلی میں کھل کر سوچ
 رہی تھی اب اسے کیلے رہے ہوئے خوف آنے لگا تھا۔
 ☆ ☆ ☆
 صبح کو اس نے بھر قہر پر پانی ڈالا تھا بھول ڈالے
 تھے شام بھر وہی آہنی آواز اس نے بڑی ہنسنے بھری نظروں
 سے کیا کی جانب دیکھا تھا۔
 ”تین تین بچوں کو کھانے پانی کے ساتھ ماں کی قہر پر
 بھی دھن ہے۔“ کتنی در و ماں کی قہر پر مگر بار بخت
 بھری اسے چھپ چھپ کر کہتی رہی۔
 ☆ ☆ ☆
 ”کھانے کے پیچھے آ کر کہہ دو اس کی محبت کا کہ ہے
 بچہ کو دل دلا دیا ہوئی ہے پتا تو اچھا کہ بچہ بھول گیا۔“
 ☆ ☆ ☆
 آج صبح جب وہ سو کر اٹھی سب سے پہلے اس نے قہر
 کو سنا دیکھا تھا پھر پانی ڈال کر وہ دوسری قہروں
 سے بھول لائی کتنی اذیتا ضرور کرتی تھی تو بچے سے اس کا
 آدھا چہرہ چھپا رہا تھا کتنی جانتے تھے کہ یہ بولے
 کوئی کہ میں نے آج بھر وہی کتنی ہی قہر پر نہیں
 آیا تھا وہ بار بار کہتی ہوئی بار بار کہتی ہوئی وہاں پڑی تھی
 ہر ایک جھاک کر برکتے دلی گالی کو کچھ نہ کہتی تھی پھر
 ایک ایک آہٹ ہوتی وہ آہنی کی ہنسنے دیکھ کر اندر چلی
 تھی پھر کتنی دیر تک وہ اپنی کیا ہے ابھی کو کہتی رہی۔
 ابھی نے ہنسنے بھری نظروں سے کتنی کی طرف دیکھا تھا پھر
 وہ بچتا ہو کر دیکھ آیا تو کتنی ہی قہر پر دیکھ کر بھری
 ”بابا کہیں گے ہوئے ہیں۔“ ابھی پلٹ کر دواہیں
 گیا۔ ”بابا نے کیوں اس کا دل آج جاہر ہوا تھا کہ ابھی
 ابھی اس کے سامنے بیٹھارہ ہے اور وہ اسے دیکھ کر کہتی
 رہی کہ وہ بھر قہر ہو کر اٹھی آج اندھیرے سے سے
 بہت خوف ڈالا تھا۔
 ☆ ☆ ☆
 ”نظر نہ پڑا۔“ بھول اور بی ڈانٹ۔
 ”دوسری طرف اس نے آج آٹھ شام نہ پڑے کے بعد

کھانے کے پاس آیا۔
 ”بابا میں گھر پر۔“ ابھی نے رونا ڈھونڈنا۔
 ”میں بابا ابھی تک نہیں آئے۔“ دوسرے قہر کی ہونک
 رونا سے کئی آوازیں کھڑی تھیں۔
 ”لے لیجئے ہے۔“ اس نے ہاتھ بڑھا کر بچے
 ”خوار ہے۔“ اس کی طرف غریب دیکھا ہے ابھی کی کھر
 پڑی تو اس نے نظریں جھکا کر دیکھتے اس سے دیکھا تو اس
 کے طرف میں قہروں پر سنا تھا اور دوسرے کو نہیں تھا
 اس نے گھر کر کھینچا کہ وہ اسے دیکھا اور بھر ہونک۔
 ☆ ☆ ☆
 آج بھر وہ آیا تھا لیکن کئی دن کے بعد جس بخت
 بھری تو دوسری قہر پر پانی اور بھول ڈالنے کا ہاتھ
 کے بعد وہ حریف سے اٹھ کر سامنے کیا میں آگ
 تھا۔ وہ اسے دیکھ کر ہنسنے لگا۔
 ”بابا کہے۔“
 ”نہیں ابھی تک بابا نہیں آئے۔“ آدھلا اندھ
 سے آئی تھی۔
 ”پھر آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہوئی ہے تو آپ کیا
 کرتی ہیں۔“ وہ بھگ کر دوسری سے پوچھ رہا تھا۔
 ”آئے جاتے والے جگہ سے ضروریات کی
 چیزیں منگواسی ہوں اب آپ روز نہیں آتے۔“
 بخت بھری نے اندھ سے ہی شکر کیا تھا۔
 ”آٹھ میں کام زیادہ ہوتا ہے مگر ہونے کو ہونے کچھ
 زیادہ دیر ہو جاتی ہے اب میں ہر روز سے آؤں گا۔“
 اور جھکے ہوئے ہوا تھا۔
 ”ظاہر ہے ماں کی محبت آہستہ آہستہ کہ کوئی جا رہی
 ہے۔“ اس کی آواز اس کے کانوں کی سماعت میں لایں
 رہی کہ اب گھر کو ہوا۔
 ”نہیں نہیں۔“ بات نہیں ہے ماں کی محبت کتنی کم
 نہیں ہوئی۔ ”تو اندھ سے ایک کھنکھن ہوئی کئی آواز سنا
 دی تھی۔“ جیسی کہ اندھ کا جیسے جوتا ہوا تھا کہ بخت
 بھری کیل رہتی ہے۔ اور بابا ابھی ہے۔

”امیر! اچانے تو نے لڑا۔ وہ جانے کسپ لے
ایک طرف، بڑھ رہی تھی۔“

”تھیں بخت بھری ادب ہو رہی ہے بلبل بخت بھری۔“

امیر اسے ہنسنے ہوئے اس کا ہاتھ تھپاتا۔

”ساری آوازیں امارے کمرے تک آتی ہیں بے
شری کی حد ہوئی ہے۔ امیر! میں کتنی ہول میں رہا ہے۔ چلے
جاؤ اور اس صورت کو چھوڑ دو۔“ بھائی گل کھاتی تھیں۔

”بھائی۔“ اس نے بہت سنجے کر پانے کا کپ
فرش پر پھینکا تھا۔

”امیر! امیر! میری بات سنو۔“ بخت بھری
اس کے پیچھے ہٹا کی مگر امیر بہت غصے سے آگے بڑھتا

باہر چلا گیا تھا۔

”کچھ کیا اس طرح سے، دیکھ رہی ہو تم گورنر کی
اولاد! جس اور وہ کی ایک شریف گھر کا تم نے سکون بنا دیا

ہے اور امیر! کہ تمہاری مصمص شکل پر دم آ گیا ہے تم اس کی
مال کی قبر پر دروازہ لٹاؤ دو۔“ بھئی اور پانی ڈالتی تھیں وہ

ہر روز تمہاری باتیں کرتا اور ایک دروہ تمہاری مصمص شکل
دیکھ کر دم کر کے تم پر جاش ہو گیا۔ ”دروازہ بند کر کے
اندروں کی گلی میں آؤ کہنے کی عالم میں بیٹھ رہتی تھی۔“

☆ ☆ ☆

”افسوس! بھئی! کانون بے تم باہر نکل کر دیکھو باہر
کتنی خوبصورت موسم ہے تم بھئی کے دن بھی سورہے

ہو۔“

”ایک دن ملتا ہے بخت بھری! اچھے سونے دو میرا
دل نہیں چاہ رہے سونے دو۔“

”تمہیں امیر! اغوا باہر دیکھو کتنا اچھا موسم ہے۔“

باہر نکل بیٹھیں اور ہری تھی دیکھتے ہی دیکھتے تھیں ہو گئی وہ
امیر! کا ہاتھ تھامے ہوئے تھیں تھی۔

”چھوڑ دینے۔“ بھئی بائیں ہاتھ پکڑ کر کہتی تھی۔
”نہیں بھئی تو سب سے برا۔“ اور دیکھ کر کہتی تھی۔
پانی میں آگے بڑھتی تھی۔

چم مہوں کے بادل ہوگا
قرص میں سارا جھل ہوگا

امیر! گرا ہوا بھلا تھا۔

وہ گنگناہٹ تھی امیر! اسے دیکھ کر کہنے جا رہا تھا
بھروہہ کہ امیر! کا ہاتھ تمام کر گھینٹ لائی تھی بھائی

اور بھائی اندر سے نمودار ہوئے تھے۔

”امیر! اس نے سب فری کی حد کر دی ہے ہمارے
گھر میں جوان بھیاں ہیں کچھ خرم کڑے ہیں ختم نہیں

گھر ہے۔“ بھائی بہت زور سے بچے تھے وہ دونوں
جہاں تھے وہیں کے دھنیں گھر سے دھنیں بھڑک رہی تھیں

اند آگے تھی امیر! بے شرم سادہاں سے مٹ
گیا تھا۔

☆ ☆ ☆

”امیر! چائے تو لے لڑا۔“ وہ امیر! کو اندر ہی تھی۔

”بخت بھری! آج شام آفس نہیں کی مگر کچھ جاش میں
چاہا ہوں جس میں سکون سے سکون میں کروں گا کروں

چھوڑ دوں گا یہ گھر میں ساری حالت میں بخت بھری کا
بھئی! میری سہرا بھئی! بچا ہے۔“ گھر بند کرنا ہوا بھئی! کا

چینا کھانے پر کھانا تھا۔ بھئی! بھئی! بہت تھکے تھے
جاش کا سو کر گئی تھیں دیکھوں گا۔ اس کا بچہ بہت افسردہ

تھا۔

”امیر! امیر! امیر! قبرستان میں دھنیں چلا جاتی ہوں
تمہاری ہاں کے قدموں میں ساری زندگی گزرا ہوں گی

یہ دنیا والے مجھے نہیں دیکھیں دیں گے امیر! جب تمہیں
تمہاری ہاں کی یاد آئے تو آج چلا کر آؤ۔“

”تمہیں بخت بھری نہیں۔“ اگر میں جاؤں گا
بخت بھری ہے مجھے بھی کسی دکان میں تو میری ہاں کو لکھیں

چھوڑ دوں گا ان کے خدمت کی وجہ سے مجھے لگے گا۔“

”افسوس! بھئی! کانون بے تم باہر نکل کر دیکھو باہر
کتنی خوبصورت موسم ہے تم بھئی کے دن بھی سورہے

ہو۔“

”ایک دن ملتا ہے بخت بھری! اچھے سونے دو میرا
دل نہیں چاہ رہے سونے دو۔“

”تمہیں امیر! اغوا باہر دیکھو کتنا اچھا موسم ہے۔“

باہر نکل بیٹھیں اور ہری تھی دیکھتے ہی دیکھتے تھیں ہو گئی وہ
امیر! کا ہاتھ تھامے ہوئے تھیں تھی۔

”چھوڑ دینے۔“ بھئی بائیں ہاتھ پکڑ کر کہتی تھی۔
”نہیں بھئی تو سب سے برا۔“ اور دیکھ کر کہتی تھی۔
پانی میں آگے بڑھتی تھی۔

☆ ☆ ☆

”امیر! چائے تو لے لڑا۔“ وہ امیر! کو اندر ہی تھی۔

”بخت بھری! آج شام آفس نہیں کی مگر کچھ جاش میں
چاہا ہوں جس میں سکون سے سکون میں کروں گا کروں

چھوڑ دوں گا یہ گھر میں ساری حالت میں بخت بھری کا
بھئی! میری سہرا بھئی! بچا ہے۔“ گھر بند کرنا ہوا بھئی! کا

چینا کھانے پر کھانا تھا۔ بھئی! بھئی! بہت تھکے تھے
جاش کا سو کر گئی تھیں دیکھوں گا۔ اس کا بچہ بہت افسردہ

تھا۔

”امیر! امیر! امیر! قبرستان میں دھنیں چلا جاتی ہوں
تمہاری ہاں کے قدموں میں ساری زندگی گزرا ہوں گی

یہ دنیا والے مجھے نہیں دیکھیں دیں گے امیر! جب تمہیں
تمہاری ہاں کی یاد آئے تو آج چلا کر آؤ۔“

”تمہیں بخت بھری نہیں۔“ اگر میں جاؤں گا
بخت بھری ہے مجھے بھی کسی دکان میں تو میری ہاں کو لکھیں

چھوڑ دوں گا ان کے خدمت کی وجہ سے مجھے لگے گا۔“

”افسوس! بھئی! کانون بے تم باہر نکل کر دیکھو باہر
کتنی خوبصورت موسم ہے تم بھئی کے دن بھی سورہے

ہو۔“

”ایک دن ملتا ہے بخت بھری! اچھے سونے دو میرا
دل نہیں چاہ رہے سونے دو۔“

”تمہیں امیر! اغوا باہر دیکھو کتنا اچھا موسم ہے۔“

باہر نکل بیٹھیں اور ہری تھی دیکھتے ہی دیکھتے تھیں ہو گئی وہ
امیر! کا ہاتھ تھامے ہوئے تھیں تھی۔

”چھوڑ دینے۔“ بھئی بائیں ہاتھ پکڑ کر کہتی تھی۔
”نہیں بھئی تو سب سے برا۔“ اور دیکھ کر کہتی تھی۔
پانی میں آگے بڑھتی تھی۔

☆ ☆ ☆

”امیر! چائے تو لے لڑا۔“ وہ امیر! کو اندر ہی تھی۔

”بخت بھری! آج شام آفس نہیں کی مگر کچھ جاش میں
چاہا ہوں جس میں سکون سے سکون میں کروں گا کروں

چھوڑ دوں گا یہ گھر میں ساری حالت میں بخت بھری کا
بھئی! میری سہرا بھئی! بچا ہے۔“ گھر بند کرنا ہوا بھئی! کا

چینا کھانے پر کھانا تھا۔ بھئی! بھئی! بہت تھکے تھے
جاش کا سو کر گئی تھیں دیکھوں گا۔ اس کا بچہ بہت افسردہ

تھا۔

”امیر! امیر! امیر! قبرستان میں دھنیں چلا جاتی ہوں
تمہاری ہاں کے قدموں میں ساری زندگی گزرا ہوں گی

یہ دنیا والے مجھے نہیں دیکھیں دیں گے امیر! جب تمہیں
تمہاری ہاں کی یاد آئے تو آج چلا کر آؤ۔“

”تمہیں بخت بھری نہیں۔“ اگر میں جاؤں گا
بخت بھری ہے مجھے بھی کسی دکان میں تو میری ہاں کو لکھیں

چھوڑ دوں گا ان کے خدمت کی وجہ سے مجھے لگے گا۔“

دیا گیا ہے جوتم میں سے کل تم گھر نکلی کر دو تمہارا
مہم سے کوئی رشتہ نہیں ہے اور ہم نہ ہی گورنر کی بیٹی کو گھر

میں رکھ سکتے ہیں تمہیں تم اور جو سنا ہے نا تمہارے
کپڑے سے دیکھو وہ سنا ہے کہ جانا میں ہاتھ بھی نہیں کا

سکتی خوف کے بدلے تمہارے ساتھ تو میں لیتی ہوتی
ہیں تم امارے امیر! کو بھی باندھا۔“ یہ کہہ کر وہ بیٹھ گئی

تھیں۔

☆ ☆ ☆

دوسرے دن کپڑے سینے وہ جانے کے لئے سڑک
کے پاس کھڑی تھی۔ رکٹ کھلا۔

”کہاں جانا ہے بی بی؟“

”کہاں جاؤں۔“ آگونی گورنر کی لگا نہیں ہے
امیر! سے دھڑک رہا تھا کہ اس کی مال کو میں آکھیں نہیں

چھوڑ دوں گی۔“ سوچے ہوئے ہوئی۔

”قبرستان۔“

دروغ کا ہاتھ اس کا ہاتھ تھامے ہوئے تھے اور
بھئی! کھانے میں اس نے

اپنی اپنی بھر رہی تھی اس کی تو نظر ڈالتی تو میری بھئی! کی
خنگ بھر نظر پڑی تھی وہ اس کے منہ میں بھر رہی تھی

تھی۔

”میں جاش دھنیں آگنی امیر! کو لڑا۔“ وہ تھے
روئے اس نے آٹھو بچے بھر رہی تھی قبر کی طرف دیکھا

اور پانی کا ڈال لے گئی۔

”امیر! امیر! آگنی میں تم نہیں ہو۔“ اسے
پرس لگا دیا اور یہ۔

☆ ☆ ☆

گہنی عشق اور شہرہ گل



میں تھا۔ شام میں 6 بجے دو گھر پہنچے تھا۔ وہ اس سے پہلے گھر میں چلی ہوئی تھی۔ پنگ کاش کے بکھرے اسیڑی کے کچڑوں میں ملیں ہوئے بے تکلف انداز میں سوئے ہوئے پرانے دو درجہ نرم زمارک سے پاؤں اوپر کیے خشکی میں اسے دیکھ کر عجیب کر سیدھی ہوئی لگاؤ میں بخور چلی گئی۔

"آفس آئی نہیں یہاں آنے کا اسے خوب نام لگا ہے۔" ہاف وائٹ شرٹ کی آستین فوٹہ کیے پرتی سے دم سے نکل کے امداد کر گیا۔

"اریشہ دہائی یہ دیکھئے۔" عدین نے، لم پیچھے کرکے "جنگ" کے کورڈر میں ہی رک گیا "محبت کی تقدیر لگا دہائی۔"

"عدین" اریشہ کی آواز پر وہ چڑھکا۔ محبت اپنے دم میں چلا گیا تھا۔ مصباح چائے کے ساتھ سوے اور بنکو لے آئی تھی۔

"لکھا ڈالیم۔" اس سے کہی۔

"مجھے کیا آگئے ہیں؟" وہ اہم بھی محبت کی وارڈروب سے نکال کے لایا تھا جس میں اس کے خاے خوبصورت پڑتے تھے جب وہ امریکا میں تھا۔

"دیکھ دو؟" وہ محبت کی اہم دیکھنے کے لیے بے قرار تھی۔

"آپ کتنے پتے بول کے اس کی طرف اشارہ کر جائیں گے۔" عدین سوے اٹھ کر کھانے لگا۔

"عدین! دیکھ دو! مجھے یہاں جتنی پہنچ کر رہیں گے۔" مصباح اریشہ سے بے خبر رہی اور ہنسی دیکھ رہی تھی اس نے بھی بہت پہلے ہی نوٹ کر لیا تھا وہ محبت کو پسند کرنے لگی ہے۔ اریشہ اہم دیکھنے کی محبت کا چہرہ خاصا متفرق اور خوبصورت تھا وہ تو فریاد کر رہی تھی۔

"ای! ای! ایک بیک دو اور زبردستی۔" وہ تیس ارٹ ہو گئے۔ اریشہ نے اہم اپنے بیک میں رکھ لی ان تینوں کو پیرس سگت دیکھ کر چونک گیا۔ محبت کی کڑی تباہ اریشہ پرانگی۔

"یہاں جان! ای پہنچے گا رہ دہائی کے گھر میں ہیں۔" عدین سے ہی بتایا۔ مصباح کے سلسلے میں ہی بات کرنے کی تھیں۔

"ہوں۔" اس نے "ہوں" کو لبہ لپکا۔ وہ ای کی کے متعلق ہی بتانا چاہ رہا تھا۔ ایڑی سے ہنسی کر کے قریض شہور میں بڑی اسیڑی اٹھ کر اریشہ کی طرف اشارہ کیا وہاں میں نہیں گیا۔

"آپ کو پہنچے ہے آپ کی گاڑی کے والے پسند کر گئے ہیں۔"

"کیا؟" ایڑی بڑی خوشی کی خبر سمجھے۔ ابھی تک چھپائی ہوئی تھی۔ وہ، جھل کی خوشی بھی ہوئی مصباح کا چہرہ شرم سے گنار ہو گیا۔

"مصباح ابڑی بھی ہو بتایا نہیں ہیں۔" اس نے مصباح کے بازو پر پوسٹ لگائی۔

"ابھی تو انہوں نے رمانہ کی وی سے بات مٹے ہو جانی تو آپ کو کسور پتا تے۔"

ایک مطالبہ ہے، جی جی۔" اب نہیں ہے۔" ایڑی تو کہہ گئی۔ وہ ابھی سے کہہ کر ہوئی۔

ایک اور مطالبہ ہے، سرور سے کہتے ہیں۔" ایڑی نے کہا۔

جی۔" جی۔" ایڑی نے کہا۔

میں، رمانہ میں دل کی مجھے لپکا۔" ایڑی نے کہا۔

فد کا اکلہاریہ۔

"ابھا سواری میری میں؟" اس نے ہاتھ جڑوئے ہے۔

"خبردار مجھے یہ کیا میری میں؟" وہ تو برہان لگا۔

میں قحی آکر وہ آپ کے مجھے مذاق میں کچھ کرکے کھاتے رہا۔

"مصباح" چائے لے گئی۔ "عدین کی سیر آواز پر وہ تینوں میں چرچا ہو گئے۔"

"محبت ان کب سے چائے پیتے لگا۔" اس نے سرگوشی میں پوچھا۔ محبت نے چمکھ میں ہی کھڑا تھا اس کی بات جی سن لی۔

"مجھے جانے ضرور پتا ہوں۔" فخر کیا۔ اریشہ اجڑی ہوئی اور اس کا واضح طور کا اشارہ بھی خوب محبت محبت محبت کو گھومنے لگی۔ عدین نے چمکھ چلا گیا۔ مصباح نے اشارہ سے اسے ای کھانے کو کہا اور وہ چائے پیتے چلی گئی۔

"اتنی قحی کی کی کہ تھک نہیں کرتی چاہیے۔" برہان کی۔

"محبت ان کے سامنے بڑے صوفے پر بیٹھ گیا ایک تو وہ آفس نہیں آتی قحی اور اسے یہاں دیکھ کر ان فخر ہی آیا تھا۔

پنگ گھر بیٹھا، بہت خوبصورت لگ رہا تھا وہ سر سے ہر رنگ حسن و رفا کی جاکتا جھرتی وہ اکثر اس کے حسن میں کوئے لگا تھا میری خاص پرکار ہوا مشکل ہو جاتا تھا۔

"سواری۔" میں نے تھک لیں کی ہے۔" محبت مٹائی پیش کی۔

"مگر جانے کا قطعہ تو لہے رہتے ہیں۔" وہ پوچھ کر کہہ گئی۔ آف وہ انت پر عطر دہشتہ پٹے پر برابر کیا چہرہ لنگی کی مکاش کی رہا تھا لگا کھانے سے وہ گریز ہی کرتی تھی۔

"آپ آفس کیوں نہیں آ رہی ہیں؟" محبت نے پوچھے پھر نہیں رہا۔ کونرا ہی موضوع بھی بدل دیا ورنہ اسے پتہ تھا اریشہ کی محبت چھڑکے تو اسے سارے شوق ہوئے کے کوئی تا کرہ تھا۔

"آج موڈ میں ہوا تھا کھلے ہو جانے کر رہی کی۔" ایک اٹھ کر کڑی ہوئی۔ ای عدین کے ساتھ چلی آئیں تو اسے دیکھا پڑا۔

"محبت انہوں کو تو جلدی رسم کرنا چاہ رہے ہیں اور اس عید پر ہی شادی کرنے کو کہہ رہے ہیں۔" ای بہت خوش تھیں انہیں مصباح کی رات کو گھر گئی۔

"انہوں نے اریشہ کو نہیں ہوا مجھے تو عدین نے، ابھی تا قحی آئی ہو کر خبر ہوئی تو پہلے ہی جاتی۔"

"انہوں نے آئی ان کی کوئی بات نہیں مجھے بہت خوش ہوئی مصباح کی، بات لگ گئی۔" اس نے ہر طرح خوشی کا اظہار کیا محبت ان کے ساتھ اپنا تہہ بھرے انداز پر چھو رہا تھا۔ سب سے ہی اس کی غامضی ہوئی کی جب ہی وہ جب دل کرتا تو وہ آ جانی میں مگر محبت ان سے قائلے پر رہا بات کرتا تھا۔

☆ ☆ ☆

جب سے فوٹیاں بنے تھیں۔ جیل، وہاں کی وہ بہت خوش تھی۔ اس کی کل مالک اور ای کو لکھتے سے جی اس کیلئے تھا۔ جیل میں وہ کھینچنے دینا، کھانا کھانے میں اسے دہشتہ تھک کر آئی اور بھی سر اٹھا کر نہیں دیکھا تھا وہ اس کی جیل میں جی جی میں بھرے خوشی کی ہوئی قحی محبت حسب معمول کی وی دیکھنے میں

”سہلک تھے شہر ان چھت پر تھا۔

جانے کیا کرتار بٹا تھا کئی دفعہ اس نے سوچا اوپر بکڑ دیکھتے پھر اپنے گھر کی بالکونی سے چھت تو نظر ”کئی“ میں شہر اس میں ہوا نظر آتا تھا۔

”اے شہا خیریں کو کلب سے بھی درمیں کے غلے آئے ہو ہیں تیج کروانے ہیں“ بھی دھڑلے کا تو صبح تو کراٹے گا۔“ حیرا دیکھ کر آیا۔

”ہی آپ خود جا کر دے دو وہ تو کھوتے ہی نہیں ہیں۔“ حیرا سمجھتی تھی سب ہی شہر اس سے نالاں ہیں جس تک اوپر چھت پر ہوتا سکھ رہتا ہے وہ دیکھنے پر دیکھ کر ہنسنے سے کی گھرا جیتی رہتی تھی۔

”خیر سے جسوں کا درد کچھ چھٹے پھرے نہیں دے لادو یہ اور دیکھتے سکھ نہیں دیتے ہیں ہے“ حیرا ایک دھڑکتا ہوا سے گیا ہو گیا۔

”آپ پیٹنے میں باقی ہوں۔“ زمانے انہیں مٹنے کا شہر کیا۔ وہ تو خیر زوہی اسے دیکھتی رہ گئی آج بھی دفعہ دھڑکے کسی معاملے میں ہونگی۔

دور پر چڑھ لال کے پیڑوں میں جیسے سادہ کی چراہت پر کالٹی تھی زوردار جس نے زور دوسے بچا۔

”کیا ہے شہر سو رہا ہوں“ اس کی چھٹی ہوئی آواز تھی۔

”وہ دھڑکتا ہے۔“ اس نے تیرہ بجے تک سنبھلے انداز میں بیٹھ کر اس کا سپاٹہ تھ گھڑا آج سوچ تھا تھوڑی بہت شہر اس کی طبیعت صاف رہی وہ چار گھر کو آگ کر رہا ہوا تھا۔ زوردار دھڑکتے سے کھلا شہر اس نے گاہاں اور چھٹی۔

”کیا پتہ پتہ ہے درم پر کاروارہ لاس کرے بیٹھ جاتے ہوئی پیچھے پکار رہی تھی۔“ وہ برہم ہو رہی تھی۔

شہر اس کو تو نہیں سمجھتا تھا۔ وہ نے پر ہاتھ لایا دیکھتے اسے ”آج کئی تھی ہے۔“

”آپ کو کھٹے کوئی تھیف ہے“ بتا جاتے ہوئے بھی کچھ نہیں تھی اسے آیا

”تھیف کچھ نہیں گھراواں کوئے“ وہ تو بڑا بوجھ ہوئی گھر اس کے سامنے پڑی رہی تھی۔

آج اس نے دیکھی تو یہ اسے کئی سب کی طرح دیا۔ گاہاں اس نے سوچ لیا تھا کچھ وہ شہر اس کو کھٹا ہے کہ کسی میں بڑے چھوٹے کی زار میز اور طاقتور لگتی تھیں۔

”نیک کام کر رہا تھا۔“ آواز دہری سے دھڑکتی طرف تھا۔

”تھیں پتہ پتہ کئی رات جاتی ہے“ میں کئی چھت پر چاڑھ بیٹھا ہوتا ہے زور تم شام میں“ کر دواہاں تک کہ

کے بیٹھ جاتے ہوئے۔

”یوں کی کچھ عزت بھی ہوتی ہے۔“

”دیکھتے میں آج ہے بالکل کئی کئی بھٹ میں بڑے ایسی کوئی بہت نہیں کہتا چاہا تاکہ آپ کو دکھ ہو“ کچھ میں جو کہہ رہا ہوں اس کا حال بھی نہیں کرتا۔“ وہ مڑ گیا۔

”جب ہی تو تم رہے ہو۔“ حیرا نے کچھ کرکری نہیں۔ شہر اس جہت ردو رہ گیا۔ کسے اس کے منہ پر کبھی تھی۔

”اور اس صبح جاتے ہوئے مارے میں بھی کچھ کراہا۔“ حیرا کو یاد آیا تو بلیٹ کے گیا ہوئی۔

”وہ روک کر گیا“ دھڑکتا ہوا گیا۔

”آج کے لئے اتنی کافی ہے۔“ وہ بیز میں اسے دیکھی۔ شہر اس ہٹا کے رہ گیا۔ دھڑکی اس کی غلطی پر اس طرح ٹوکا اور ڈانٹا تو دھڑکی کی بہت کچھ نہیں تھی۔

روشل سکندر نے اسے گھر بلایا تھا اسلام آباد کے پروڈیکٹ پر دھڑکے کھینے۔ حیرا اپنی ذمہ داری خوش اسطری سے نبھا رہا تھا اور روشل سکندر اس کی قابلیت اور ذہانت کے معترف ہو گئے تھے۔

”یاد رکھو کہ اس کی جاؤ گے۔“

”سر! کافی نام ہو گیا ہے۔“ آف وائنٹ پیٹ پلانٹ اسکاٹی میٹھرٹ میں ڈسٹ اور چارہ لگ رہا تھا۔

”ڈیڑی الا زنگ چکا ہے“ کئی نے بہت جلدی سب کچھ تیار کر دیا ہے۔ کئی گریں جلیں کاشن کے دھڑکے اندری

کے ایک میٹھرٹ اور ڈانڈو میں جلیں اسکاٹی نے اطلاع دی۔ حیرا کی آنکھیں کھلی گئی تھیں۔

”یاد رکھو کہ اس کی جاؤ گے۔“

”سب کی ہی تیار کر لی ہیں یہ خود کچھ نہیں کر لی۔“ وہ ہنسنے لگا۔

روشل سکندر نے اسے زور دے کر کہہ دیا۔ ”یاد رکھو کہ اس کی جاؤ گے۔“

”یاد رکھو کہ اس کی جاؤ گے۔“

”یاد رکھو کہ اس کی جاؤ گے۔“

”یاد رکھو کہ اس کی جاؤ گے۔“

فرسے میں لوانا مات و غیرہ لئے آگئی۔
 ”اگرے خواہزادہ آپ نے تکلف کیا مجھے ویسے بھی ملدی ہے۔“ وہ اس سب کے اچھے اچھے دینے جانے پر
 حیران رہ گئی۔

”چپ کر کے بیٹھ جاؤ“ حرا نے فرسے بیڑے پر علم رکھ کر۔
 ”آپ کو کون سا رنگ پسند کیا ہے؟“
 ”سبز! کون سا رنگ؟“
 ”خیر! آج ہی ہمارے کسی۔ پس! آج حرا کا بخور ت سے دیکھئے گی! وہ کبھی جلدی
 ان سے تھا۔ اس کے بے تکلف و خوشحالی و فیضان کے کبر سے اس نے راس دروس میں لکھا ہے: ”وہ اونچی چیز کی سائیدہ مثل
 سرکہ کا سہا۔“

”ذیشان بھائی! آپ بھی بیٹے! میل ماہ نہ محرم کرے دیکھا۔
 ”میں زار و مار کہہ کر کہاں کا آج کئی مہر کی گئی“۔ ہر پہانہ ذالی وہ چٹھی تھی۔
 ”جی“۔ وہ اس اتنا ہی بولی۔ ذیشان روم سے نکل گیا، وہ کچھ، یران دولوں پہنوں کو بائیں کرنے کا موقع
 اسے کھڑا کیا۔

”آپ! تم تو سب سے بڑی جلدی تری ہو گئی ہو“۔ اسے خوشی بھی ہوئی۔
 ”جب رہا تو اس گھر میں تو لوگوں سے مل کر رہ رہا ہے“۔ وہ ہلکی سی فحش اس کے دماغ میں
 ”اور وہاں رہا تو میرے خلیفہ بھائی کے ساتھ رہا ہے“۔ لیل ماہ کو سر میں
 لے لگی۔

”ہوں“ ٹیک ٹیک ہے مگر وہ زیادہ بدبو دینے لگا ہے اپنے ابو سے روزگار لائی مگر اور خطر چلتا ہے۔
سے نکلتا ہے۔
”میں نے تو کل اچھی طرح خبر لے لی۔“
”تمہیں ڈر نہیں ہے؟“

”میں نے تو کل اپنی طرح خبر لے لی۔“
 ”تجسس نہیں کیا؟“
 ”اگر کوئی ہوتا تو بلاؤ آج جلدی گھر آ گیا ہوتا۔“ محمد امجد کی ہانک بھری۔ اور سنائی دی۔ وہ چونک کر روٹی کے رے اٹھ رہا ہر طرف کیا۔

”شہزاد! آپ پہ پہلے دو گڑیاں لیں اور مجھے شہزاد کی لڑکی سے تہنیتی بہت مائی گئیں ہے، یکے بعد دیگرہ کہہ گئی“۔ حرم نے لڑکا لہو باجھو لیا تھا۔ لیل لالہ کو گھبراہٹ ہو۔ نکلی کیونکہ وہ گھر میں آکر کیا طرح کی بھی لوٹ کر سکتا تھا۔

”بھائی! شہزاد بھائی بچہ“۔ شہزاد کو لڑکے آئی تھی۔

"بھائی! شہزاد بھائی بہرے" شیش کوٹھڑا رکھے آئی تھی۔
 "تسہارے بھائی ہیں ناں تسہیل میں گئے" اس نے تس دی لیں، ادا یکدم ہی کھڑی ہوگئی۔ حرامانے بہت
 کرا کر گھر پہنچے ہوتے تھے۔
 دو دیر مر چکی طرح اوڑھا۔ مٹھی میں دو کلا تھا۔ اس کا خاص ارکا وازی تو سکتے ہوگی۔

[illegible]

۱۰۰

شیران جو پیچھے سے کہہ دیا میں چلا گیا۔ سادہ سادہ راکہ دوسری پہلی جی ٹی گھر میں۔
 ”گھر میں کوئی آگیا ہوتا ہے آزاد کو خیر خیر کا کر“۔ کہنے لگا گاڑی سے کہہ۔ شیران خفیف سا ہونٹوں کے
 سامنے اس کی بات کو دہرایا۔ ”جی“۔ وہ جیسے خدا کی اس سے ڈر جاتا ہے لحاظ کرنا ہے شاید رشتے کی وجہ سے وہ
 اس کے بھائی کی بیوی جی اور شے میں بھائی کی۔

”یہاں آپ کی تو بھابی نے بلی کی بند کر دی۔“ محمد نے اس کے کان میں کہا۔ وہ گھر سے گھورتے لگا۔

❖ ❖ ❖

صبح کا رشتہ پا ہو گیا تھا۔ سو اسی کے لئے کہیں اور ہاں سے مصباح کو کھانا وغیرہ کھلا دی اور پتا چھ پرے کھدے تھے۔ علی کے بعد شادی کرنے کو کہا تھا۔ اسی بھی فکر ہو گئی تھی۔ ان کی رات دن کی فکر بھی مصباح

لدی اپنے گھر کی جانے۔ ادریشہ نے اسے ڈھیروں ڈھیر اور کربا دی تھی اسے کسی خوش ہوئی تھی۔ ہرن نے پچھتر شروع کر دیا تھا مصباح شرمائی ہوئی تھی۔ لڑکا نہایت دیکھ چکی تھی۔ اب کہتا تھا "خود بھی خاصی قبول تھی کسی لحاظ سے سب کو ہی لڑکا بھی پسند بھی تھا۔"

"مصباح کے بعد میں تمہاری شادی کروں گا"۔ اسی نے عمران کو دیکھا وہ دیوانے کی طرح صرختا تھا۔

”مجھے اتنی جلدی شادی نہیں کرنی ہے۔“ وہ اس سے پچھتا پھرا اور اس کی دہانچہ کھینچ کر قہر میں
 اُڑ پڑا۔
 ”مصائب کے بعد اس کیلئے کسے ہوں گی؟“ میرا کوئی جواب تھا نہ تھا۔
 ”آپ بپا ہی ہیں بھی مجھے وہ جیل سکندرو کا فخر دلاتا ہے اور پھر مصائب کی شادی اچھی طرح سے ہو جائے

”اوپلے اتارنا تھا۔
 ”صعصع کے بعد اس کی کہے ہوں گی“ میرا کوئی جواب تھا تھا۔ ”اے کوئی کی ضد پسند نہیں۔ کی۔
 ”آپ جانتے ہیں بھی مجھے وہ اصل سکندر کا فخر تھا اتارنا ہے اور پھر صعب کی شادی اچھی مل جتے ہے جو جائے
 زیادہ ضروری ہے۔ اس نے کی کی آواز دھکی کی۔

”صباح کے دوپہاں اکیلے ہوں گی میرا کوئی تو ساتھ نہ ہے۔“ وہ سوئی۔ ”اگر کوئی ہی میرے پاس نہ آئے گی۔“

”آپ جانتی ہیں بھی مجھے وہ اکیلے سکھ رہا تھا قافرا تانا ہے اور پھر صبح ہی گڑاوی اچھی طرح سے ہو جائے

”یاد ہو رہی ہے۔“ اس نے کہا۔ ”اگر کوئی نہ آئے گا تو میرا ہے۔“

”وہ گڑا، خاندان جو ہے گی کہ میں ہی ہوں جو ہوتا رہا ہے۔“ وہ لڑکی دیکھ کر اٹھ کر صبح کے تو مجھے

”میں نہیں ہوگی۔“ انہوں نے تجاہد پیش کی۔ ”میرا کہن میں رہتا ہے۔“ وہ بھی تو اس کی شکر بھی ہے اور

[illegible]

”وہ بھی شائد غائب ہو جائے گی کہ تم پر چار دس ہونے سوار ہے لڑکی دیکھ لو! کیا ابھی صبح ہے تو مجھے کل نہیں ہوگی۔“ انہوں نے توجہ پیش کی۔ مہمان کے ذہن میں رائیسا وہ لڑکی۔ وہ بھی تو جس کی جھکری ہے اور اسے اتنا نور ہاتھ چلایا اس موقع سے نہیں کہیں گے مارے شام سے پیچھے چلے گئے۔

”بھروسہ ہے جو آپ مناسب نہیں، وہ کر رہی۔“ یکدم ہی اس نے اپنی رضامندی دے دی۔ ی۔ ی۔ ی۔ تو خوش رہا۔

”یہ سب کچھ تم نے کیا کیا۔“

[illegible][illegible][illegible][illegible]

ہاں ایک سیخ تھیں، روئل سکندر کا راجہ بھی چاروے کے دو خوش ہوتی تھیں۔
 محمد اے یار شہناہ کی گفتی ہے: ”ایسا یار مت ملے سوال وہ تو گزیر گیا۔“
 ”اے سیخ کیا کہہ رہی ہیں؟“
 ”کیوں یہ سنا کیا کہہ رہا ہے؟“ وہ بھی ناخوش کاٹھار کر گئیں۔
 ”ارشد شاہ کے ہمسے میں ایسا سوچے گا بھی نہیں، کیونکہ میں آپ کو نہیں سوچتا۔ وہ کہاں اور تم کہاں؟“
 ”سارے“ وہ ”خود نہ جانتا“۔ ”مجھے تہہ ہی طرف لگتا ہے۔“
 ”اگر میں چاہوں گا کہ آپ اپنا اور اسی میں سے شادی کر رہا مہندی بھی میں بہتا کر رہا مہندی خود
 آپ سے محمد اے یار شہناہ کے ہمسے میں ایسا سوچے گا بھی نہیں، کیونکہ میں آپ کو نہیں سوچتا۔ وہ کہاں اور تم کہاں؟“

[illegible]

"مجھے وہ بچی بہت اچھی لگتی ہے اس کے والدین سے بات کر لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔"

"ای! آپ بہت کچھ کہہ رہے ہیں، میرے بیکار دوستوں کی برابری نہیں کر سکتے اور ہماری دل صاحب ڈیٹی جی جان سے لگائے رہتے ہیں۔ کچھ تو انہوں نے سوچا ہو گا ان کی بچی کی شادی کب ہوگی اور تم نہیں چاہتا آپ بات کریں اور مایوسی ہو۔" جہاں سچیدہ بچے میں انہیں سمجھ رہا تھا۔ اسی بچی گہری سوچ میں مستغرق ہو گیا یہ سب تو نہیں لے کر بھی سوچا کہ وہ اس کی برابری نہیں کر سکتے۔

"آپ اور بشما کا حیا دل سے نکال دیں جہاں کہیں بھی آپ میری شادی کریں گی میں خوش خوش راضی ہوں۔" اس نے اسی کے اصرار پر سر ہلکا دیا۔

"ہوں غار کہہ سے ہی کہوں گی وہ کوئی لڑکی بتائے۔"

"ای! ایک بات اور۔" قدرے وقت کے بعد گویا ہوا۔

"آپ اور بشما کے سامنے یہ ظاہر کرتی رہیں گا کہ میرے لئے بھی لڑکی دیکھی ہوئی ہے اور جلدی شادی کر دوں گی کیونکہ اسی طرح ہی وہ پیچھے نہیں رہتی ہے۔" جہاں رک رک کر گویا ہوا۔ اپنی شادی کی بات کرنے میں جھجکا بھی آ رہی تھی۔

"ہوں ٹھیک ہے۔" انہوں نے اثبات میں سر ہلایا۔

جہاں خود جس سر ملے سے گھر رہا تھا وہی جا رہا تھا۔ محبت و عشق کے چکر میں پڑنا نہیں چاہتا تھا مگر اریشہ کی خود اعتمادی اور سردی اس کا دل لے گئی تھی۔

☆

زویا سے اس کی چچی خالی صبح پر اونی گئی کیونکہ وہ جب بھی فون کرتی تھی اریشہ کہیں نہ کہیں بری ہوتی تھی۔

کس سے کال کر رہی تھی وہ ایک سس کر رہی تھی دفتر سے ریٹائر ہو چکا تھا۔

آج وہ کال دن بعد آئی تھی سب کچھ بہت عجیب لگ رہا تھا۔ جب سے ذہن دوسرا زمان کی طرف ہوا تھا

اس کا کسی کام میں دل نہیں لگ رہا تھا، جھجکا ہوئی تھی۔

اور وہ اتنا کمر کے وہ انداز تھا۔ رہنما سے جو رنگا ڈالے۔ ہانپ وامت پیسٹ پر گرنے شرت میں ڈشنگ اور

چار رنگ بیٹھ کی طرح لگ رہا تھا۔

"ای! میلا آپ چیک کریں گی یا میں کروں؟" اس نے پوچھا۔

"سہا بن۔"

"میں چیک کر دوں گی۔" تھی ہوتی۔" وہ پتک بیڈروں میں پریشان سی لگ رہی تھی۔ جہاں کوتاہی ہوئی ضرور کوئی

پریشانی سے جب ہی وہ اپنی خاموشی کی تھی۔

اریشہ، ہنسنے سے انکی ہیکہ دم سے جا چکا تھا۔ روایاں کی حیثیت خرید تھی اس سے اسے ان کی تمام باتیں میسر

کرتی تھی وہ ناراض ہو گئی تھی۔ 2003 ایس آئی۔

قاعید دہائی سے ہی میلا چیک کر رہی تھی۔ جہاں کوتاہی لگا ہوں سے حاجی رہا تھا

"میں اریشہ! آپ لگا رہے ہیں۔" چیک کر کے لگا رہا تھا۔ نے چونک کر اسے کہا تھا کہ

اس سے نہ ہٹا کر رہا تھا۔

"ہوں۔" اس نے ہنسنے لگا تھا۔

"وہ اس میں مجھے اتنی جلدی چاہتا ہے کہ میں اسے ملنا نہ چیک نہیں کروں تو آپ کو اعتراض نہیں۔"

"کیوں آپ جلدی کیوں چاہتا ہے؟" گھر میں گویا چاہتا ہوا۔

"کچھ لوگ مجھے کہتے ہیں کہ وہاں ہے۔" جہاں نے ہانپ ہوا کہ جہاں۔

"وہ کس لیے۔"

"شاید شتے کے لیے۔" وہ عام سے لہجے میں اسے بتانے لگا۔ اریشہ کے چہرے پر دوسری بینش ڈھ

مگر بڑا گئی۔

"ابھی تو مصباح کی شادی ہوئی ہے۔"

"ای! کو میری بھی جلدی کرتی ہے کیونکہ گھر میں ہاتھ پائے والا کوئی تو ہوگا۔" وہ کچھ طرف کر کے اپنا کی رنگ

دھونے لگا۔

"میں تمہاری دیر میں نکلے والا ہوں مگر کو میں نے بتا دیا تھا۔" وہ اریشہ کے پیچھے پڑتے چہرے کو انور کرنے

لگا۔ اریشہ کا دل ایسا کھل گیا تھا کہ اسے اس کے بارے میں سوچنا نہیں چاہتا تھا۔ وہ رات

دن اس کے ہی سینے میں رہتی ہے۔ وہ دم سے نکلا اور اریشہ نے بھی اٹھ کر دیکھی۔

"آپ ایک صوفی میری بات تو سمجھتے۔"

"میں۔" جلدی میں ہوں چہ بچے ان لوگوں نے آنا ہے۔" ریت داغ پر غلط بھری نگاہ اڑا رہی تھی

یہ گویا۔ اریشہ اور جہاں کے درمیان۔ اپنی جلدی وہاں پایا ہوا ہے گا کہیے رہے گی؟ ابھی تو محبت کا پورا حاشی نہیں تھا

اکھاڑنے کے دے رہی تھا۔

"جہاں! تمہاری شادی میرے علاوہ کسی سے بھی نہ ہو۔" وہ بڑبڑاتی۔

سب کھانا بعد میں کو دینا تھا کیونکہ گھر اس کا کوئی کپڑا نہیں آ رہا تھا۔ وہ جھجکا ہوا تھا۔

"اوہ۔" تم اصرار ہو۔" مجبور سے دیکھ کر جھجکا۔

"ظاہر ہے میں اصرار ہوتی ہوں۔" ناگوارگی سے فزول کیا۔

"اریشہ! تم آج ہم ان کے دوست بننے کے قیامات کر سکتے ہیں۔" وہ کہہ گیا۔

"دوست صرف میری ایک ہی ہے مجھے کسی اور دوست کی ضرورت بھی نہیں ہے۔"

"جہاں! تو بڑی دوستی ہے میری۔"

"بھٹ اپنا۔" وہ رات پہننے لگی۔

"جہاں! میں اور تم میں نہ میں آسان کافر تھی ہے۔"

"ہا۔" بالکل ٹھیک کہا اس آسان دن میں ہو۔" تسخیر کیا۔

"آسان خود کہتے ہو میری تھی۔"

"تم میری سب کچھ کہتی ہو۔" اس نے سر ہلکے میں دہائی دی۔

"اوہ۔" جہاں تو پہلے ہی گئی تھی اسے اس کی بات کا جواب دے بغیر چل گئی مگر جیور بھی اپنے نام

لا گیا تھا۔

"اریشہ!۔" آج تمہاری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھا رہا ہوں۔" جیسے ہماری لڑائی ہی ہوتی ہے مگر اب دوستی

ہوگی۔

”میں بالکل ٹھیک ہوں پلڑے مجھے میرے پاس پرچہ دوز دو۔“ وہ ٹھک ٹھک کرتی ہوئی لٹک کی سمت دوڑی تھی۔
میرا نے یہ کیا کہہ دیا؟ آگھوں میں؟ آسکوا کج کی طرح چبھتے تھے گاڑی ذرا رائج کرتے ہوئے اس کی آنکھیں
دھندلا گئی تھیں۔

”ارے بیٹا! تو تم اس کے کمر چلی جاؤ۔“ وہ اسے بہانے لگیں۔ اور شہناز نے سر ہلا کر اس کی گود میں سر دھوپ دیا۔ اور یہ بوجھ اس کے دلوں میں ہر نرم سی انگلیاں چلنے لگیں۔

☆

صبح سے اسے ہلکا ہلکا بخار تھا جراب تیز ہو گیا تھا۔ چادر اوڑھے ہوئے وہ بستر پر لیٹی ہوئی تھی چہرے پر تھکات اور
روٹی کھائی ہوئی تھی۔ وہ پریشان بھی ہو گیا۔ لیگر مکی کی وجہ سے وہ کچھ توجہ بھی نہیں دے سکا تھا مگر اسے یوں دیکھ کر

”وہاں میں نے شہزاد کو کھڑا دیکھا جس کی میں لے جانے کا“ حیرانچشمہ اندر داخل ہوئیں۔
حراما مشکل اٹھی اس کی میو کاٹنے کے کپڑے دل میں مرتبہ کی ہوئی اور عقی دوپٹہ شانوں پر برابر کیا۔
”مگر دیکھو بیٹو۔“

فیضان سے ملانے والے اچھے شے، دیکھیں ان کے پاس دھڑلے سے چار خانے اور ساتھی کی فیضان کی ہیں
کے کمرے پر چھٹیں خوب آ کر کہتا ہے یہاں سے یہاں سے وہ لڑائی لڑتی ہے یہاں سے یہاں سے بہت
مذاہب 138 اپریل 2012ء

"مجھ سے چٹانیں جارہی ہیں۔" وہ اس کے حصار سے نکلے۔
 "گود میں اٹھائیں۔" لہجہ سختی خیزی اور شرارتی تھا۔
 "دوستان آ جاؤ۔" حیدر ابیکر کی آواز پر دونوں چونکے۔

”آپ پیچھے بندہ جائے بُھرتی ہو رہی ہیں۔“ شہزاد مرے دیکھ چکا تھا۔
 ”جب تک کہ گاڑی چلاؤ۔“ حرمانے اسے ڈانٹ دیا۔ وہ خفیف سا ہنسی۔ حرمان اس کا پیٹیں کرتی تھی ہمارے
 کے رکھتی تھی اور وہ بھی حرمان تھا۔ کیوں اتنا جانتا ہے۔

”میں تو اپنا جناح تھا، وہ میرے تیز سوگم تھا۔“ اس نے ہنسی مٹائی۔
 ”خیر! میں اس کے جناحوں میں چلی جاؤں۔“ حیدر انیسیم اس کے بغیر میں تم سے ہوئے چہرے کو لکھ مندی

”آپ کی آنکھوں پر جو زخمی زخموں کے پاس لے آئے ہیں وہ تو بہت خدیں ہیں۔“ بیٹیاں مسکراتے ہوئے
 حرم کی حالت کو دیکھ کر ہنسے، ایک ایک ہاتھ پر ڈالی۔

روزنامہ تجلہ 131 اپریل 2012ء

جہان فیروز کی زندگی

”آ۔۔۔ ہائے اللہ عباد اللہ“ کبھی دوڑتی جا رہی تھی ساتھ ساتھ اس کی سدا آئیں بلند ہوئی جا رہی تھیں۔

”کئی افسانہ لکھنا کوئی ہے سناؤ مجھے اس سے“
”ریٹیکس“۔ بھارتی بھارتی کب وہ کسی کے آہنی حصار میں مقید ہوئی اسے پتہ نہیں لگا۔

”کئی“۔ لیس گون۔ اس شخص کی مضبوط آواز سن کر وہ مٹی صاحبہ ام پلان ہوئے نکلے ہوئے گینت میں پلے گئے لیکن جاتے جاتے اسے گھور کر دیکھا تھا اس نے وہ بارہ ایک نئی مارکس کے سینے میں دوسرے لیا مقابل کے پتے پر آگے دل آواز چمکاں چمکاں کی۔

”آ۔۔۔ ہم“۔ اس کے ذہن سے گھٹکھٹک رہے تھے وہ ایک دم دوش میں آئی اور اسے آئینے میں گھول کر دیکھا۔ وہ دیکھے گئے تھے وہ اس شخص کے گلے کا پانی کڑی تھی اور تھکے آگے بچوں کا ایک ٹولہ لٹ کر رہا تھا وہ ایک نکلے سے اور مٹی بکھڑی کی قدرت کچھ شرمندگی کے بارے اس کا چہرہ رال جھومکا ہو رہا تھا پھر کئی آہستہ سے لگائیں افسانہ مقابل کو دیکھا ماسے اس کی آنکھوں میں ایک شرع کا جہاں آ رہا تھا وہ جیزل گرین آنکھوں میں کی دیکھ سے اسے تھک رہا تھا وہ سر مت سے آنکھوں کی بجوں کی بازو مگ گئی۔

”اف غدا“۔ ہڑک کی ہڑت اور بڑوں لگے ایک مقابل سے بگڑ گئی تھی۔

میں جانے کب تک کڑی رہتی۔

”کس دنیا“۔ اسے نام کی یاد پر ہنک کر مگر اٹھایا۔ اس کے کوش اور بیک ہاتھ میں لئے کڑا تھا۔
”آپ کو میرا نام کیسے پتہ چلا؟“۔ شہید یہ حیرانگی میں اس کی سحر آٹھیں حریف میں جس وقت مقابل کی لگا ہوں جسے چھٹی سائنس میں بھگنے پر مجبور کر گئی۔

”آپ کے بیک سے آپ کا لڑی کارڈ گرا تھا یہ نہیں“۔ اس شخص کی آواز بھی اس کی پسینگی کی طرح ہی خرا گئی۔

”شکریہ“۔ اس نے تیزی سے بڑی لیس اور بغیر اوجہ دیکھ دیکھ سیدھے لٹا دی۔

موز پر مڑنے سے پہلے ہی افسانہ کی نظر پیچھے پڑی وہ جوتہ پہنے پر باجی پکڑے وہ پھر ہاتھ اس کے دیکھنے پر جلی جا کر دیکھ کر بہت لڑی ہو گئی کی وہ پتھر کر بھاگے کے انداز میں مٹی کی ہر اواز سنائی دیتی سوچوں میں طے ہو رہی تھی شکل سے گھر بنی۔

”اف“۔ آئی سوئے پر گئی۔
”ٹھیک“۔ پانی چوں لاؤ جلدی۔ ”وہ پتہ بیک طرف پھینکا بیک بیک طرف۔

”کیا ہوا“۔ یوں خود بخود رہی ہو خود کی تو ہے کئی خوشی لکھا تھا اس سے۔ مٹی اور لڑی کا ہار چمکا ہوا تھا۔
”مٹی“۔ آہستہ وہ بیکس پتہ میں آئی مٹی سے تھ



دھڑکتے ہوئے... اس شش و شنبہ میں کڑی تھی کہ آتی کرے ہے نہیں۔

”یہاں تو اس وقت یہاں کیا کر رہی ہو؟“ نہیں نے جرت سے مگر ہی دیکھی جو پونے چھ بج رہی تھی۔
”اوہ آئی! ان کے لئے بیڈ کی بنائے جا رہی ہوں۔“ وہ زور بولی۔

”اوسے تمہیں کس نے کہا؟ اسامہ نے کہا ہے۔“ وہ جرت سے بولیں۔

”جی آئی۔“ اس کے نام پر ہی آنکھوں میں آنسو آئے وہ اس کے آنسو دیکھ کر چونک پڑیں۔

”بھراؤ بیٹا۔“ شادی کا گھر تھا کوئی بھی اسکا تھا یہاں دو درانگہ دم میں اسے ساتھ لے کر آئیں اسے سونے پر بٹھا کر پل کی گلاں دیا کیونکہ وہ سونے لگی تھی۔

”کیا بات ہے چچا! مجھے تم ماس نہیں ماس بھولو جو بھی بات ہے بے مگر ہی مجھے چاہو دیکھیں۔“ انہیں اسامہ کی بات میں کتنی جھہادی ہوں اس نے کڑی قیامت کر دی۔

”میں نے تو کسی کی ڈانٹ تک نہ سنی تھی کہ اسامہ کا کل کارڈ بڑو پھوٹ پھوٹ کر روئے گی۔“ وہ ان کے سب بتا دی کہ اس کا کیسے ٹیٹ اپلی جیٹنگ کا اسامہ کا کارڈ وہ شہر دہری سر جیکر کر چکے تھیں۔

”بھیرے خدا۔“ چچا اور بڑو نے اس کا ہندہ ہوتے ہیں کوئی بات اس کی مراد تھی کوئی شے تو یہی کرتے تھے۔

”یہاں وہاں اس کے آنسو نہیں نکلتے۔“ میں جواب کھول کر اس پر یقین کر دی۔

”اس۔“ انکے میں سر ہلایا۔

”ایک دن ہمارے گھر کے سامنے سے رولی تھیں۔“ یہی تھا اکا اسامہ کی موت تو سارے گھر میں گھٹا تھا۔

”یہاں تو اس کی کا دل میں گھوٹا تھا۔“ میں نے اس کی زندگی میں اس کا حال بیان کیا۔

”یہاں تو اس کی زندگی میں اس کا حال بیان کیا۔“ میں نے اس کی زندگی میں اس کا حال بیان کیا۔

میرا وہ جانا تو دو سالوں سے شادی کے لئے ہاں نہیں کر رہا تھا۔ تمہیں دیکھنے ہی باں کر بیٹھا۔ وہ شہری محبت میں پاگل ہو رہا تھا۔ دن رات صرف تمہیں سوچتا تھا اس پر آنے سے اس کی باتیں سامنے فصد تو ہر دم کا بہت برا ہوتا ہے میں نے اس دن اسامہ کی حالت دیکھی تھی اس کی بوجھتے اب مجھے اس کی توجہ امور کو دینا تھا وہ دم سے تھک رہا تھا اس کا صرف دو عمل تھا وہ دو دن سے بہت محنت کرتا ہے یقین کر دیر۔“ اس کی آنکھیں پھر مل گئیں۔

”یہ میں نے کیا کر دیا۔“

”اب جبکہ اس کا فضل گھر چکا ہے تو یقیناً اس کے پردے میں میں ہلاؤ آئے گا اور ایک بات یاد کرو سونے کی زبان نہیں چلائے وہ شہر دہری محبت کا حصہ میں آتا ہے تمہارے سامنے چاہو وہ تم سے محبت کرتا ہے سب کچھ بھول جائے گا۔“ اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

”آج ان کا دلیر تھا وہ جرت تک نہیں گئی کرے میں آتے ہی سارے زبورات تار کر کاں کا سارا دھواٹ مین کر شاد لے کر آئی۔“ آئی کے گھما لے اس سے جانتی تھی کہ وہ کسی کی اس کے گھر پر کوئی جواب نہیں دے تھا مگر مانتا ہے کہیں نہیں آتا تھا وہ بالوں میں برش کر رہی تھی کہ وہ کرے میں آ گیا۔

”نظر میں بیگ اس پر پڑیں گے کا سارا دھواٹ مین اس کی گوری رنگت پر رنگ رہا تھا اس کے چہرے پر شرم کے لکڑے چمک رہے تھے وہ تھک اپ کے ہاتھ میں تھیں رنگ وہی تھی وہ میرے سے اس کے ساتھ آ کر کھڑا ہو گیا۔

”میرے آئے سے پہلے تمہارے کون فتح دیا۔“ اس کے لئے مجھے ہنسنے کا کام تھا۔

”میں نے تو اس کی زندگی میں اس کا حال بیان کیا۔“ میں نے اس کی زندگی میں اس کا حال بیان کیا۔

”میں نے تو اس کی زندگی میں اس کا حال بیان کیا۔“ میں نے اس کی زندگی میں اس کا حال بیان کیا۔

”میں نے تو اس کی زندگی میں اس کا حال بیان کیا۔“ میں نے اس کی زندگی میں اس کا حال بیان کیا۔

”میں نے تو اس کی زندگی میں اس کا حال بیان کیا۔“ میں نے اس کی زندگی میں اس کا حال بیان کیا۔

”میں نے تو اس کی زندگی میں اس کا حال بیان کیا۔“ میں نے اس کی زندگی میں اس کا حال بیان کیا۔

”میں نے تو اس کی زندگی میں اس کا حال بیان کیا۔“ میں نے اس کی زندگی میں اس کا حال بیان کیا۔

”میں نے تو اس کی زندگی میں اس کا حال بیان کیا۔“ میں نے اس کی زندگی میں اس کا حال بیان کیا۔

”میں نے تو اس کی زندگی میں اس کا حال بیان کیا۔“ میں نے اس کی زندگی میں اس کا حال بیان کیا۔

”میں نے تو اس کی زندگی میں اس کا حال بیان کیا۔“ میں نے اس کی زندگی میں اس کا حال بیان کیا۔

خوڑی سے پڑ کر چہرہ اوپر کیا۔ اس کی مذاہنی آنکھوں سے آنکھیں میں تو دل گھر کر گیا۔ وہ قصداً اس سے بچ رہے تھے۔

”وہ اس میں میری فائدہ سے دور رکھیں ہیں اس کیجیوں سے خود ہی۔“ اپنی پڑی تھی۔ وہ کسی کیجیوں میں کر کے چھوڑ کر چھین کر چاہے یاد کا پتہ نہ ہو۔

”وہ اس میں میری فائدہ سے دور رکھیں ہیں اس کیجیوں سے خود ہی۔“ اپنی پڑی تھی۔ وہ کسی کیجیوں میں کر کے چھوڑ کر چھین کر چاہے یاد کا پتہ نہ ہو۔

”وہ اس میں میری فائدہ سے دور رکھیں ہیں اس کیجیوں سے خود ہی۔“ اپنی پڑی تھی۔ وہ کسی کیجیوں میں کر کے چھوڑ کر چھین کر چاہے یاد کا پتہ نہ ہو۔

”وہ اس میں میری فائدہ سے دور رکھیں ہیں اس کیجیوں سے خود ہی۔“ اپنی پڑی تھی۔ وہ کسی کیجیوں میں کر کے چھوڑ کر چھین کر چاہے یاد کا پتہ نہ ہو۔

”وہ اس میں میری فائدہ سے دور رکھیں ہیں اس کیجیوں سے خود ہی۔“ اپنی پڑی تھی۔ وہ کسی کیجیوں میں کر کے چھوڑ کر چھین کر چاہے یاد کا پتہ نہ ہو۔

”وہ اس میں میری فائدہ سے دور رکھیں ہیں اس کیجیوں سے خود ہی۔“ اپنی پڑی تھی۔ وہ کسی کیجیوں میں کر کے چھوڑ کر چھین کر چاہے یاد کا پتہ نہ ہو۔

”وہ اس میں میری فائدہ سے دور رکھیں ہیں اس کیجیوں سے خود ہی۔“ اپنی پڑی تھی۔ وہ کسی کیجیوں میں کر کے چھوڑ کر چھین کر چاہے یاد کا پتہ نہ ہو۔

”وہ اس میں میری فائدہ سے دور رکھیں ہیں اس کیجیوں سے خود ہی۔“ اپنی پڑی تھی۔ وہ کسی کیجیوں میں کر کے چھوڑ کر چھین کر چاہے یاد کا پتہ نہ ہو۔

”وہ اس میں میری فائدہ سے دور رکھیں ہیں اس کیجیوں سے خود ہی۔“ اپنی پڑی تھی۔ وہ کسی کیجیوں میں کر کے چھوڑ کر چھین کر چاہے یاد کا پتہ نہ ہو۔

”وہ اس میں میری فائدہ سے دور رکھیں ہیں اس کیجیوں سے خود ہی۔“ اپنی پڑی تھی۔ وہ کسی کیجیوں میں کر کے چھوڑ کر چھین کر چاہے یاد کا پتہ نہ ہو۔

”وہ اس میں میری فائدہ سے دور رکھیں ہیں اس کیجیوں سے خود ہی۔“ اپنی پڑی تھی۔ وہ کسی کیجیوں میں کر کے چھوڑ کر چھین کر چاہے یاد کا پتہ نہ ہو۔

”وہ اس میں میری فائدہ سے دور رکھیں ہیں اس کیجیوں سے خود ہی۔“ اپنی پڑی تھی۔ وہ کسی کیجیوں میں کر کے چھوڑ کر چھین کر چاہے یاد کا پتہ نہ ہو۔

”وہ اس میں میری فائدہ سے دور رکھیں ہیں اس کیجیوں سے خود ہی۔“ اپنی پڑی تھی۔ وہ کسی کیجیوں میں کر کے چھوڑ کر چھین کر چاہے یاد کا پتہ نہ ہو۔

”وہ اس میں میری فائدہ سے دور رکھیں ہیں اس کیجیوں سے خود ہی۔“ اپنی پڑی تھی۔ وہ کسی کیجیوں میں کر کے چھوڑ کر چھین کر چاہے یاد کا پتہ نہ ہو۔

”آپ مجھے معاف کریں ہائیر میں معافی میں ہوں۔“ آپ مجھ سے ”وہ بولے اس کا کلمہ چپ ہوئی۔

”وہ تو یہاں اس کے آئے تھے کہ میں جی۔“ اس کیجیوں میں کر کے چھوڑ کر چھین کر چاہے یاد کا پتہ نہ ہو۔

”وہ تو یہاں اس کے آئے تھے کہ میں جی۔“ اس کیجیوں میں کر کے چھوڑ کر چھین کر چاہے یاد کا پتہ نہ ہو۔

”وہ تو یہاں اس کے آئے تھے کہ میں جی۔“ اس کیجیوں میں کر کے چھوڑ کر چھین کر چاہے یاد کا پتہ نہ ہو۔

”وہ تو یہاں اس کے آئے تھے کہ میں جی۔“ اس کیجیوں میں کر کے چھوڑ کر چھین کر چاہے یاد کا پتہ نہ ہو۔

”وہ تو یہاں اس کے آئے تھے کہ میں جی۔“ اس کیجیوں میں کر کے چھوڑ کر چھین کر چاہے یاد کا پتہ نہ ہو۔

”وہ تو یہاں اس کے آئے تھے کہ میں جی۔“ اس کیجیوں میں کر کے چھوڑ کر چھین کر چاہے یاد کا پتہ نہ ہو۔

”وہ تو یہاں اس کے آئے تھے کہ میں جی۔“ اس کیجیوں میں کر کے چھوڑ کر چھین کر چاہے یاد کا پتہ نہ ہو۔

”وہ تو یہاں اس کے آئے تھے کہ میں جی۔“ اس کیجیوں میں کر کے چھوڑ کر چھین کر چاہے یاد کا پتہ نہ ہو۔

”وہ تو یہاں اس کے آئے تھے کہ میں جی۔“ اس کیجیوں میں کر کے چھوڑ کر چھین کر چاہے یاد کا پتہ نہ ہو۔

”وہ تو یہاں اس کے آئے تھے کہ میں جی۔“ اس کیجیوں میں کر کے چھوڑ کر چھین کر چاہے یاد کا پتہ نہ ہو۔

”وہ تو یہاں اس کے آئے تھے کہ میں جی۔“ اس کیجیوں میں کر کے چھوڑ کر چھین کر چاہے یاد کا پتہ نہ ہو۔

”وہ تو یہاں اس کے آئے تھے کہ میں جی۔“ اس کیجیوں میں کر کے چھوڑ کر چھین کر چاہے یاد کا پتہ نہ ہو۔

”وہ تو یہاں اس کے آئے تھے کہ میں جی۔“ اس کیجیوں میں کر کے چھوڑ کر چھین کر چاہے یاد کا پتہ نہ ہو۔

”وہ تو یہاں اس کے آئے تھے کہ میں جی۔“ اس کیجیوں میں کر کے چھوڑ کر چھین کر چاہے یاد کا پتہ نہ ہو۔

اپنے رویے پر شرمندگی ہوتی تھی مگر مرد تھا اسی جلدی دار
کیسے ماں لیتا۔ نہا لکھے لکھے انداز میں خون بند کر کے
پلٹی تو می سائے کھڑی تھیں۔

”کیا ہو چنانچہ؟“ کس کا فون تھا۔؟“ وہ ہر قدم چل کر اس کے پاس آ گئیں۔

”وہ اسبابِ نفاق کہہ رہے تھے کہ شام کو تیار رہنا کسی باری میں جانا ہے۔ وہ خود کو ہشاش بشاش ظاہر کر کے لشکرِ اکبری کی تنگی کھو جاتی تھیں۔ یہ سب کچھ ہی نہیں۔

ساتھ "نیا دینا" اب اسامہ ٹھک ہے ہاں تمہارے
ساتھ "انہیں ابھی اطمینان نہیں آ رہا۔"

”جی ہاں کل۔۔۔ میں نے اس سے معافی مانگ لی تھی اب وہ بالکل ٹھیک ہیں۔“

”خوش رہو“ دودھ پیار سے اس کا گل تجھ پہ کر چلی
لٹیک دودھ شک جتنی کرے میں آگنی۔

”میں کیا کروں کہ آپ مان جائیں اسامہ۔“

از محمی بلکہ برادر پرورد و زریب کام ہوا تھا وہی اس نے نکال لیا اور ہیر کپڑے چھینچ کئے اور لائٹ سائیک

پہلے ہی میری دلچسپی سبک لگائی، خیرصورت، دانت
والہ کا سیٹ اس کی چٹاری کو چار چار لگا گیا، پر فہم

رے کر کے وہ صوفے پر بیٹھ گئی ذرا ہی دیر میں اس امر

چاکر مرنے پر انھیں بند کے ایک ڈاکٹر بھیجی تھی
کے روز سے روزانہ نذر کرنے پر سیدھی ہوئی۔

وہ برف کیسی پھیلتا کر سیدھا پہنچ کر نے چلا گیا
 جھڑب کی ورق گردانی کرنے لگی وہ اس پر سے نظر

وہ بہت بھاری چڑھا تھا وہ سخت غضبناک تھا کہ شکار پر
آج جو شکار کاچھڑ گیا ہے وہ اس کی وجہ سے

یہاں آجری کار کا بنی لک ہیں رہا تھا قیوسا نے تھا
باتھ سہرا کیا نیسا ہے جڑی کی کھشیا رہی تھی

آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ:

ترقی سے بڑی۔

”اٹکا تم نہیں اگر یہ لگ جائے تو مہربانی ہوگی۔“
وہ بندلی سے بچ کر آگے گھر کے چلا۔

وہ جلدی سے سوئی دھاگے لکڑائی مگر اس چھوٹ کے آگے دو گز یا اس لگ بھگ ہی مجبوراً اسے بیٹھے گا کہنا

مصرف بھی اچھا لائپ رہے تھے اے کی میں بھی پریشانی

پہننے کے قطرے تھے اور ہر اس امر خود کو امتحان میں ڈال
لیا وہ خوشبودی بھرا ہوا اس کی دسترس میں تھا، ٹھکے

تھے اس کے بال اسامہ کے چہرے اور پیسے کو چھو رہے تھے دل چل رہا تھا مگر اتنا ہاتھ باندھے کھڑی تھی کیسے

یہ سرخرو ہوئی۔ ۴۴۔ یہاں میں لگا کر دھاگے کاٹنے کو قریب لائی کہ یکدم اس سے لگا جیٹ لگ گئیں وہ

بڑا کر پیچھے ہٹتی یہاں خوف کے زیر اثر کاٹنے لگی۔

”کس“..... ”ذو بحیثیت سے اس کے اشک اپے یوں
خیز رہے تھے۔“

”دوست جاننا! آج کے بعد کبھی تمہیں مجھ سے

نے کی ضرورت نہیں آئے کی اسی محبت کروں گا
محبت اپنے ہونے پر فخر کرے گی۔" وہ اپنے کہنے کو
سے یقیناً بخشتا تھا کہ اس سے کس کس کو

اس کی شور مچا رہی ہے۔

ادب پارسی اسے رادکر کا ایک ہی طریقہ نظر

سلسلے وار ناول

”آپ اپنے بے ایسا سوچ بھی کیسے کرتے ہیں یہ سب کہہ کر آپ مجھ سمیت اس سب لوگوں کو تکلیف پہنچ رہے ہیں جو آپ سے محبت کرتے ہیں۔“ شان دنگ ہو کر بول تھا۔

”آپ کے اس طرح چبھنا ہو جانے سے بڑے بھائی بھی کتنے خاموش رہنے لگے ہیں۔“

”جبکہ انہیں بہت مطمئن ہونا چاہیے تھا کہ سب یہ کہان کے سبب نشانہ بن گئے تھے۔“ وہ کئی سے شان کی بات

کاٹ گیا تھا۔

”آپ کو خاموش دیکھ کر کیا وہ کبھی مطمئن ہو سکتے ہیں۔“ شان نے افسردہ نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

”اور وہی بات سارہ کی قویہ میں نے دیکھا ہے کہ وہ آپ سے کتنی شرمندہ ہے اور آپ کے فیصلے نقل پریشان بھی۔“

”اگر جنہیں ایسا لگتا ہے تو ٹکڑہ کر دیا ہو سکتا ہے آج کیڈل ڈائمنڈ ڈر کے بعد اس کی ساری پریشانیوں ختم ہو جائیں گی دیے بھی تم جانتے ہو عاصف کی کہانی میں کوئی پریشان یا افسردہ نہیں رہ سکتا۔“ اس کے طریقہ کیجے پر شان نے ہراگئی سے اسے دیکھا تھا۔

”آپ کو یہ پراگنا ہے کہ وہ عاصف بھائی کے ساتھ باہر ڈر کے لیے گئی ہے۔“

”مجھے اس چیز کی پروا نہیں کہ وہ کہاں اور کس کے ساتھ گئی ہے وہ اپنی مرضی کی مالک ہے۔“ اس کے ناگوار بھی پر شاں سے راحت پٹا تھا۔

”مجھے لگ رہا ہے کہ آپ جنس ہو رہے ہیں مگر کمر مت کریں وہ آپ کی جان نہیں چھوڑے گی۔“ اس طرح اس نے بڑے بھائی کو اتھار ڈالنے پر مجبور کر دیا تھا اس کے بعد کوئی بے خوف ہی ہو گا جو آپ کے اور سارہ کے درمیان



”گوئی اور دقت ہوتا تو اس جواب پر جانے میں تمہارا کیا مشرک تا مگر تسلسل سے سارہ کے ہاتھ کی فی جانے کافی پتہ پہنچنے کے بعد اس وقت میں بھی تمہارے شعرے پر شعلیں ہوں۔“ عاطف نے مسکراتے ہوئے اس کے گزریے تاثرات کو دیکھا تھا۔

—Kultur der Kunst — Kultur der Kultur

"اکی وقت چب بھرنے لہائی کا کثیر دن دور ہو اوار گا۔"
 "کی مطلب۔" کیا انڈرٹن؟
 "دوسرے جیران ہوتی تھی۔"
 "سب کو کہہ کر مجھے چونے لہائی کے پتھوں پر بانٹیں ہے۔"
 "مجھے بتادو کسی کی نہیں بتاؤں گی۔" - دیکھ س سے بولی گی۔

”ہو گیا ہو گا کیونکہ شوق اور ہو سکتا ہے ایسا نہ ہو اگر اب مجھے بخشو۔“ جان چڑانے والے انداز میں وہ اسے لہجہ تا غلطی میں چلا گیا تھا۔

۱۰۰

۱۰۱

۱۰۲

۱۰۳

۱۰۴

۱۰۵

۱۰۶

۱۰۷

۱۰۸

۱۰۹

۱۱۰

۱۱۱

۱۱۲

۱۱۳

۱۱۴

۱۱۵

۱۱۶

۱۱۷

۱۱۸

۱۱۹

۱۲۰

۱۲۱

۱۲۲

۱۲۳

۱۲۴

۱۲۵

۱۲۶

۱۲۷

۱۲۸

۱۲۹

۱۳۰

۱۳۱

۱۳۲

۱۳۳

۱۳۴

۱۳۵

۱۳۶

۱۳۷

۱۳۸

۱۳۹

۱۴۰

۱۴۱

۱۴۲

۱۴۳

۱۴۴

۱۴۵

۱۴۶

۱۴۷

۱۴۸

۱۴۹

۱۵۰

۱۵۱

۱۵۲

۱۵۳

۱۵۴

۱۵۵

۱۵۶

۱۵۷

۱۵۸

۱۵۹

۱۶۰

۱۶۱

۱۶۲

۱۶۳

۱۶۴

۱۶۵

۱۶۶

۱۶۷

۱۶۸

۱۶۹

۱۷۰

۱۷۱

۱۷۲

۱۷۳

۱۷۴

۱۷۵

۱۷۶

۱۷۷

۱۷۸

۱۷۹

۱۸۰

۱۸۱

۱۸۲

۱۸۳

۱۸۴

۱۸۵

۱۸۶

۱۸۷

۱۸۸

۱۸۹

۱۹۰

۱۹۱

۱۹۲

۱۹۳

۱۹۴

۱۹۵

۱۹۶

۱۹۷

۱۹۸

۱۹۹

۲۰۰

۲۰۱

۲۰۲

۲۰۳

۲۰۴

۲۰۵

۲۰۶

۲۰۷

۲۰۸

۲۰۹

۲۱۰

۲۱۱

۲۱۲

۲۱۳

۲۱۴

۲۱۵

۲۱۶

۲۱۷

۲۱۸

۲۱۹

۲۲۰

۲۲۱

۲۲۲

۲۲۳

۲۲۴

۲۲۵

۲۲۶

۲۲۷

۲۲۸

۲۲۹

۲۳۰

۲۳۱

۲۳۲

۲۳۳

۲۳۴

۲۳۵

۲۳۶

۲۳۷

۲۳۸

۲۳۹

۲۴۰

۲۴۱

۲۴۲

۲۴۳

۲۴۴

۲۴۵

۲۴۶

۲۴۷

۲۴۸

۲۴۹

۲۵۰

۲۵۱

۲۵۲

۲۵۳

۲۵۴

۲۵۵

۲۵۶

۲۵۷

۲۵۸

۲۵۹

۲۶۰

۲۶۱

۲۶۲

۲۶۳

۲۶۴

۲۶۵

۲۶۶

۲۶۷

۲۶۸

۲۶۹

۲۷۰

۲۷۱

۲۷۲

۲۷۳

۲۷۴

۲۷۵

۲۷۶

۲۷۷

۲۷۸

۲۷۹

۲۸۰

۲۸۱

۲۸۲

۲۸۳

۲۸۴

۲۸۵

۲۸۶

۲۸۷

۲۸۸

۲۸۹

۲۹۰

۲۹۱

۲۹۲

۲۹۳

۲۹۴

۲۹۵

۲۹۶

۲۹۷

۲۹۸

۲۹۹

۳۰۰

۳۰۱

۳۰۲

۳۰۳

۳۰۴

۳۰۵

۳۰۶

۳۰۷

۳۰۸

۳۰۹

۳۱۰

۳۱۱

۳۱۲

۳۱۳

۳۱۴

۳۱۵

۳۱۶

۳۱۷

۳۱۸

۳۱۹

۳۲۰

۳۲۱

۳۲۲

۳۲۳

۳۲۴

۳۲۵

۳۲۶

۳۲۷

۳۲۸

۳۲۹

۳۳۰

۳۳۱

۳۳۲

۳۳۳

۳۳۴

۳۳۵

۳۳۶

۳۳۷

۳۳۸

۳۳۹

۳۴۰

۳۴۱

۳۴۲

۳۴۳

۳۴۴

۳۴۵

۳۴۶

۳۴۷

۳۴۸

۳۴۹

۳۵۰

۳۵۱

۳۵۲

۳۵۳

۳۵۴

۳۵۵

۳۵۶

۳۵۷

۳۵۸

۳۵۹

۳۶۰

۳۶۱

۳۶۲

۳۶۳

۳۶۴

۳۶۵

۳۶۶

۳۶۷

۳۶۸

۳۶۹

۳۷۰

۳۷۱

۳۷۲

۳۷۳

۳۷۴

۳۷۵

۳۷۶

۳۷۷

۳۷۸

۳۷۹

۳۸۰

۳۸۱

۳۸۲

۳۸۳

۳۸۴

۳۸۵

۳۸۶

۳۸۷

۳۸۸

۳۸۹

۳۹۰

۳۹۱

۳۹۲

۳۹۳

۳۹۴

۳۹۵

۳۹۶

۳۹۷

۳۹۸

۳۹۹

۴۰۰

۴۰۱

۴۰۲

۴۰۳

۴۰۴

۴۰۵

۴۰۶

۴۰۷

۴۰۸

۴۰۹

۴۱۰

۴۱۱

۴۱۲

۴۱۳

۴۱۴

۴۱۵

۴۱۶

۴۱۷

۴۱۸

۴۱۹

۴۲۰

۴۲۱

۴۲۲

۴۲۳

۴۲۴

۴۲۵

۴۲۶

۴۲۷

۴۲۸

۴۲۹

۴۳۰

۴۳۱

۴۳۲

۴۳۳

۴۳۴

۴۳۵

۴۳۶

۴۳۷

۴۳۸

۴۳۹

۴۴۰

۴

”سارا میں نے جو کہا وہ تم نے سنا ہے؟“ عاقل نے تو مٹی محسوس کر کے کچھ غصت پہنچے میں ہوا تھا۔
”جی... میں سمجھ رہی ہوں۔“ وہ بری طرح گڑبڑائی کچی جبکہ اس پر عاقل نے نہیب کو دیکھا تھا جو اس وقت بھی عاقل کا دفتر موجود نقش کو اسٹوڈنٹس میں مگن تھی۔

”عجب! اپنی لوٹ کے لئے دینا۔“ کسی غیر مسلمی بچہ کا احاس ہوا تھا جو عطف برادر راست زینب سے عطف ہوا تھا۔ اسے نام کی کار زینب کا چکر لگا رہا تھا قیام عطف کو کھل کر اپنی طرف متوجہ کر کے اس کے ہوسان نکلا ہوا گئے تھے تھوڑے لمحوں کے ساتھ اس نے لوٹ کے عطف کی طرف بھاڑ دی تھی۔ خاموشی کے ساتھ وہ کانڈ پر کھڑے کھڑے غور کو دیکھ کر ہاتھ اور پاؤں مجھ پھیلے تھے۔ اس نے کھل زینب کے فید پر سے چڑے پر ڈال دی تھی۔ کوئی چوہا تھوڑا سا مل گیا۔ لیکن اسے نہ ہوا۔ اس نے ہاتھ اپنی طرف تھکرا دیا۔ کچھ سیٹھ سمجھا رہا ہوں نے سارہ نے عطف کو دیکھا۔ اس نے لوٹ کے غور سے اس کے گرد اس کی طرف متوجہ ہوا۔

”محکم کی اجازت سے یہ کام کر رہی تھیں؟“ عارف کے انتہائی سنجیدہ لہجے پر منسوب کامسٹری پر جھک گیا تھا۔

”فیہ! اس وقت تم جن کیفیات میں گھرے ہو اس سے بے گمان بننے ہو، تمہیں یاد رکھنا چاہیے کہ اس وقت سارے بھی کوئی ایسی ہی کیفیات میں جکڑے ہوئے ہیں جن سے ان کی ہمتیں ہل رہی ہیں۔“ عاقل نے پوری غصہ کی کہہ رکھا۔

”اگر ان حالات میں دودھ بھاری بات مان کر تمہارے ساتھ جانا پھر کسی توپ کا مودہ بہت پہلے کر چکی ہوئی ہو۔
آؤ یہ کہ جس کو فوس کا اس کے لیے مشکل میں تھا۔“

”میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ اس دن وہ میرا اچھا دوست رہا۔ میرا سارا کام میرے بھائی کے پاس تھا۔ اسے آج ختم ہے۔ میری بیوی کی حیثیت سے رہے ہوئے۔ خدا کا نظام مکمل کر کے میں اس کے پاس گیا تھا۔ اسے کہیں پہلے کہہ کر اور پھر دعا ہو گئی تھی۔ جتنا جاں میں نے ایک ہفتے کیسے کرک رہا تھا کیونکہ مجھے معلوم تھا کہ وہ ان سارے کے ساتھ تھکے سے اور بھول گیا تھا۔ میرا ان فراموشی سے پہلے وہ خود مارا ہو گئے تھے۔ اسے کہہ کر میں نے کہا کہ میں نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اچھا! یہ اچھا ہے۔ خدا کی تعریف ادا کرو۔“

”مگر میں یہ بول گیا تھا کہ جس کے لیے یہ قدم اٹھا رہا ہوں وہی دامن چھڑا رکھی ہے اور اب جب جب میں اسے دیکھتا ہوں یہ یقین کر رہی ہوں کہ وہ اس طرح سے طوفان اٹھنے لگے ہیں جس کا اس دلوں میں کچھ نہ بچتی ہو مجھے تو علم ہے کہ اگر چھینے کی کوشش نہ کر رہی ہوتی کیا اس وقت میرے کمرے میں موجود نہ ہوتی“۔ چہرے کے کجبرے تاثرات کے ساتھ وہ بول رہا تھا۔

”مجھے اس طرح اصرار آتا رہا ہے کہ ان تمام حالات و واقعات کو جسے میں نے طرزیق نقیہ اور طرزیق حسن سے
جستار ہے جو میرے خیال میں تجلیں، اس بات سے بہت زیادہ غم و غصے میں گراؤں گا کہ اسے کہو کہ گھبراہٹ یا کسی تنگ
میں گزرتا نہ کرتی تو آج تمہاری بیوی ہوئی اور تم کس اس وقت تمہارے کمرے میں موجود ہو؟“۔ عاطف کے عجیب
لہجے، روہانی کاسب ایسے ہیچے زیادہ کا اور اس کی سنگینی کی لہروں پر میری ہنسی جھٹک کر رہ گیا تھا۔

”وہی فی الحال تو پاچا ہی ہے کہ وہ اس وقت تمہارے کمرے میں موجود نہیں، وہ رات گزرنے کے بعد تمہیں یہاں سے اٹھ کر جب جاتے تو یقیناً وہ لاتعداد جوتوں سے تمہارا البانڈا متھل کرتی آتا تو جانا گیا ہوں۔“

”میں اس حوالے سے کوئی مذاق پر مبنی نہیں کروں گا تو بہتر ہے نہ خدا کو کہہ میں یہاں اٹھادی ایک تھا۔“
اس کے بارگاہِ دلچسپہ پر حاکف کی سسکناہٹ گہری ہو گئی۔
”اور وہ بارہا پتہ کیا کہ تمہیں کئی بات کی خبر کبھی نہ پچھے جو غلطی کی مشین تم کرنے سے ہو اس کے
بہر ضرورت کی کہ تمہیں کبھی نہ تھا۔“ دودھ کا گوارا سے بولتا تھا۔

”ابو مجھے یہ بتاؤ جن کی وجہ سے یہ سارے حالات سامنے آئے ہیں، ان کے بارے میں تم کیا کہو گے؟“

عاطف کا اشارہ یقیناً شمس کی طرف تھا۔

”سب کو اب اسی طرح چل رہا ہے جیسا وہ چاہتے تھے وہ جیت گئے ان کی انا کے حمزہ سے مراد وہ گئے ان کے لیے اس بات کو کہ ان کے لیے یہ بات تھی۔“

”جیت کرانی کی جاکے میں ہے؟“ کا جواب دیکھ کر سید صاحب نے کہا: ”تم نے جاکے میں ہے؟“

"میں آپ کا کوئی کام نہیں ہے آپ فوراً یہاں سے باہر جائیں اور اس وقت تک باہر ہیں جب تک میں یہاں موجود ہوں۔" عاقلہ نے کھم سادو کرنے پر غصہ کرنے سے انہما پریشان ہو کر پیچھے عاقلہ کو دیکھ کر سارو کو دیکھا تھا جو خوشی و نراہ کی تھی۔

"اور میں دن تک ہوگا میری موجودگی میں آپ اسٹری میں نہیں ہوں گی بعد میں اپنی غلطی کے ساتھ جو کہ آپ پر پکڑ کر نکلی ہیں۔" Now, get out immediately "تخت لیجئے میں دوسرا سٹاؤ دو بارہ کی پورس کریں کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ سارو کی ہمت نہیں ہوئی تھی۔ یہ اس غصوں سے وہ غصہ کو دیکھتی رہی تھی جو سرے سے قدموں کے ساتھ جا کر اسٹری کے باہر نکلی ہوئی تھی۔

"عاقلہ بڑی، واہیں بڑا پس اسے اتنی روئے ہے۔" سوئے ہمت کر کے سٹاؤ کی تھی مگر غصوں غصوں سے عاقلہ نے اسے دیکھا تھا وہ جڑے کچھ نہیں بولی تھی۔

کچھ دیر بعد میں دونوں کو پکڑ کر لے کر اپنے دروازہ اسٹری سے باہر آیا تھا اور ایک لمبا کوک روئیں جانب دوڑا اسے لے کر ایک کونڈی لگا دیا۔ ایک طرف میں اس کا پیرو مشن کی سے سر نہ ہوا تھا۔ "بس آپ، اندو جا سکتی ہیں۔" ٹوٹ ایک سے واہیں کرتے ہوئے عاقلہ نے کہا تھا اور اس کے بڑھ گیا تھا۔

رینوڈنٹ کے پرسکون ماحول میں کھانے کے دوران باتوں کا سلسلہ جاری تھا جب اچانک عاقلہ نے کہا تھا۔

"تم نے کیا سوچا ہے اس کپڑے کے آفر کے بارے میں جو پٹی پر ڈاکٹ کی پرورش کیے تھیں؟ دوسری ہے؟" "تم جانتے ہو کہ میں یہ کام ہرگز نہیں کر سکتا پھر کیا سوچا اس آفر کے بارے میں؟" وہ سرری کیا اندام میں بولا تھا۔

"تم اپنے وقتی فوس کب سے ہو گئے؟ ایک زبردست opportunity تمہیں ملی ہے نام شہرت، روئے، کیا کچھ نہیں ہے اس کیلئے میں اود تم اسے ٹھکرانے کا عہد کرنا چاہتے ہو؟" عاقلہ نے حیرت کے ساتھ کہا تھا۔

"جی جیو کے نام تم گوارا ہے وہ وہ سب جتنی مقدار میں میرے پاس ہیں میں اس میں خوش ہوں زیادہ کی طلب بھی نہیں کرنا چاہتا۔" وہ تجلی کی سے بولا تھا۔

"میرا جیو ہے کہ جب اللہ کی طرف سے جیو زیادہ پہنچتی ہے مواقع تیسرا ہے جیو تو نہیں ملے گا تو ناشی مت کر تو مٹ جائے ہوا اس کپڑے کے اندوڑی میں ہماری سے مسئلہ رائلے میں ہیں کل انہوں نے مجھ سے کہا تھا کہ میں تم سے یہ جیو کہ تمہارا جواب کیا ہے۔"

"میرا جواب معلوم کرنے کے لیے انہیں تمہارے سہارے کی ضرورت کیوں پڑی؟" شہرہ دوسان میں بول اٹھا تھا۔

"جیو، مگر جیو، تم ابھی طرح جانتے ہو تمہارا یہ ان کے لئے تمہاری طرف سے ہے۔" وہ دیکھتا ہے۔

عاقلہ نے غصوں غصوں سے اسے دیکھا تھا۔

"انہوں نے میرے لئے یہ کپڑے کیوں؟" وہ اس کے ساتھ ہی جھڑپوں نے ہی کہا ہے۔

سے جس میں سے اس کے کپڑے پڑا ہے۔ وہ دیکھتا ہے۔

"فی الحال میں تم سے جس ٹاک پر بات کر رہا ہوں اسی پر توجہ رکھو۔" عاقلہ نے کچھ نا اہلی سے اسے دیکھا تھا۔

"اور میں جیو میں یہ مشورہ دے رہا ہوں کہ اس آفر سے جان چھڑانے کی یہ وقتی مت کرو اس کپڑے کے کچھ سوچ کر ہی جیو میں یہ آفری ہے ورنہ وہ آخر کی سیر کی ہو گئی دے سکتے تھے مگر توجہ دینا پٹی پر ڈاکٹ کی پرورش کے لیے ایک چیلنج ہے جیو جس کا Physical appearance بھی انٹریکٹو ہو اور Consumers کے لیے وہ کپڑا اور اس کی پرورش appealing بنانے کا بھی ہو مگر ان ساری ترجیحات پر کمرے دتے ہو میری نہیں۔" عاقلہ نے کہا تھا۔

"مگر مجھے واقعی یہ عیب لگ رہا ہے اس آفر کو قبول کر کے بعد مجھ پر نازل کا لٹیل لگ جائے گا۔" وہ جیواری سے بولا تھا۔

"تم اس فیلڈ کو پرورش نہیں بنائے ہو ایک دو تجربے کرنے میں کیا حرج ہے۔" عاقلہ نے رنج ہو کر کہا تھا۔

"دیکھیے جیو جس form میں اس پرورش کی پرورش ہوئی وہ صرف پرنٹ میڈ ایک تھا ہوئی۔" سیکرٹری میں اس کی advertisement ہوئی اور شہر کی شہرہ ہوں اس پرورش کے ساتھ تمہارے بلند بلا پورڈ رکھنے کے ہوں گے۔"

"میں ایک عام سائل بندہ ہوں تمہارے لیے یہ سب معمولی ہو سکتا ہے مگر میرے لیے یہ اتنا آسان نہیں ہے۔" وہ تذبذب کے ساتھ بولا تھا۔

"تمہارے گریڈ کی جیو کہ سارو ہے جو فی شان مت ہو میں اس سے بات کر لیتا ہوں۔" عاقلہ نے یکدم ہی کہا تھا۔

"وہ میرے کسی عمل پر مبنی یا پشت و عمل کا اظہار کیا کر کہنے لگی جب وہ خود کو مجھ سے میری زندگی سے الگ کر چکی ہے میں اب کڑے میں شہرہ گوں۔" وہ کئی میں اسے لے کر دیکھیں ہو سکتا۔" وہ نا گواری سے بولا تھا۔

"مفتوول قیاس آرائیوں نہ کرو۔" عاقلہ نے اسے گھر کا تھا۔

"جیو مجھے یاد آ گیا۔ سارو سے جس اکی سلسلے میں بات کرنی ضروری ہے اگر اسے کوئی اعتراض ہو تو میں اسے سمجھاؤں گا۔"

"تمہیں کچھ سمجھانے کی ضرورت نہیں ہے نہ کی وہ میرے متعلق کسی بھی رائے کا ظہار تمہارے سامنے نہیں کرے گی اس کے نزدیک میری حق اہمیت نہیں کرو۔"

"بس۔" عاقلہ نے اسے نکال دیا تھا۔

"تم کتنا جیو بول رہے ہو مجھے اندازہ ہے اس کی رائے کی تکی اہمیت ہے یہ بھی مجھے معلوم ہے۔" وہ خوشوار میرے سامنے بیٹھ کر کہنے لگا۔ "ناراض تھے تو اس ہجرت ہے کہ اس کی اجازت کے بغیر تم سانس بھی کیسے لے رہے ہو اور تم کہتے ہو کہ وہ خود کو تم سے الگ کر چکی ہے۔" عاقلہ نے کپڑے میں اسے دیکھ کر کہہ دیا تھا۔

"تم تو اسے دیکھ کر کہنا۔" وہ مجھ میں سے کسی نہیں تم خوشوار ڈری ہو۔" اسٹری سے ابھرتی ہوئی

دراز پر عاقلہ باہر نکلی گیا تھا۔

151

"میں اسے گیت سے یہاں تک سمجھتی ہوں کہ وہ لائی ہوں۔" سارو کی آواز بھری تھی۔
 "تم نے کوئی بہت بڑی غلطی نہیں کی ہے ویسے بھی میں تو تمہارے بہتر کی فکر میں ہوں تم دیکھنا عاقل
 بھائی اسے اپنے صوفیوں میں لائی تو تمہارے سامنے گئے کیچڑ کی تریف کر رہے تھے۔" سارو نے کہا تھا۔
 "اچھی وہ جیسی آتے ہیں تم ان سے سوری کہہ دینا۔" سارو نے کہا تھا۔
 "سارو نے کہا تھا۔"

"کل صبح کا آخری دن ہے میں بھگت نویں کی اپنی غلطی کی سزا کا منظر دوری ہے بعد میں ان سے میں معافی بھی
 مانگ لوں گی۔" سب کی مدد آواز سنائی دئی تھی۔
 "مغربی میٹ ہونے والا ہے جس طرح غلط سمجھا سکتے ہیں ہم بے خوف کہہ سکتے ہیں کہ کل بھی اپنے
 گھر سے تم نے دس بار بھگتوں کو کڑا کھانا پڑھیں گے اور اس بہت سی چیزیں نہیں سمجھیں آئی تھیں۔" سارو نے
 اسے سمجھانے والا انداز میں کہا تھا۔

"معافی مانگنے کی کوشش تو میں نے کل ہی کی تھی مگر ان کے سامنے مجھ سے کچھ بولا ہی نہیں جاتا۔" غنیمت کی آواز
 سنی تھی وہ دھڑکی لگی تھی جب عاقل، اسٹیو میں داخل ہوا تھا۔ صرف سے وہ دہرا جانے کے لیے نکلی تھی۔
 "آ جا میں وہاں اپنی جگہ پر۔" عاقل کی آواز پر وہ بے غنیمت کے ساتھ رک کر اسے دیکھنے کی کڑی کچھ بولی
 طرف متوجہ تھا۔

"میں نے کوشش کی اور ان دونوں سب سے کچھ ضروری بات کر دی تھی جب عاقل نے اسے کہا تھا "آج وہ کلاس کے
 بعد باہر نکل گیا تھا۔" سب نے کچھ دیر میں مصروف ہو کر کہا تھا۔
 "ان سے کہہ دینا تم پر دیکھنے کے منتظر بات کر رہی تھیں مجھ سے۔" غنیمت کے پریشان انداز میں تاکید پر وہ
 مسکراتے ہوئے عاقل کی سمت بول رہی تھی۔

"میرے لیے نہیں کرنا مشکل ہے کہ یہ قانون تمہاری دوست ہیں۔" عاقل کے دم خٹکے انداز پر وہ مسلسل
 ہنسی روکی اصول پر چڑھ گئی تھی۔
 "تم اسے یہاں بلا کر اس کا وقت برباد کر رہی ہو یہ کچھ سیکھنا نہیں چاہتی اس کی حرکات سے بخوبی اندازہ ہو چکا
 ہے مجھے۔"

"ایسا بالکل نہیں ہے وہ اتنی بے خوف اور لاپرواہ نہیں ہے۔" سارو نے کچھ نا اہلی سے کہا تھا۔
 "اچھا مجھے تم سے کچھ بات کرنی چاہتی ہو مگر میں شیٹ کے معاملے سے آج کل جھڑک رہا ہوں۔"
 عاقل نے بغور اس کے پیچھے دوڑتے چہرے کو دیکھا تھا۔

"تمہارا کیا خیال ہے اس بارے میں؟"
 "میں کیا کہہ سکتی ہوں اس بارے میں اسے اپنے کسی ذاتی فیصلے کے لیے میری رائے کی ضرورت نہیں ہے ہوتی
 مگر میں سب کی کیا رائے سے میں یہ بھی نہیں جانتی۔" وہ سنجیدگی سے بولی تھی۔
 "میرا سب کی نہیں صرف تمہاری رائے کی بات ہو رہی ہے میں بھی تمہاری رائے ماننا چاہتا ہوں۔"

"میں آپ سب سے مشاوری و مشاورت کے لیے آ رہی ہوں۔" سب کی رائے سے میں بھی اس پر متعلق ہوں۔
 مسکراتے کے ساتھ وہ بات کر رہی تھی کہ سب کی رائے سے میں بھی اس پر متعلق ہوں۔
 "یہ تو جس جگہ۔" عاقل نے ایک ایک جگہ سے متعلق ہوا تھا۔
 152
 2012

"کیا ہے؟" وہ جہاں ہوتی تھی۔
 "میں خیر آ رہا ہے اس میں تمہارے لیے کما حقہ فائدہ ہے۔" غنیمت نے مجھے یہ جیسے دینے کے لیے کہا تھا شاید
 اسے سمجھ رہا تھا کہ میں اس کے ساتھ سے نہیں لوں گی۔

"میں آپ سے بھی نہیں لوں گی اس سے میں میرا اپنا فائدہ مانا کر دے وہ مجھ سے اس کے کمرے میں
 نوٹ کر رہا تھا۔" وہ بھگتوں کی گواہی چاہتے بولی تھی۔
 "وہ بھگتوں میں صرف وہ تھا جو انہیں ضرور دیکھنا چاہتا تھا۔" عاقل نے غنیمت کو دیکھ کر اسے اشارہ دیا تھا۔
 "مگر وہ تو میں بارش میں ہوا جاؤں گا۔" عاقل نے غنیمت کو دیکھ کر اسے اشارہ دیا تھا۔

غنیمت کو گیت کے بارے میں کہہ کر وہ جب وہاں آئی تو کافی دیر ہو چکی تھی مگر سب اسے لاؤنج میں ہی نظر آ رہے
 تھے اور وہی وہی پرکھتی جا کر کھڑے تھے۔
 "اچھی وہی آج تمہاری بات کے لیے بہت وقت ہوتا ہے عاقل بھائی کے پاس۔" کارپن پر نیم دراز نشاں نے
 شرارتی نظروں سے دیکھا تھا جیسے کہ سارو نے ایک ٹک ٹوٹ کر اسے دیکھا تھا جو اسے برا بھلا کہنے کے
 سب لپٹا کھل لی وہی کی سمت متوجہ تھا۔

"غنیمت جی کی؟" سارو نے پوچھا تھا۔
 "جی ہاں۔" مختصر جواب دیتی وہ سارو کے ساتھ ہی جا رہی تھی۔
 "آج تمہارے ساتھ کلاس کے لیے مجبوراً سارو کی بات کو کافی دیر چل رہی ہے۔" لی وی سے ایک لمبا نظر بنا کر
 غنیمت نے اسے دیکھا تھا۔

"تھک کر رہی آج کے بعد مجبوراً میں نہیں آؤں گی۔" سارو کے خٹکے لہجے پر مسکرائی تھی۔
 "کہاں تک محدود حاصل ہو چکا ہے؟" سارو نے پوچھا تھا۔
 "کچھ تو پچھو پچھو کا راز دیکھنے کے بعد عاقل ہمارے خٹکے بھی دیکھ لیں تو بہت بڑی بات ہے۔"

شدید پریشان کن انداز میں بولی وہ بچہ کن کی طرف متوجہ ہوئی تھی اس کے ساتھ سارو کا ایک تھا۔
 "آئی آپ کے ایک میں اسے ڈیڑھ سا روئے ہے ہیں میں آؤں گے کہ اسے اس میں سے روئے لے
 لوں۔" جی کی چٹائی آواز پر سارو نے اسے ہنسنے کے ساتھ سارو کو دیکھا تھا جو کچھ روئے بیک سے لے
 لے چکی تھیں۔

"سارو! آج روئے کہاں سے آئے تمہارے پاس؟" میں نے اسے روئے نہیں دینے سے نہیں۔
 "سارو! آج روئے کہاں سے آئے تمہارے پاس؟" میں نے اسے روئے نہیں دینے سے نہیں۔
 "سارو! آج روئے کہاں سے آئے تمہارے پاس؟" میں نے اسے روئے نہیں دینے سے نہیں۔

"سارو! آج روئے کہاں سے آئے تمہارے پاس؟" میں نے اسے روئے نہیں دینے سے نہیں۔
 "سارو! آج روئے کہاں سے آئے تمہارے پاس؟" میں نے اسے روئے نہیں دینے سے نہیں۔
 "سارو! آج روئے کہاں سے آئے تمہارے پاس؟" میں نے اسے روئے نہیں دینے سے نہیں۔

"منع کرتی ہوں مگر وہ سننے نہیں ہیں۔" شیت کی موجودگی کی وجہ سے یا کچھ اور اس کا عمل سامنے آیا تھا۔
 "میرا حال آنکھ جال رکھنا کھانے پینے کی چیزوں کی بات، نگہ سے اسے ترس جاتا رہتا ہے گھبراہٹوں کو
 کا سوال نہیں اٹھتا مگر اب روپے لینے سے قطعی انکار کر دیا تاہم اس ہوتا ہے تو ہوسے وہ کسی کے تحت لے سکے تاکہ
 کرنے پر راجح میں تنہی کی بڑھتی گئی۔ نظر تھا کہ سارے اسے دیکھتے تھے جو خاموشی کے ساتھ اٹھا تھا، اور کسی بھی
 جانب دیکھتے بغیر لاؤنج سے نکل گیا تھا۔

☆ ☆ ☆
 آج کے ٹینٹ میں ان تینوں کو الگ الگ ادھک قسم کے پردے چٹکس ملے۔ سارے کو یقین تھا کہ پچھلے ٹینٹ کی
 طرح اس بار بھی شاندار طریقے سے شرمندہ ہونا پڑے گا مگر وہی بڑا ہی خود اس کا لاؤنج ہوتا ہی پائی اور نسیب کی
 مستقل خاموشی نے اس کا یقین ختم کر دیا تھا۔
 "سارے میرا ٹینٹ کھل ہو گیا ہے۔" ٹینٹ شروع ہوئے آدھ گھنٹہ گزر چکا تھا جب یہ خبر یہ سرکشی اس کے
 کانوں تک وہاں سے آئی تھی جہاں سے بڑے قدر رکھتا ہی مانگن تھا۔ یہ سب سے پہلے اس نے نسیب کے کامیابی کی
 خوشی سے جھٹکے چہرے کو دیکھا تھا دوسری جانب شاید یہ خیال ہی اسے اتنا افسوس دیا تھا کہ وہ نورانی اٹھ کر
 حلقہ کی سمت بڑی گئی جو ہر پتھر کے پاس موجود پڑت آؤٹ نکالنے میں سرفہرہ تھا۔
 "مرا میرے سارے پردے چٹکس کھل ہو گئے ہیں آپ چیک کر لیں۔" نسیب کی آواز پردہ چھوٹ کر اس کی
 طرف متوجہ ہوا تھا۔

"تم میں چکا ہوں آپ اب واپس جا کر بیٹھ سکتی ہیں۔" حلقہ کے ڈکڑے بچے پردہ وایک لمبا کودنگ ہوئی تھی
 اور الگ الگ علی علی تخت اور شرمندگی سے اس کا چہرہ ڈانٹ رہا تھا۔
 "اور وہی بڑی ہیں۔" چھوڑ کر اس نے آپ چیک کر لیں گے۔" سارے محسوس کر گئی تھی اس لیے نسیب کی دیکھنے کے لیے
 کیا تھا اور یہ حوالے کی نسیب کے ساتھ حلقہ کا پردہ پر بیٹھ کر آتا تھا۔
 ٹینٹ کے چھت سے کچھ غلطیاں سرزد ہوئی تھیں اس کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ اسے بالکل ہی انکار کر دیا جائے
 یہ سب اس لیے بھی زیادہ محسوس ہوتا تھا کہ بالکل برعکس حلقہ کا پردہ سارے اور سارے کے ساتھ ہوا تھا۔
 آدھا گھنٹہ مزید گزرا تو اس رونوں کا بھی نام ختم ہونے کا مکمل حلقہ سے دے دیا تھا۔ پہلے سارے اور
 اس کے بعد نسیب کی باری آئی تھی جو سب سے پہلے ٹینٹ سے خارج ہو چکی تھی۔
 "آپ نے کیا بیڑا آف کیا ہے؟" نسیب نے کہا کہ آپ کے پردے چٹکس؟" حلقہ نے کچھ حیرت نہ دکھائی
 اسے دیکھا تھا جب پہلے ٹینٹ کا گھوڑا ساکت ہو چکی تھی۔

"نسیب اپنے پردے چٹکس دکھاؤ۔" سارے نے کچھ گھبرا کر اسے پکارا تھا مگر اسے ہی لمحہ وہ جتن دیکھ رہی تھی جب
 نسیب کو بھی کچھ خبر نہ آئی تھی کہ اسے ایک کنڈے پر ڈالنی ضرورت سے اس طرح سے نکل گئی تھی۔
 "میں جا کر دیکھتی ہوں۔" جبران نے فرما دیا کہ وہ حلقہ کو گفت و دو نظر سے دیکھتی ہوئی نسیب کے پیچھے آئی
 تھی مگر اسے یہ محسوس بھی نہ ہوا کہ نسیب کی سب اس کی آواز پر اس نے کیا اپنے بھائی کے ساتھ ایک
 پرانی بات کی تھی۔

☆ ☆ ☆
 "آس پار کوئی بہت۔" مگر گناہ یہی رہا ہے پر تم نے اسے ہر صورت کوئی نہ دیکھ کر لے گئے۔" شیت

رخ کے تحت قہقہے میں ہی آئی وہ حکم صادر کر رہی تھی۔
 "کیڈل لائٹ ڈنڈے کے لیے تمہیں پتہ ہے یا نہیں؟" اس کا جواں گالے ختم میں کیونکہ اس میں پرے مجرہ نہیں ہو
 سکتا۔" شیت نے رخ سے ایک کھینچ لیا۔
 "مجھے کچھ نہیں سنا، اگر میری برکت دے تو ہم نے میری خواہش پوری کی تو اس دن میں میں نہیں باقی نہیں۔" مومو
 نے کہا جانے والی نظروں سے گھوڑا تھا۔
 "تم تو روہی۔" میں نہیں رہوں گا تہہ راہ خواہش پوری کرنے کے بعد۔" شیت نے ناگوار نظروں سے اسے

دیکھا تھا۔
 "تمہیں ساتھ باہر لے جانے سے پہلے مجھے ایک ایک کر کے تمہارے درجن بھر بھائیوں کو کسی عمارت میں لے جا کر
 چھوڑنا ہوگا۔" کچھ گھنٹے پہلے سے وہ منوں میں وہاں سے بھی دوڑے چلا آئی تھی۔ سکا کوئی ٹکڑے جہاں تہہ راہ
 بھائی آخر آتے ہوں؟ پھر کڑاؤ تو اس کے پیچھے سے بھی وہ آدھ گھنٹہ کے لیے۔" یہی طرح تپ کر دوہرا چلا گیا تھا
 جیکر مومو نے کولے اسے کئی روہی تھی۔

"نیا ہوا ہے؟" برآمدہ میں آتے شے سے حیرت سے ان دونوں کو دیکھا تھا۔
 "آپ بتائی کیا میرے بھائی کے کھانے پر جو ہر پتھر کے پیچھے سے برآمد ہو جاتے ہیں۔" مومو ملتی
 بھینتی ان سے پوچھ رہی تھی۔
 "میں نے کہا ہے؟" شیت نے ایک نظر شیت سے سرکاتے چہرے پر ڈال کر تھی۔

"اس گھر میں ایک ہی چھپاؤ گھر سے میرے بھائیوں کا۔" مومو نے خود بخود نظروں سے شیت کو دیکھا تھا۔
 "آپ کا تعجب کیوں کر ہو؟" شیت نے کہا کہ وہی گھر کو۔" شیت کی بات پر وہ ہلکا سا ڈانٹنے والے لہجے کے
 ساتھ گھر کے اندر گئی تھی جیکر گھر میں وہی اس کے پیچھے جاتی مومو کو دیکھ کر اس کے ساتھ ہی کر اڑتی سمت بھاگنے
 تھے جہاں حلقہ اور شیت تو اس میں مصروف تھے۔
 "مجھے بھائی کا ہو جا تا جو کیکرین میں آپ کے ساتھ یہ اونٹوں بھی چھپ جاتا۔" مومو نے اپنی تہہ

انھیں شیت شیت پر تار کی تھی۔
 "بائیں۔" شیت نے ہر۔" شیت نے گھر کا تھا۔
 "تمہارا بھائی اس کا۔" شیت نے کہا کہ وہی جواب ہوا ہے۔" حلقہ نے کہا تھا۔
 "تمہارا بھائی تو۔" شیت نے کہا کہ وہی بھائیوں کے شیت کو بھی دیکھتے تھے جو مکمل نظر اور

یہ تہہ راہ یہ مسیح میں۔" شیت نے کہا کہ وہی حلقہ نے کہا تھا۔
 "سب بھائیوں کا۔" شیت نے کہا کہ وہی بھائیوں کے شیت کو بھی دیکھتے تھے جو مکمل نظر اور

☆ ☆ ☆
 "تمہارا بھائی اس کا۔" شیت نے کہا کہ وہی جواب ہوا ہے۔" حلقہ نے کہا تھا۔
 "تمہارا بھائی تو۔" شیت نے کہا کہ وہی بھائیوں کے شیت کو بھی دیکھتے تھے جو مکمل نظر اور

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

”جیسے جیسے معاملے سے نظر ہٹا کر سارے ایک لاکھ دو سو روپے میں نظر آتے اس کے چارٹ پر ہے والی کی۔“
 ”آپ نے خواہاؤ تمہیں ذمت دی گئی تھی کہ ساتھ ہی گھر واپس آ جاؤ۔“
 ”میں رو کر گئی۔“
 ”شاید وہ یہ بھول گیا تھا کہ تمہارے لیے خدمت گاروں کی کیا نہیں ہے۔“
 ”میں لگا تھا۔“

”اور ذمت کی بات میں کہہ دیتے تھے اور ہمدردی والا لگا دیتے تھے جس میں۔“
 ”جانتی تھی وہ یہ بھول گیا کہ میرے خدمت گار بہت ہی انہیں دانی تھیں ہمدردی مجھے لینے کے لیے نہیں بھیجا جا چکا تھا۔“
 ”میں چچے کے ساتھ کارڈ لکھے تھے وہ دلی کی اور چچہ دوسری طرف بکیر لگا تھا۔“
 ”شاید کسی کی جھگڑا تھا اسے محسوس ہونے لگی تھی۔“
 ”میں جلد لگا کر بیٹھتا تھا جتنی جی گازیوں کے مطابق نظر دڑا سکتے تھے اچانک ہی اس کی نظروں کی جانب مچی تھی اور لگے ہی ہاس کی آنکھیں ساکت ہو گئی تھیں۔ آسان تک جاتے ہیں وہ پتیل بڑے کھانا کھا کر ہول کی مڑھ کر دے لگا تھا۔“
 ”کچھ چوک کر وہ دڑھ کر قریب آتے اس کے کچھ کی طرف متوجہ ہوا تھا جسے بچانے میں اسے زیادہ ذمت نہیں لگا تھا۔“

”میں اس اطمینان کیا کر رہی ہوں اس وقت؟“ وہ کھڑکی کے لیے چہرہ لگا تھا۔
 ”وہاں میرے ہاکی بھولوں کی دکان ہے۔“
 ”بچے ایک جانب اشارہ کرتے ہوئے لگا تھا۔
 ”شام کو میں ان کے ساتھ ہی دکان پر ہوتا ہوں شان بھائی کبھی دکان پر آتے تھے اب آپ سے ملتا جا رہی ہوں آپ کا شکریہ ادا کریں آپ ان سے ملیں گے؟“
 ”کہہ دیتا ہوں وہاں سوالی بھی کر گیا تھا۔“
 ”کیوں نہیں میں ضرور ان سے ملنے؟“
 ”اگر تم کو بتاؤ اسکول جا رہے ہو روزانہ؟“
 ”جی۔“
 ”اور میرا بچہ ہاکی اور میں کبھی اسکول میں جا رہے ہیں وہ اسکول بہت اچھا ہے۔“
 ”بہتر ہے کہ کرنا ہی طرف متوجہ سارہ لگا کر لکھا تھا۔“
 ”آپ کے بچے کبھی اسکول جاتے ہوں گے؟“
 ”اس نے یکدم ہی بڑی مصیبت کے ساتھ شیت سے سوال کیا تھا جو دھک سے اٹھ گیا تھا۔ دوسری جانب سارہ نے بے ساختہ سکرٹے ہوئے اس کے پیچہ کو دیکھا تھا۔“

”تم اب فرار واپس جانا کیسے مت کرنا۔“ شیت نے بھت میں اسے پانے کا اشارہ کیا تھا۔
 ”وہ آپ کی اتنی بڑی تصویر کی ہے وہ دون پہلے میں نے فوراً پانچپان لیا تھا۔“ شیت کی سننے بغیر وہ اپنی ہی بولے گیا تھا۔

”میں نے تم سے کیا کہا ہے؟“ شیت نے ٹھنکے بغیر اس سے دیکھا تھا۔
 ”میں جا رہا ہوں گھر پہل لے لیں۔“
 ”بلا خیر آئے ہیں اس نے بھول کر اچھا سا لکھتے شیت کے حوالے کیا تھا۔“
 ”یہ بہت لڑکھا جات گیا ہے۔“
 ”شیت نے کہا۔“

”میں اسے سنبھال کر کہوں گا۔“

”آپ کو خود ساروں کا اسے سنبھال کر کہنے کا گھر ابھی یہ والا ان کو دے دیں۔“
 ”بچے نے کچھ شرابی آوار میں کہا تھا دوسری جانب سارہ نے سرعت سے بھول شیت کے ہاتھ سے اچک لئے تھے۔
 ”تجھے اچھے ہو تم وہ دوسرا بکے گی تم نے مجھے دیا ہے۔“
 ”سارہ نے سکرٹے ہوئے کہا تھا۔ دوسری جانب شراب سے ہونے دھونڈا پیچھے ہوا تھا۔
 ”کیوں ہیں؟“
 ”سائل اس نے شیت سے کہا تھا مگر لگے ہی بلی شیت نے جس طرح سنجیدگی سے اسے جانے کا اشارہ دیا تھا وہ فرار واپس سے اشارے پر ٹپ کر گیا تھا۔“

”اس کے سوال کا جواب نہیں تھا سارہ نے پاس؟“
 ”بھوکا سلاٹے ہوا تھا جب وہ پوچھے بغیر بند ہو گئی تھی جواب کا انتظار کرتی وہ چند لمحوں تک اس کے خطرناک حد تک سنجیدہ چہرے کو دیکھتی رہی تھی جو ڈراما کرین کی طرف ہی متوجہ رہا تھا۔
 ”بچے ہوئے چہرے کے ساتھ اس نے بھی کچھ ڈانٹ بڑا کر ڈال دینے تھے۔“

☆ ☆ ☆

”وہ سب کی کت جانا جاتی تھی مگر لاؤنج میں جو سارہ کی نگاہ پر اس کی طرف جاتا تھا۔“
 ”تم نے زب کو تیار کیا تھا کتا جت چہرہ کی طرف جاری ہو اس لیے کلاس میں لڑکی؟“
 ”وہ پوچھ رہی تھی۔“
 ”نہیں۔“
 ”آپ کیوں پوچھ رہی ہیں؟“
 ”سارہ نے پوچھا تھا۔“
 ”وہ ان کی نہیں کی تو میں نے سوچا کہ تم نے اسے اپنی غیر موجودگی کا تیار ہوا کتا دینے میں چاروں سے روئے بھی نہیں دینی اسب ٹھیک ہے؟“
 ”فون کرنا تھا اسے۔“

”کتنی سہولت ہوتی ہے اس سے طبیعت اس کی کتنا سارہ سے اس لیے نہیں آ رہی۔“
 ”مائل کو تیار دیتے؟“
 ”سارہ نے پوچھا تھا۔“
 ”نہیں کچھ ضروری ہوں جا کر تیار ہوں۔“
 ”سارہ نے کہا تھا۔“
 ”میں کالی بنانے جا رہی ہوں آپ کس کی؟“
 ”نہیں جی۔“
 ”یہ نام نہاد تم بچہ کو کسوں کی طرف اشارہ نہیں ہیں جاہلوں سے پوچھو۔“
 ”کالی کے لیے آپ کے سہیل بھی انکار کر سکتے ہیں۔“
 ”وہ کھینچنے میں بولی گئی۔“
 ”ہاں سنو۔“
 ”سب وہاں میں نہیں آپ کے سہیل آپ کے سہیل کہتے تھیں بھری ہو یا نہیں؟“

”سارہ نے گھر کے والے انداز میں بولی تھی۔“
 ”ایک سے اب میں بھی لیٹ لارہ لوں گی یہاں پر چلی گئی ہے۔“
 ”سکرٹے ہوئے وہ بولی آگے بڑھ گئی تھی۔“
 ”فائل بیکر کرتے ہوئے وہ اس کی طرف متوجہ ہوئے تھے جو کچھ اسی سے نہیں سمجھتی قریب آ رہی تھی۔“

”آپ کہاں گئے تھے میں نے وہاں دیکھا۔“
 ”سارہ نے بغیر تاثرات کو دیکھا تھا۔“
 ”شاہد میں نے سنا تھا کہ وہ کال کوئی کام ہے؟“
 ”وہ نالے والے انداز میں پوچھ رہے تھے۔“
 ”کیا میں سہل کے کام سے ہی آپ کے پاس آ سکتی ہوں؟“
 ”وہ عجیب سی سہل کے ساتھ بولی تھی۔“
 ”میں گھر واپس آئے۔“
 ”میں نے حیرت سے اسے دیکھا تھا جو خانہ کھریڑ کی تھی۔“
 ”بیمار کی طرح میں تھکتے ہوئے تھیں کتا جا رہا تھا۔“
 ”ان کے کتہ کے ساتھ ہی دیکھ کر چننے کی تھی۔“
 ”تم سہل سے ہو جی؟“
 ”کوئی سہل کو بیٹا کی تو نہیں؟“
 ”ان کے بے ترتیب سے کچھ پر سارہ نے ابھی ٹھہرا دیا اگست 1991ء اپریل 2012ء

سے نہیں دیکھا تھا۔

”یہاں آپ ہیں آئی ہیں؟“ میں سب میرا ہاتھ ڈال کر دیکھ رہی تھی۔ یہاں کوئی سڑک کبھی ہو سکتا ہے اور اگر کبھی کوئی پریشانی یا مسئلہ ہو جاتا تو میں آپ سے یہ بیان کروں گی مگر مجھے آپ اکثر پریشان دکھائی دیتے ہیں اور میں صرف سوچ کر رہ جاتی ہوں کہ آپ سے پریشانی کی وجہ یہاں پر کیا ہے؟ وہ کبھی یہ بھی سے ہوئی تھی۔

”تم ساری وجوہات جانتی ہو سارہ؟“ وہ کھنگھلے کھنگھلے مجھے جیسے جیسے ہوا سے کہنے لگی۔
”مجھے نہیں سمجھتا کہ میں کس گفتگو میں تھلائی کروں؟“ میں نے کہا کہ میں اس سے کہہ دو وہ میرے قریب آ جائے ایک بار سب کچھ بھول کر میرے سینے سے لگ جائے۔ ان کے دھم دھم دیکھنے پر سارہ کے دل کو دھکا سا لگا تھا۔

”وہ اب بھی آپ کے قریب ہے آپ بہت سوچیں کہ۔۔۔“
”نہیں ہے وہ قریب۔“ میں نے سارہ کی بات درمیان میں کاٹی تھی۔

”مگر اندازہ بھی نہیں لگا سکتی ہو کہ وہ کس قدر مجھ سے دور ہو چکا ہے؟“ سارہ نے اپنے انور میرے درمیان قائم کر رکھا ہے۔ اس سے پہلے بھی اس کا شکل نہیں ہوا کہ میں اسے کیسے مخاطب کروں؟ مخاطب کروں تو یہ خوف دل میں آتا ہے کہ وہ نہیں سمجھے جواب دینا پسند کرے گا یا اپنی خاموشی غلطی سے مجھے حیرت زدہ کرے گا۔
”مگر وہ آپ کی باتوں کے جواب دیتا ہے وہ بھی آپ کی کوئی بات ان کی نہیں کر سکتا۔“ سارہ نے درمیان میں کہا تھا۔

”تم نہیں سمجھو گی بڑی دبی سے بات کرنے کے لیے مجبور کر کے جواب دیتی تھی ہے اس سے بہتر ہے اس کی سر دھری کو خاموشی سے چھیل جانا۔“ وہ کہہ کر اس کی ہلکے سے ہاتھ سے

”میں نے بہت اس کے لیے دیکھا کہ کتنا چارہ جو میں اس کے لیے بہتر لگتا تھا اور اسی ضمن میں مجھے یہ بھی نظر ہی نہیں آیا کہ میں کہاں کہاں اسے لکھتی رہتا ہوں اور اب جب دیکھنے کے قابل ہوں اور اسے وہ پریشانی کی حدوں تک پہنچ گیا ہے۔ میں اس سے ظلم کر رہی ہوں کہ اسے کبھی خوش نہیں ہوا ہوں لیکن یہی برداشت سے باہر ہے۔“

”میری وجہ سے آپ کو ان حالات کا سامنا کرنا پڑا ہے میری وجہ سے وہ آپ سے بھی بدگمان ہوا ہے۔“ وہ مجھے سبکے شکر چھانکے ہوئی تھی۔

”اپنے لیے ایسا بہت سوچو یہ وہ بھی دیکھتا ہے کہ ان حالات کا ادا و خداداد میں خود ہوں۔“ میں نے کہا تھا۔

”وہ آپ سے بہت محبت و شفقت دکھاتا ہے وہ زیادہ عرصے تک آپ سے نہیں ٹکرائے گا میں جانتی ہوں کہ آپ کی ذات اس کے لیے کتنی اہمیت رکھتی ہے۔“ وہم مجھے میں وہ نہیں دیکھ رہی تھی کہ وہ کبھی سوچتا تھا

ڈوبے تھے۔
”وہ بہت زیادہ خوش قسمت ہے کہ آپ جیسا محبت کرنے والا انسان اس کے پاس ہے۔“ مجھے رشک آتا ہے اس پر کہ آپ اس سے کتنی محبت کرتے ہیں۔“ اس کے لیے میں کھلی باتیں دوسرے پر نہیں کرنے چاہیے کہ اسے

دیکھا تھا۔
”پھر یہی وجہ ہو کہ وہ کتنا عرصہ تک آپ کو اپنی باتیں سننے کی شہت کے برابر میں تھا۔“

”مگر میں آپ سے کتنا محبت کرتی ہوں۔“ میں نے کہا کہ میں اس سے کتنی محبت کرتی ہوں۔
”وہ بالکل صحیح نہیں ہے آپ کی بہت عزت کرتی ہے مگر آپ نے پیسے ہی دن سے اس کے بارے میں کچھ

”صرف تموز کی ہی غلطیائی؟“ وہ میرے سامنے مسکراتے ہوئے معصومی کر رہی تھی۔
”ہاں کیا اس آپ نے کبھی کبھی شہت کے برابر نہیں لگائے آپ مجھے۔“ وہ خستہ سے ہوئی تھی۔

”میں یہی بحث بعد میں بھی کر سکتے ہیں۔“ وہ بات ختم کرنے والے انداز میں بولے تھے تب ہی وہاں سارہ

آئی تھی۔
”آپ نے کافی باتیں کر لی ہیں آج بھی؟“ سارہ نے کہا کہ وہ کبھی بھی نہیں۔

”یہاں سے باہر سے باہر کا آؤ؟“ سارہ نے کہا کہ میں اسے کہتا تھا کہ میں نے سوچا کہ جو دبی کافی بنا

نہیں کہیں جاتی ہو یہ کافی ہے کہ میں اسے کہتا تھا کہ میں نے سوچا کہ جو دبی کافی بنا

”میں جانتی ہوں انہیں صاف کے بارے میں بھی جانوں گی۔“ کافی کے گم اٹھے وہ انہیں تانی اسٹری

سے نکال کر لے گئی۔
”ہاں۔۔۔☆۔۔۔“

”آپ نے کہا کہ میں اسے کہتا تھا کہ میں نے سوچا کہ جو دبی کافی بنا

”میں جانتی ہوں انہیں صاف کے بارے میں بھی جانوں گی۔“ کافی کے گم اٹھے وہ انہیں تانی اسٹری

سے نکال کر لے گئی۔
”ہاں۔۔۔☆۔۔۔“

”آپ نے کہا کہ میں اسے کہتا تھا کہ میں نے سوچا کہ جو دبی کافی بنا

”میں جانتی ہوں انہیں صاف کے بارے میں بھی جانوں گی۔“ کافی کے گم اٹھے وہ انہیں تانی اسٹری

سے نکال کر لے گئی۔
”ہاں۔۔۔☆۔۔۔“

”آپ نے کہا کہ میں اسے کہتا تھا کہ میں نے سوچا کہ جو دبی کافی بنا

”میں جانتی ہوں انہیں صاف کے بارے میں بھی جانوں گی۔“ کافی کے گم اٹھے وہ انہیں تانی اسٹری

سے نکال کر لے گئی۔
”ہاں۔۔۔☆۔۔۔“

”آپ نے کہا کہ میں اسے کہتا تھا کہ میں نے سوچا کہ جو دبی کافی بنا

انہی رائے نہیں رکھی ہے۔ وہ منگی سے بولی تھی۔

”یہ کیسے ممکن ہو سکتا؟ میری کیا اس سے کوئی ذاتی دشمنی ہے؟“ عاظم نے حیرت سے کہا تھا۔

”یہ تو آپ ہی بہتر جانتے ہوں گے یہ چیز تو موسو نے بھی محسوس کی ہے آپ کا رویہ نعت کے ساتھ اکڑا ہوا ہوتا ہے اسے بھی لگتا ہے کہ آپ اسے پسند نہیں کرتے اور یہ کہ میں نے آپ کو مجبور کر کے اسے آپ پر مسلط کر دیا ہے۔“

”یہ سب تمہیں نعت نے کہا ہے؟“ عاظم نے عجیبہ لہجے میں پوچھا تھا جو اب اس نے بس اثبات میں سر ہڈیا تھا۔

”اس سے کہو کہ میرے پسند کرنے نہ کرنے کی فکر میں جتنا نہ ہو جس کام کے لیے وہ یہاں آتی ہے اس پر قویہ رکھے۔“ عاظم کے حشمتیں لہجے پر وہ مزید خفیف سی ہو گئی تھی۔

”وہ اب نہیں آئے گی اور ٹھیک ہی تو ہے آخر اس کی بھی عزت نفس ہے جو سزا نہیں اس بے چاری کو آپ نے دی ہیں مجھے؟ موسو کو تو بھی نہیں دی ہیں اس کا سنا نا ہی اب بہتر ہے۔“ وہ بیخود سے بولی گئی۔

”کیا بہتر ہے کیا نہیں ہے مجھے مت بتاؤ بلکہ اپنی دوست کو سمجھاؤ کہ کورس اور راج چھوڑ کر پتا نقصان نہ کرے آگے اس کی مرضی۔“ عاظم نے طعنی انداز میں کہا تھا۔

”ٹھیک ہے میں اسے سمجھاؤں گی“ ویسے کسی لہجہ کو اتنا بھر بھی نہیں ہونا چاہیے آپ نے ایک بار بھی نہیں پوچھا کہ وہ کلاس لینے کیوں نہیں آ رہی۔“

”وہ محترمہ خود کلاس چھوڑ کر گئی تھیں کسی اسٹوڈنٹ کو بھی سمرز نہیں بھولنے چاہئیں۔“ عاظم نے کہا تھا جبکہ وہ شکایتی نظروں سے اسے دیکھتی جانے کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

”اسے یہ بھی بتا دینا کہ کل وہ مجھے ہرجا میں اسٹڈی میں نظر آئے۔“ عاظم کی ہدایت پر وہ خوش ہو کر اثبات میں سر ہڈاتی آگے چڑھ گئی تھی، جلد زہلہ نعت تک عاظم کی ہدایت بھی تو پہنچانی تھی اس کے بعد یقیناً نعت کی

ساری جھکاہٹیں دور ہو جاتی تھیں۔

”یہاں غصے کی جگہ نہ ہوتی ہے بلکہ ہر لمحہ میں نے ایک نظر شاہ رخ کیے ہیں جو جو حیرت کی پشت کو دکھا تھا۔“

”جوابات تھو میں ہے تیری تصویر میں نہیں۔“ حیرت کی پردہ کیے بغیر اس نے گفتگو کرتے ہوئے سارہ کی تصویر اپنے

موبائل میں قبضہ کی تھی۔

”بس۔۔۔ اب جا سکتی ہوں؟“ سارہ نے وہیں رکے ہوئے پوچھا تھا۔

”ہاں جاؤ، ہاتی کچکر بند میں لوں گا تمہاری۔“ اس کے جواب پر وہ دوسرے سے ہنسی تھی مگر اس نے بس نہیں کیا تھا۔

”میری کال کا انتظار کرنا، تین بجے کال کروں گا۔“ وہ سارہ کو ہدایت دے رہا تھا۔

”دوسرا کال نام یہ تو کال کہتے ہو آج کیوں جتا رہے ہو۔“ وہ پوچھنے لگی تھی جسے شاہ رخ کے

چہرے سے سکراہٹ عاظم ہو گئی تھی۔

جاری

انتم خان

قسط نمبر 11۔

مکمل فاول

انکلی سوسائٹی

شام کے پہر کی مخصوص موٹی دڈو ہے سورج سے چلتی سرخی سے بستی ہر کی اداسی جو بلی کے لان کی حدود پر ڈیرہ بنائے جا رہی گی۔ وہ خالی آنکھوں سے سر دہرا کر اس کی دستوں کو دیکھنے لگی جہاں پرندے اپنی اڑان جاری رکھے اپنے ٹھکانوں کی جانب رواں دواں تھے۔ پرندوں کی اڑان میں بھیجی جستجو سے سوار نے پر اسے اپنی



دھڑکنوں کو جیتھ محسوس کیا تھا۔ یہ موازنہ غیر ارادی طور پر اس سے ہوا۔ مگر جب سوار نے کراچی تو سرعت سے آنکھیں میچ کر کھلتی انگلی سے دہش کرے میں آ گئی۔

”کیوں؟“ کل شہری طور پر ”کیوں؟“ اس کے ذہن میں سوال بن کر ابھرا۔

”یہ میرے ساتھ آج کل کی ہور ہا ہے؟“ وہ خود سے شکام ہوئی۔

”کیوں؟“ ہور ہا ہے میرے ساتھ ایسا؟“ سوال پر سوال اٹھا۔

اسے اندرونی کیفیت میں دلاؤ کا چانک سے محسوس ہونے لگا۔ رات گئے تک جند کا آنکھوں سے دور رہا۔ انسانی وحشت خاموشی سے گھس تو تقریباً اس کے لیے روز رات کامیوں بن گئی تھو مگر آج شام کے ڈھلنے پر تقریباً وہ بھی تھی۔

”کیا مصیبت ہے؟“ اسکا ہٹ۔ میز کے بل میں گویا حیران چلائی ذہن میں اٹھنے سوں خود بخود دوسرے گئے۔ وہ غیہ صانع کیسے بنا کرے سے جا رہی تھی آئی۔ رہبر شاہد و ذبح میں بھیگی سوسائٹی کے پاس چل آئی۔

”کیا ہوا؟“ پریشان لگ رہی ہو؟“ مستشرقہ نے کی گود میں سر رکھ کر پاؤں صوفے پر کرتی لیٹی تو اسوں نے



WWW.PAKSOCIETY.COM

کہتے ہوئے اس کا گھر گھٹا نکالے گی۔
 ”گھر گھٹا کی کیا ضرورت ہے، دینے کی وہ مجھے دیکھ چکے ہیں اسٹیج پر۔“ مردوش نے قدوے جھینپ کر اسے روکنا چاہا کہ دونوں اسکی نہ تھے۔

”اُسے بلی ضرورت ہے، اُن کے پوتے اور گھر گھٹا اٹھا کر دیکھنے میں بہت لائق ہوتا ہے۔“ مایہ مہکرائی۔
 ”کیا لائق؟“ اس نے ناگہانی ظاہر کی۔

”یہ تمہیں خود ہی دیکھ دینا چاہئے۔ چاہے وہ گادو گھرانے کی بالکل بھی ضرورت نہیں! اتنا تو کہنے والا مسطر ہے جس میں ابڑی ہو کر بیٹھو، لیجان! یہ دیکھو۔“ آخری میں شرارت سے بولی اور باہر نکلی۔

مردوش اس کی بات پر شادی گھر گھٹا گھٹا کر کے سرائی آگے انتظار میں بیٹھی۔ وہ دن دول پر لگا ہے۔ مطلق تھے جذبات و کیفیات بھی پر سکونی کی مثال لیتے، آپ ہی آپ گنگنا تے ہوئے سرستی میں جھوٹے جا رہی تھیں۔ محبوب شوہر کی شکایت کا خیال لہو لہا سے سرورہ گھیرے رہا تھا۔

ذرا کی بی بیسن رات مکمل طور پر اس کے حواس پر چھانے جا رہی تھی۔ یکدہر بعد اسے قدوے کی چاپ خانی دوسے گدوے پہل کر سنبھل کر بیٹھی، کان آہٹ کی طرف متوجہ تھے۔ سر ادا منظور آہٹکی سے دوڑا نہ کھل کر اندر داخل ہوا تو بیک نظر چلا۔ عرصی میں بیٹھی مردوش پہلی لب آپ ہی آپ مسکراتے ہوئے دوڑا نہ لاک کر کے آئے یہ بنا کر کمرے کی خدائی میں تازہ پیرلوں کی سبک اسے سانسوں کے ساتھ نکال ہوئی اندر تار کی محسوس ہوئی البتہ نظر کی خود مردوش پر لگی ہوئی تھیں آٹھوں میں چوب کی چمک ہے وہ آگے بڑھ کر کیلے سکا ایک کدے بیٹھا۔

”السلام علیکم! آہو اسے سلام پیش کیا۔
 ”علیکم السلام۔“ بچھے سر کو بھٹی جھنسن دے کر مردوش نے دم آواز میں جواب دیا۔ لکے میں ٹٹری جبکہ غالب تھی۔

”کیسی ہو؟“ حرا لے کر ڈال ہو کر پوچھا۔
 ”ٹھیک ہوں آپ کیسے ہیں؟“ اس نے بتاتے ہوئے ساتھ ہی پوچھا۔ چپکلی کا ہاتھ دے کر خود بھی بہت بے تکلف تو ہو چکی تھی۔

حرا دستور نے اس کے سوال پر نہ سوچ انداز اپنا بکھر کر سوچ کے تحت ہاتھ آگے بڑھا کر اس کا گھر گھٹا الٹ دیا۔ مردوش نے بگڑوں کی ہمارا اٹھا کر سر پر اسے دیکھا تو شرم سے آنکھیں جھمکائی۔

”تمہیں کیا ہوتا ہے؟“ مردوش سیدھے ”جسکا لگے گی کہ حرا دستور کا سوال نہایت دوڑک و سہا ت انداز میں اس کی ہاتھوں سے گھرایا۔ وہ سوال کے انداز پر قدوے سے حرا ان ہوئی مگر ظاہر کیے کا غامض رویہ۔ یہ جانے بغیر کہ آج حرا دستور بولنے کے موڈ میں تھا جیسی اسے غامض پا کر کہتے تھے طوے اور استغنیاء انداز میں پھر سے بولا تھا۔

”تمہیں کدو صحت کی تکون کے ساتھ کیا ہوتا ہے؟“ آپ کے لہجہ ت میں پروردہ نے دیا تھا۔
 غیر متوجہ بات پر مردوش نے سرعت سے چمک کر اسے کھانا حرا کی سوالیہ نظروں نے اس کی آنکھوں میں شور سے جا رہا تھا۔

اس کا سرور کی شدت سے پھار رہا تھا۔ ”کیا آپ نے دیکھا؟“ رات آہٹ کی جگہ تھر تھیرے ہوئے نظر آ رہا تھا۔
 رونا چھٹا 176 اپریل 2012ء

بڑا ہاتھ کر چھک لہہ پائے اسے ہے اس کے جاری تھیں۔ وہ عجیب زدہ سی آنکھیں چھانڈے رتوں کا ہاتھوں سے ہال مگڑے سر جھانکے صحنے پر بیٹھی تھی آج آخری سرے بعد اس کی اور اشد پیچھے تھی۔

علی آج ان سن کی لائی اپنی اپنی کڑوں میں سیت اس کے ذہن اور خصوصیات میں کچل گیا تھا اور دوڑک بھی اسے پہنچا کر بری طرح کا کام ہو رہی تھی۔ اپنے کی جان کا مکمل میں اسے بھلائے آج تک وہ اپنی جیت اپنے عمل پر سرخرو ہے بلکہ یہ خوشی میں تھا جس کی اسے مستقبل کے رتوں خراب آنکھوں میں چھانے کی رائے میں اس کی جھلک اس کی آنکھوں کے پردے پر ظاہر ہوئی۔ اپنا جال مارا کادک کے پچھلے جا رہی تھی۔

علی کے خط کے ٹکڑے اس کے پاؤں میں ٹکڑے بڑے تھے گراں خط میں کھار حراف حرف ملی کے جذبات کی عکاسی کرتا اس کی روتی آنکھوں کی روتی روح کی داستان اس کے اور گرد مسلسل دہرائے جا رہے تھے اور وہ چاہہ کر بھی ان حرف کی پکار نہ تھے خود کو دیکھ کر کٹکٹ جا رہی تھی۔

آنکھوں سے دھاری کے بعد یہ چھٹا گھٹا اور وہ جب سے کمرے میں بند تھی کمرے کی خدائی سے بہت دشت زدہ سی محسوس ہو رہی تھی آٹھ کی بجائی کمرے کا دروازہ اب اس کی برادشت سے باہر ہوا ہاتھ دیکھ کر کمرے میں محسوس ہو رہی تھیں۔ اس نے اٹھ کر خدے پانی کے مچھینے منہ پر مارے اور طرہ کے لیے دروازے کی طرف رخ کیا تاکہ کھولے اور کمرے سے نکل کر سیدھا جان کراہ کیا کھاس میں پانی ڈالا اور شیلٹ منہ میں رکھ کر مارا پانی ایک ہی سانس میں لے لی۔

”کیا ماہی متبرہ اس میں رو رہے؟“ نہ پرہہ شک سے دیکھ کر کچن میں آئی تھی۔
 ”جی ہاں! ابھی شیلٹ لے رہی ہے۔“ اس نے بتایا۔
 ”چاہئے ہاں کدو؟“

”نہیں ابھی نہیں! خود ہی دہر بعد ہالوں کی ابھی دل نہیں چاہ رہا۔“ اس نے صبح کیا۔ انہوں نے اثبات میں سر ہلایا۔

”چلو ٹھیک ہے مگر آدھ کر جا کر تمہارا ہے! باا جان کے ساتھ کام بھائی کی طرف جا رہی ہوں آصف! اپنا ہر جن تمہارے سر میں درد ہو تو ساتھ چلی جاتی لیکن ابھی تم جا کر کھلو۔“ انہوں نے بتاتے ہوئے حیات کی۔
 ”سر تو ٹھیک ہو جانے کا میں بھی آپ کے ساتھ چلی ہوں۔“ مستر ڈورما سے بولی کہہ کر کسی طرح فرار چاہ رہی تھی۔

”تمہیں تم کی اور دن چلی جانا ابھی تم خود ہی نہیں ہو۔“ انہوں نے متاثری محبت سے ٹوکا۔
 ”اجنا بھرا آپ میری طرف سے آٹھ کی چمکے گا۔“ اسے بتایا۔
 ”ٹھیک ہے اور تم کھانا کھا لے! کیا یہ دھاری دھاری کدو ات ہے؟“ جانے سے پہلے وہ میا آڈے پر کھینے لگیں۔
 ”بہتر ادا جان! اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

یکدہر یوش سید جمال شاہ روزہ روزہ دیکھنے چلے گئے۔ مستر نے اسے لے جانے ہالوں کی روتی دیا تو غصے میں بیٹھ بیٹھ گئی۔ کمرے میں باپ کے کپڑے لٹل لٹل چھانڈا ہوا تھا کدو تک وہ وقت دیکھ کر سرور ہاتھ کھانے کی طلب نہ کی تھی لیکن سے محسوس ہوا تھا۔ آنکھیں بھی بند سے بھاری ہو رہی تھیں۔ وہ بچے کے بعد اس نے اٹھنے سے ناچار کمرے کا رخ کیا اور ”اسے ذہن پر بکھرے کاغذ سے نگہوں کو نظر انداز کر لائٹ آف کیے بغیر جا کر بیٹھی لیکن پھر سے ہے اسے ہوئے میں اسے ریڈو دین کی تھی۔ لیکن کے کدو کی ابر بعد وہ جگہ آ کر بیٹھ کر تھیں

عجیب بے چینی گھبراہٹ بے زاریت اسے بوجھل کیے دیے ہوئی تھی۔

علی آجین حسن گیلانی کی، لوس آ آوار سے بہت واضح بہت قریب سائی دے رہی تھی۔ خط میں لکھا ہر لفظ اندر چرے میں بھی اس کی آنکھوں کے سامنے روشن ہو رہا تھا۔

”کیا مسئلہ ہے؟“ لائٹ آن کرتی وہ کمرے کے وسط میں کھڑی تھیں۔

”کیوں علی میرے جوابوں پر چھانے جا رہا ہے؟ پھر کیا سہتا میں اس کی آواز سننے سے محروم کیوں نہیں ہوں؟“

کیوں چڑھا میں اس کا کہ وہ بدسلوکی کی ضرورت سمجھی تھی۔ میں نے اس کو کھیلو آئی تھی مگر آج اسے عرصے بعد کیسے؟ ”بہت سے سوال خود سے کرتی“ انھیں کا شکار ہوتی وہ مسلسل ان پر زور کو دیکھ رہی تھی جس کے پاس میں کھڑے بنے تھے۔

مصر کے لئے اسے اپنے وجود کے اندر گہری خاموشی و سکوت میں گرا دینے بھرے جس کی خیال کے تحت جب تک کہ کاغذ کے ٹھکرے لوگوں سے چھپنے کی اور سینے کے بعد ٹھیکل پر رکھنے مثالی نگر سے اور مرد و عورتی بیک کی سائینڈ ٹھیکل کی طرف بڑی اور مردانہ کھول کر کچھ دھڑکنے لگی صحیحاً تاہم یہ مدعوں کی سوشل شب آئی تو سرت سے پلٹ کر ٹھیکل کے قریب آئی اور ان کے ہر برادر ہی طور پر تمام بڑوں کو الفاظ کی ترتیب سے میٹ کی اور انہیں جوئے کی چند مٹوں کی کوشش کے بعد خط اپنی اصل حالت میں آچکا تھا۔ اس نے تمام الفاظ پر نظر دوڑائی اور الفاظ کی ترتیب کے ہمہ بیان کے بعد حقا قول ذکر کے ایس ٹھیکل پر رکھا۔

”اب یہ لاکٹ کیاں ہے؟ کہاں بیچنا تھا تمہارے؟“ بھنگی کی بڑبڑاہٹ کے ساتھ وہ اس جانب بیڑی چوالی
ہی سے غصے و رور کی ساتھ لاکٹ وڈو پر آگیا۔ شمشاد کو دکانو کو ہرکشتاوی نظروں سے دیکھ کر لاکٹ فوراً
سنبھل گیا۔ ”نہ تو تمہارا لاکٹ لاکٹ تھا، اور نہ ہی ہونے والا تھا۔“

[illegible]

ایک طبیبان اس کے اندر اترا تھا مگر فی الحال وہ واضح محسوس نہیں کر سکتی۔

کیا یہ سبلا قد م تھا؟

ہاں شاید یہ سچا قدم ہی تھا جس نے مستشرقہ جمال کے خلاف جا کر اس کی مرضی کے خلاف اپنے حق میں اس کو بے بس کر کے شانت کیا تھا۔

یہاں نہ روکنا چاہیے کیوں کہ اس کا اپنی مسلسل خاموشی پر اسے مڑاؤ کی ضرورت اور آواز سنانی کی توہمیک مرتبہ بھر ہے۔

پروٹو رولز کی اس جگہ ذہن سے گزرنے والی بات یہ ہے کہ اگرچہ اس کا مقصد یہ ہے کہ
 "جہاں نہ رہا، وہاں نہ رہا" اپنی مسلسل خاموشی پر اسے ہر ایک کی نظر پر آواز دلائی ہو تو ایک مرتبہ پھر ہے
 یقیناً لوگ اس کے لیے تیار ہیں۔

میری سزاوارت ہے۔ شکی کا۔ میں نے یہ سب کچھ دیکھا ہے۔ کوئی ایسا لگتا تھا جیسے وہ کسی کی سزاوارت ہے۔

ردیف نخست [۱۷۸] به پیل ۲۰۱۲،

مطلب نکال سکتی ہے جبکہ مقابلہ مکمل طور پر تیار رہی ہو۔

”حسن کے قصیدے محبت کے فسانے بہت چمکے ہوئے ہیں اور کچھ سے کہیں نہ لب لعل کچھ سنجیدہ بات کرتی ہے۔“ مراد نے اس کے ہنسی سے بچ کر غصہ سے ماممہ خوں کو ابھی گرفت میں لیا گرفت مضبوط و قدرے سخت تھی۔ مددگار کو اپنے آقوں میں سربراہت روزی تھوکی ہوئی۔

”تم سے آج میں بے بہت بائیں کرتی ہیں“ چوہل کی” کچھ تھوڑی اور کچھ گزری ایسی جو گزر کر بھی نہیں گزرتی“ غم سے بولے۔ دلچسپ انداز میں دوسرے کو سوسے میں ڈال رہا تھا۔

”چچا! ہمیں یاد ہے کہ تم نے سر پر ہنڑ کی بات کی تھی۔“ حکیم دروہی سنا توں میں دابھڑا، ”البتہ مردوش بھی خاموش تھی۔“

”اوہو یو لومگی۔ کبھی سانپ تو نہیں سونگھ کئی تمہیں۔“ وہ اسے شرمیہ ہوتا کہ مائی اچانک کی حیرت سے باہر نکل کر مکمل ہوش و حواس میں اسے سن اور سمجھ سکے۔

”سرپرستِ دولتی بات یاد ہے تمہیں مائیں؟“ اس نے اٹلیا بات دہرائی۔

”جی ہاں۔“ اس نے پہلے کی کوشش کی۔ آج کی رات وہ کبھی دوسرا دے کچھ دانداز کے انتظار میں جاؤ۔
 رات بولنے میں ناکام ہو رہی تھی۔

مراد جاذبیت سے مسکراتا بیڑے کے اٹھ کر مرنے کی طرف بڑھا کوٹ کی جیب سے غسل کی دنیا نکال کر کوٹ اتار کر مرنے پر رکھ پھر وہاں بیڑے کی طرف آیا اور پھینک دیا۔

”یہ تمہارا گفت“۔ مراد تو سونے کی خوبصورت رنگ اس کے بائیں ہاتھ کی تیسری انگلی میں پہنائی گئی تھی۔ بنور

”جینکس پو!“ جب تکلیش کا کھڑکی اور میرے سے بولے۔

”ابہر پرانہ کی طرف توجہ“۔ مراد اسے نہایت بدل۔
 ”حقاً“ اسے اثبات میں سر ہر بلاؤ کی کہ کمر اٹھانے والے بہت پیچیدگی سے نہ سوج اٹھانے لپٹا۔ آج وہ اپنی رعبی

کی سب سے بڑی بات یہ تھی کہ وہاں جس میں اپنی حیث کا حقوق لیے اس نے تین درار تکشف کرنے تھے۔ درویش

”مردوش سید! پہلے تو میں تمہاری وہ غلط فہمی دور کروں گا جس کا شکار میں نے خود تمہیں کیا ہے۔“ بھانجریہت
نے اسے حدود تمام اختیاروں سے کس بات کا آغاز پڑی جرت سے کرتے ہوئے کچھ لمبے کڑ کا۔ ”مردوش! اسے علی دیکھ لی گئی
مگر سب سے۔“

”میرا اثر ہے کہ میں تم سے محبت نہیں کرتا۔“ دو دو گناہات انداز میں دو دو سال سے بولا۔ انداز بدل گیا۔

تھا کہ مقابل نے کیٹھن کے ہزاروں سچے پہلے چھوڑ کر کہی ہے۔ یہ سچی ہے۔ چھوٹی سلیز کرا سے دلچسپا تھاویں ہے۔
 مٹی ساعت پر شک گزرا۔

”یہ زیادہ ہے ان سے کہ بے کی مال کوئی ضرورت نہیں ہے، صدقہ کی سعید! ابھی تو چند اسقامات طرے رہتے ہیں۔“

”میں نے اجال ضرور لگایا۔ مجھے بات بھاری تھی۔“

ہوتی بھی کیا جلدی جانے کی ڈیز انکی قورات باقی ہے۔ وہ ہوا۔ باقی اب کے خود چپہر ہی کمرہ کو چپ
نہ کروا سکے۔

مراد نے اسی کلاں چمڑا کو اس کے غولزہ کرتے چمڑے سے آٹھ کھینچے تھے۔ دل کو بہت چاہا کہ ہاتھ بھی اٹھائے مگر اس کی بدصورت ہولی آواز نہ سننے کی سعی کرے۔

نے دوبارہ افسانے کی یہ کسی انوکھی تفریق کی کہانی اسے محسوس ہوئی تھی۔ یہ خواب تھا، حقیقت یا
 ناکارہ ہو چکی تھی یا عجیب شے جسے مجاہد نے لکھ دیا تھا۔

”کیوں مراد امیرے ساتھ آپ نے ایسا کیوں کیا؟“ دو کھو سوال ہے آواز شدت سے رونے لگی۔

”کیا نہیں... آپ نے میرے اعتبار کا خوں کیا‘ میرا استعمال کرنے کے لیے محبت کا حامل پھینکا۔ کیوں مر لو؟“

”وفاق بھائی کے کیے کی سزا تو آپ نے دے دی مگر میں آپ کی ناکام محبت کی خطا دہرائی کر چپ نہیں رہا اور اس کی میری بی بی میں کی پروا نہیں ہونے دوں گی۔“ یکدم کسی سوچنے والے کے دریا میں گھوڑا لیوا تو وہ غم غم کر کے ٹھیک آواز میں کہنے لگا: ”آج کل میں یہاں سے آگے نہیں جاتا۔“

ہوں اور میرے یقین ہے کہ میری چپ ٹھکے ٹھکے قدم اور آپ کو حشر دل کرے گی۔“ انھیں سنا کر اور پھر بازو کی دھڑکنے کی کوشش کرنے لگی۔ دل کی دھڑکنے جیسا کہ وہ پہلے بھی دیکھا تھا اسے اس کی کوشش جلد ہی کامیاب ہوئی۔ کئی رات ٹھنڈ نہ گزری۔

”خدا انکس انفرادی ہاں میں نہ رہے۔ جو کئی دلائل سے عرصہ رحمت کو سمجھو، انکا نہیں اسے
 نہ عہد عبادت و عجز، نہ پانی، نہ آسمان میں کچھ نہ ہو، نہ آج و آج سے رحمت و شہادت ہو، نہ آج و آج سے

روزنامہ انجسٹ [84] اپریل 2012ء

نے فرمت سے اس کا ہاتھ قلم الیا۔

”رات تو کافی شاندار گزری ہوئی تھی۔“ مراد نے اسے مزید کہنے کے لیے ہاتھ پر حرکت دی اور

”اوس پر برا بھلا نہ آکر کہیں؟“ مراد اسے ٹھک کرنے کی غرض سے چلے گا۔ باقی کے لب کی لونا
رہا پس دیا گوانا، سمجھا خاموش رہی، پھر اس کا مسلسل حرکت میں تھا مگر مقابل کے مضبوط قبضے میں اس کی حیثیت
لاچار پڑ کر اپنی جگہ پر تھک رہی تھی۔ وہ زیادہ اس لئے ہنسنے لگی۔

[illegible]

”تم کو تو ابھی کہوں گا تم روضہ سے پوچھ لینا“ وہ ہنس مری ہو لا۔
 ”اگر میں سمجھ کر میں آتی ہوں بھائی میری سے پوچھ لوں گی“۔ اوہ بندے ہر کی طرف قدم بڑھاتے ہوئے کہا

روزانہ انجسٹ 185 اپریل 2012ء

LADIES & GENTS SPECIALIST DRESS DESIGNER

OUR SPECIALITY

LADIES

OUR SPECIALITY

GENTS

- ☆ Shalwar Suite
- ☆ Designar Suite
- ☆ Sarri Blouse
- ☆ Chooridar Pajama Suite
- ☆ Sharara Suite
- ☆ Rajastani Sharara & Gharara
- ☆ Gharara Suite
- ☆ Maxi
- ☆ Hand Embroidery
- ☆ Machine Embroidery
- ☆ Skirt Blouse
- ☆ Bridal Dresses

Dress Designer

Master Sohail Htkebar Ali

Ph-34536068

☆ Shalwar Suite

☆ Kurta Pajama

☆ Kurta Shalwar

☆ Pant Shirt

☆ Waist Coat

☆ Safari Suite

Dress Designer

Master Muhammad Mansha

Ph- 4536068

Mob: 0300-2558766

"کہنے ہی" اور ساری عمر گھر میں نظر نہ آئے۔
"جیسا کہ میں نے زندگی میں کبھی نہ دیکھا۔
"جیسا کہ میں نے زندگی میں کبھی نہ دیکھا۔

"میں نے زندگی میں کبھی نہ دیکھا۔
"جیسا کہ میں نے زندگی میں کبھی نہ دیکھا۔
"جیسا کہ میں نے زندگی میں کبھی نہ دیکھا۔

"جیسا کہ میں نے زندگی میں کبھی نہ دیکھا۔
"جیسا کہ میں نے زندگی میں کبھی نہ دیکھا۔
"جیسا کہ میں نے زندگی میں کبھی نہ دیکھا۔

"جیسا کہ میں نے زندگی میں کبھی نہ دیکھا۔
"جیسا کہ میں نے زندگی میں کبھی نہ دیکھا۔
"جیسا کہ میں نے زندگی میں کبھی نہ دیکھا۔

"جیسا کہ میں نے زندگی میں کبھی نہ دیکھا۔
"جیسا کہ میں نے زندگی میں کبھی نہ دیکھا۔
"جیسا کہ میں نے زندگی میں کبھی نہ دیکھا۔

"جیسا کہ میں نے زندگی میں کبھی نہ دیکھا۔
"جیسا کہ میں نے زندگی میں کبھی نہ دیکھا۔
"جیسا کہ میں نے زندگی میں کبھی نہ دیکھا۔

"جیسا کہ میں نے زندگی میں کبھی نہ دیکھا۔
"جیسا کہ میں نے زندگی میں کبھی نہ دیکھا۔
"جیسا کہ میں نے زندگی میں کبھی نہ دیکھا۔

"جیسا کہ میں نے زندگی میں کبھی نہ دیکھا۔
"جیسا کہ میں نے زندگی میں کبھی نہ دیکھا۔
"جیسا کہ میں نے زندگی میں کبھی نہ دیکھا۔

175-C.C Area, Block-2 P.E.C.H.S.
H.S. Tariq Road, Narayana

سیر کا کئی حوالہ

”وہ وقت بھی دیکھا تقریر کی گزروں نے
 لگوں نے خفا کی قہر میں سے سرائی“
 صفحہ لائ کے ایک تہہ گوشے میں بھی ہوئی تھی
 یادوں کا ریل اس کے ذہن میں گردش کر رہا تھا ایک فضول
 سی صدی اس نے اپنے ساتھ اپنے گھر والوں اور صفحہ کے
 معصوم دل کو سزا دی یہ سوچے بنا کہ وہ تو صفحہ کے دل کا
 تاجدار بادشاہ ہے اس کے چاروں طرف اس کا صفحہ کے لئے
 ہاتھیں تھامے صرف اس کا محبوب ہی نہیں اس کا سگا تاجدار
 اور محبت بھی تھا اس کے بھائی کا اور بھائی کا ہم عمر، اس کا
 سیر کا بڑا ذہن میں کی بارہا صفحہ سے دیکھتے تھے وہ
 طوطی کے لئے تاجدار اس کا خوب سے تھے
 لیکن اس صفحہ پر تو جس بھی نہ تھی میں سے پر کے
 اور جو وہ ہے بھائی کا وہ تھے وہ تھے وہ تھے
 جس کی صفحہ سے بھائی کا وہ تھے وہ تھے وہ تھے
 مشکل وہ بھائی بھی علی کر تھے وہ تھے وہ تھے
 میں ان کی بات بھی نہ تھی وہ تھے وہ تھے وہ تھے
 پتہ وہ جس سے تھے پتہ وہ تھے وہ تھے وہ تھے
 ہے تھے تھے وہ تھے وہ تھے وہ تھے وہ تھے
 عرب ان کی بات بھی نہ تھی وہ تھے وہ تھے وہ تھے
 صفحہ میں سے وہ تھے وہ تھے وہ تھے وہ تھے

تھے وہ تھے وہ تھے وہ تھے وہ تھے وہ تھے وہ تھے
 تھے وہ تھے وہ تھے وہ تھے وہ تھے وہ تھے وہ تھے
 تھے وہ تھے وہ تھے وہ تھے وہ تھے وہ تھے وہ تھے
 تھے وہ تھے وہ تھے وہ تھے وہ تھے وہ تھے وہ تھے



سیرِ اقصیٰ

”مریم! مریم کہاں مر گئی ہو؟“ میری بہت سیوں نہیں سکتی؟ شہر یہ کہہ کر مریم کو بازار میں لے گئی لیکن اس کی طرف سے جو خبر تھا، شاز یہ سننے سے رچا ہوئی ہوئی جان سے اٹھ کر کمرے میں آئی تو کمرے کی حالت دیکھ کر اس کا سر پھٹنے لگا بیخوش بندے سے لنگھتی تھی اور گرتے گرتے فرار گئی تھیں اور پھر پھر بے ہوش تھے اس کے چادروں پہ آہیں میں لڑ پھرتی رہتے تھے اور ایک دوسرے کو نشان مار رہے تھے جبکہ اس کی سب سے بڑی سچی مریم اشارتیں کا ڈھلے دیکھنے میں اتنی غصی کہ سے اوردگرتے کوئی سر کار نہ تھا سپید دیکھ کر اس کا منہ سے جو کلمہ نکلا اور اس نے دو تین گھبرائی کر کے بڑا چڑے اور ساتھ ہی اپنی بچوں کی بھی درگت بھائی وہ منہ سے نکلتا تھا کہ اولم سے روٹا شروع ہو گئے۔

”مریم! بڑا دانا بن کر اور برف توڑ کر چلے گئی ہیں۔“ اس نے غصہ دینی جا تیرے اباؤ آئے والے ہیں۔“ اس نے سب کو گرتے گرتے مار پھینک کر اکتا ہے ہوئے تھیں مریم کو اذیت جاری میں اور اس کے دل پہ لے کر پڑے رہتے ہوئے کھڑکی پر بیٹھ گئی۔

”کیسی ہو گی ہے؟“ کیسے اتنا پیچ پیچ کر رہا ہے ہو؟“ تھوڑی دیر بعد ہی سے فاروق کی سر پر آواز سنا دی کہ ”میں شہر میں آئی ہوں۔“

”دو گھنٹی“ کیسے جا کر کیسے جاؤ گئے؟

”میں یہ جانتی ہوں کہ آپ کو یہ خبر دے دوں۔“

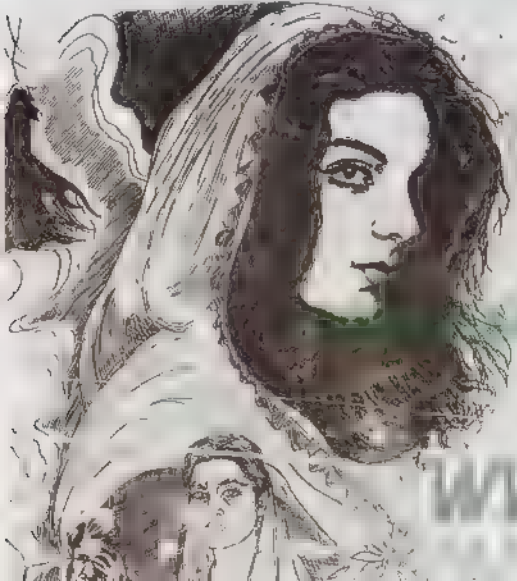
”میں اس سے کیا ہو جائے گا؟“ آپ دکان پر سامان ڈالیں گے اور آپ کی دکان خوب چلے گی ہے۔“ انہیں ایسا کچھ نہیں دکھایا بیٹھ کر اس کی طرح یہ پیسے بھی آپ اپنی محبتوں میں اڑائیں گے سچی دھاریے ہی دھوے کر کے آپ میرے بھائیوں سے پیسے بٹور چکے ہیں پھر آکر لنگھتی جاوے گی صرف کٹانوں کا گریہ ہی دے رہے ہیں کچھ تک خود کچھ دکان پر نہیں بیٹھیں گے تو دکان چلے گی۔“ وہ آج پخت پڑی گئی۔ کئی دنوں سے دل و دماغ میں ایک لاداسا تھا جو کچھ ہاتھ آتا رہا تو اس کے سر پر کیا تھا۔

”خوش رہا۔“ اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہنے کے لیے

لیب داکرٹی فاروق کاڑھانے اور تمیز اس کے رخسار پر اپنی انگلیوں سے کچھ کرچا تھا اس کی بات نہ سنانے میں ہی رو گئی۔

”بہتر چاہت ہو کہ ازبان چلی ہے میرے آگئے“

”اگر میں میں میرے ہی نہیں کیسے کی کمال ہے اس میں سے تھوڑے سے پیسے چھوے دیے تو میری جانیں گے میں دیکھتا ہوں کیسے نہیں جاتی تو۔“ یہ کہہ کر وہ منہ سے تن تن کرنا باہر چلا آیا۔ اور وہ جو آج دل میں بڑے دھوے کر رہی تھی کہ فاروق سے آج وہ وہ بات کرے گی کمال پر ہاتھ رکھے بری طرح رو دینا چھوئے حالانکہ آئے دن ایسے نکات دیکھتے تھے کہ بری طرح ہنسنے کا ایک دوسرے کو لڑکھڑکھ رہے تھے جبکہ مریم اس کے پاس نہیں



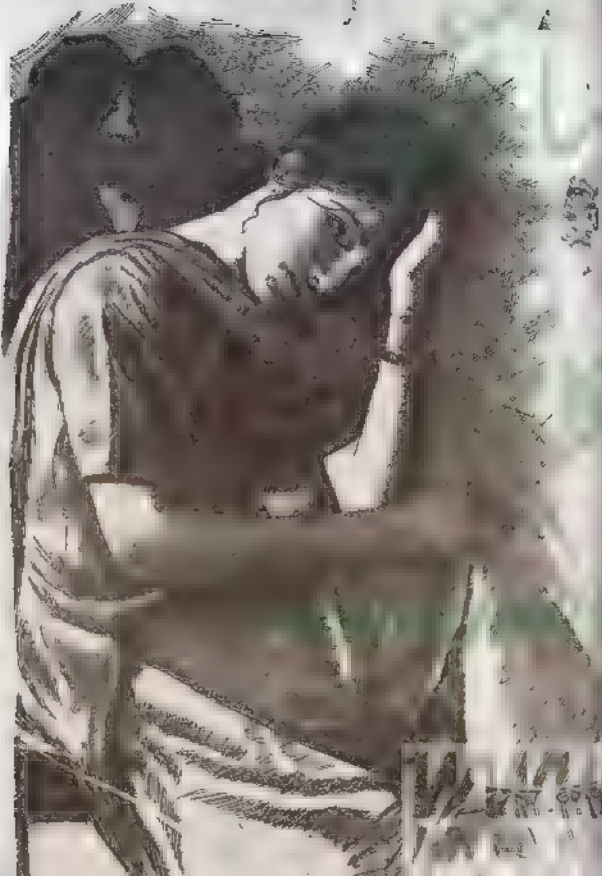
سباگل

قسط نمبر 11۔

سلسلے وار ناول

ایک عورت

"مضروب چلوں گی آپ کے ساتھ لکس اگلی نہیں بد میں"۔ وہ فرماتے ہوئے بولی۔ ٹیکس کس کی خرم و حیا پر اگل
اس کیفیت پر سہل اختیار ہنس آئی اس نے ایک مکان کے بازو پر سر رکھ رکھا وہ چپتے رہے۔ اس نے آہستہ آہستہ



کی تصاویر کو گالوں میں نقش کرتے ہوئے ان محلات کو یاد کرتے ہوئے صفحہ پلٹ دیا۔

"کیا کفر سے کفر سے پھر اہم دیکھو گی؟" وہ بھینچا ہوا "نہیں نے ان پیٹریز کی طرف آتے ہوئے کہا تو جیسی نے اہم ان کی طرف بڑھا دیا۔

"آپ سبیل۔۔۔ ہاں ایک منٹ کیلئے بیکش۔"

"اہم کیوں ہم آپ کو کیوں نہ بیکش؟" جیسی نے آرام سے نہیں "نہیں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنا دوسرا بازو اس کے گرد پکڑ لیا کہ اسے آرام سے کمری پر بٹھا دیا وہ سگراتے ہوئے بولی۔

"جنگ بڑی۔"

"اٹھ اٹھو۔" وہ سگراتے ہوئے بولی اور اس کے پیچھے کمری کی ایک پر ہاتھ رکھ کر کمرے سے اُور تصاویر پر اس کے ساتھ ساتھ تھرا کر رہے گئے۔ آخری صفحے پر صرف ایک تصویر کی کھینچیں تصویروں کی جگہ خالی تھی۔

ایک نوچڑاؤں کے لئے اُسودہ ہے بی کو گوڈ میں اٹھا رکھا تھا اور اس کا چہرہ خوش سے مسکرا رہا تھا۔

"نہیں کسی کی تصویر ہے؟" جیسی نے پوچھا۔

"یو تھو جانیس۔" وہ سگراتے ہوئے بولی تو جیسے وہ تصویر کو فوراً سے دیکھتی رہی تھی نا۔

"اُسے کیا پتہ ہیں نا، نہیں بہت پتہ ہیں۔" جیسی نے بولی "اُس نے بچوں کی طرح خوش ہوتے ہوئے کہا تو وہ جیسے ہوئے۔

"ہاں یہی سنی ہوں آپ یہ بتاؤ کہ یہ بچی کون ہے؟"

"کون ہے؟" اُس نے اس کا چہرہ دیکھا۔

"یہ تو؟" جیسی نے اس کی تھوڑی سی کھڑکی پر اشارہ کرتے ہوئے انکشاف کیا۔

"نہیں۔" وہ جتنی حیران ہوئی کہ اس کی آنکھوں کا سن پھر کے کی مصدومیت اور مرنائی دو جہت ہو گئی۔ نہیں کو اس پر نوٹ کیا رہا تھا۔

"ہائیم۔" یہ تصویر ضمیر نے جیسی کی اور جیسی میں یاد پڑی ہیں اس وقت صرف تم کہنے کی تھیں جب میں نے نہیں پہلا ہمارا کیا تھا؟ نہیں اپنے سینے سے لگایا تھا؟" اُسوں نے اس کے قریب ہی بیچے ان میں بیٹھ کر اس کی کمری پر وارد ہوئے اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے تپاؤ تو وہ ہلکی سے ہلکی۔

"اس کا مطلب ہے کہ شروع دن سے ہی آپ کی نیت میں تھا تھا۔"

"کیا کہا تو؟" جیسی نے اس کا ہاتھ دوسرے ہاتھ سے دھرتے ہوئے کہا۔

"اور کیا بھی اس جھوٹی سی بچی کو بچی بنا کر ہے۔"

"یہ جھوٹی سی بچی بڑی درجہ ہو گئی، جس میں سے اتنی بڑی بنا تھا۔" وہ سگراتے ہوئے دوسرے دھرتے ہوئے دل پر تو کھول کے بعد آپ ہی کی صورت اور جیسی نے ہمت کا بیڑہ ڈھکا، اسی طرح آپ کے بے تاب بھی درجہ بھی اتنی ہی بیکش کی ہے۔" وہ جیسی نے آپ کے لیے جیسی س رشتے کے تقدس کے حوالے سے بولی۔

"نہیں۔" جیسی نے کہا۔

"اُسے کیا پتہ ہے؟" جیسی نے کہا۔

"نہیں۔" جیسی نے کہا۔

"نہیں۔" جیسی نے کہا۔

"نہیں میری ایک بات مانیں گے۔" چند لمحوں بعد اس نے نرم اور صمیمانہ لہجے میں کہا۔

"نہیں مانیں گے آپ کہ تو دیکھیں۔" وہ صحت سے بولی۔

"نہیں اگر مجھے کچھ ہو جائے تو۔"

"جیسی پھر ایک بات کہنا۔" جیسی نے تروپ کر اس کی بات کا ٹھنڈی۔

"نہیں! آپ نے کہا ہے کہ آپ میری بات مانیں گے پھر۔" وہ ان کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولی تو انہوں نے آہستہ سے کہا۔

"کیونکہ۔"

"نہیں اپنا ہوا یا جیسی اگر میں نہ رہوں تو آپ میرے بچے کو یہ بھائی کی گود میں دے دیجیے گا اس کی پرورش کے لیے۔"

"جیسی!۔۔۔ کیا سمجھوں؟" وہ شام کی کیفیت میں مشکل بول سکے۔

"میرے اچھے بھائی یا جیسی!۔۔۔ میں نے دیکھ کر سے جیسے کہا؟" جیسی کا قہقہہ دیر تک کچھ بولنے کا حوصلہ نہ پڑا۔ وہ صدمہ سے اس کی کیفیت میں اس کی صورت دیکھتے ہوئے ان کا جسم اس کی بات پر زور اور اٹھنا اور گھبراہٹ۔

"نہیں! پھر کچھ کہنے ناں آپ۔" اُنہیں گے ہاں میری بات؟" جیسی نے اس کے دھڑکنے پر اپنا ہاتھ رکھ کر بولی۔

سے کہا تو اس کے کس کی حدت نے ان کے حواس بحال اور بیدار کیے۔

"جیسی! بہت حوصلہ ہے تمہارا جو اتنی بڑی بات تم نے اتنی آسانی سے کہ دی۔" جیسی جانی ایسا کچھ نہیں ہوگا۔

ڈرورتوں نے دل سے خوف نکال دو انہیں ہر حال میں زندہ رہنا ہے میرے سے نہیں بچنے کی فکر ہے اور مجھے پتہ چھوڑ دی فکر ہے انکا باتیں کہ میرا حوصلہ تم "نہیں۔" وہ اس کے ہاتھوں کو اپنے سینے سے لگا کر پر کچھ لے لے۔

"پھر نہیں؟" جیسی نے جیسی لہجے میں کہا۔

"لوکے۔" وہ مشکل سے انصاف کر کے اس کی حالت پر قہقہہ بولتے ہوئے بولے۔

"جیسی! نہیں! ان کی لاپرواہی۔" وہ جیسے کہنے میں بولی۔

"صحت کرنے والی سے اسکی جان لیوا نہیں کہیں جیسی کیا؟" وہ تروپ کر بولے۔

"آئی! ایم سوری نہیں! لیکن میں بھی انکی باتیں کرنا چاہتی ہیں! آپ کو دکھ دینا میرے لئے موت سے کم نہیں ہے۔" وہ ان کے ہاتھوں کو اپنے چہرے سے کس کرتے ہوئے مشکل آگھوں سے انکی دیکھتے ہوئے بولی نہیں۔

سے دیکھتے ہوئے۔

☆

"میں! او کیسا آپ نے جیسی کی طرح نہیں کو اپنی اداؤں سے ساری دنیا سے بے نیاز کیے جیسی ہے اور نہیں کو دیکھیں کی طرح اسے پکڑ کر بٹھا رہے تھے کیسا ہے اپنے ساتھ لگا کر چل رہے تھے نہیں بول رہے تھے۔" کوئی اور جیسی نے ہم نے روزانہ روم کی کمری سے نہیں اور جیسی کو کچھ لگایا تھا۔ اب کوئی نہیں خود اور انتقام کی آگ میں جلتے ہوئے تھے۔

جیسی نے کہا۔

"نہیں! کوئی کوئی نہیں ہے۔" جیسی نے کہا۔

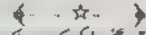
نہیں نے کہا۔

"آئی آپ بھی کہیں اس طرح سادہ جاموں میں تیز مروج کا پتہ نہیں مل رہا ہے بہت لڑنے لڑی بن گئی ہے۔" نہیں نے سلیکٹ کر لیا۔
 "نہیں جیٹا کھاؤں میں بیڑیج کھاؤں گی چلوں کو۔" دو کول کے ساتھ بھگن کی طرف چلی گئیں۔

"کھانے میں تنگ مروج کیسے تیز ہو گئیں۔" نہیں نے ہنسی سے پوچھا۔
 "ابھی تو صرف کھانے میں تنگ مروج تیز ہوا ہے آگے آگے دیکھتے ہوتا ہے کیا؟" وہ مسکراتے ہوئے معنی خیز لہجے میں بولی تو انہوں نے اسے پیار سے دیکھتے ہوئے کہا۔
 "میں صرف نہیں شکرست اور سلامت خوش و خرم دیکھنا چاہتا ہوں۔" نہیں۔
 "جی بھگن آپ کھا کھا گئیں۔"

"تم جی کھاؤ اور تم سے کس نے کھا کھا کہ جن میں جا کر کھا پکاؤ۔"
 "میں نے کیا تھا۔" روشی نوالہ چائے ہوئے بولی۔
 "کمال کرنی چیں کول میں خود کیا لکھیں اپنی جی کیلئے کھاؤ اور ملازم کس لیے رکھی ہے؟" وہ دوبارہ میں نہیں اس کنڈیشن میں نہیں کس کام کرنے نہ رہیں اب دن میں کتنے ہیں جنہیں خوراک ڈال کر پیچھے رہتی تھی۔
 "کی اور تنگ مروج میں کھلی سے زیادہ ڈال دیا کیا واقعی تم نے زیادہ نہ دیا مروج والا تھا۔" نہیں نے اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں۔" اس نے جواب دیا۔
 "پھر زیادہ کیسے اوگیا؟" انہوں نے پوچھا۔
 "چائیں۔" وہ بولی تو شان سے لہا۔
 "مجھے بتاؤ نے چکے سے تنگ مروج ڈال دیا تھا جب۔۔۔ آپ کالوں سننے کیلئے باہر گئی تھیں۔"
 "اگواڈا کھلی آئی بھی حد کرنی چیں نہ اور حد کرنی چیں ان کے آنے سے مجھے بڑی کوفت ہوئی ہے۔" نہیں نے سانسف سے سمجھنا آجیزے میں کہا۔
 "آہستہ ہوئے اور میں کس کی اور پھر سامنے دیں گی۔" نہیں نے ان کی کھالی پر ہاتھ رکھ کر دھم آواز میں کہا تو وہ مسکرا دیے۔



نہیں آفس جانے کیلئے تیار ہو رہے تھے۔ بیٹی کیلئے ایک سے ایک لگاتے بیٹی انہیں باہر بھی نظروں سے دیکھ رہی تھی اس کا دل بہت افسردہ اور غمزدہ ہو رہا تھا۔ زبیرہ نے کول اور سلیکٹ کی ٹیم کی گفتگو اسے رات ہی بتائی تھی۔ وہ تو جیسے نہیں اور بے دلی کی ہو رہی تھی اسے اپنی قسمت پر دونا آرہا تھا۔ آنے والے وقت اور حاسات سے خوف محسوس ہو رہا تھا۔ وہ نہیں کو بتا بھی نہیں سکتی تھی کہ انہوں نے اسے آئندہ اس قسم کی باتیں کہنے کرنے سے منع کیا تھا۔ انہیں کول پر بہت اعتبار تھا۔ وہ کہیں نہ کا اعتبار تو ذوقی؟ خود نوٹ دینی بھی مگر ڈونے والے کا ہڈا زبان پر نہیں لاسکتی تھی۔ وہ بہت بے اس اور مجبور تھی جس کی خود کو کول اور سلیکٹ کی ٹیم کے ہاتھوں دسل و دھاوا ہو کر اس کیسے لکھتیں کی نظر۔ اسے کتنا اسے کی طور خود ہی۔ وہ اندھے سے اپنی دل کا داس کہہ رہی تھی اور اس کا۔۔۔ جگہ رہا گی۔
 "نہیں یہی جانتا ام تو مجھے اسے کہہ کر انہیں ہونے پر کھینچوں گی کی عمل دیکھتے کا سامن نہیں ملے گا۔ نہیں۔"

ڈورینگ نکل کے سامنے سے ہٹ کر اس کے پاس پہنچی ہے بولے۔
 "وقت اور حالات کی کس خبر ہے؟" نہیں نے اس کی بڑی ہوتا ہے نہیں اس کو ہم جس کو دیکھتے ہیں ایک لکھ نہیں گزار سکتے اس کے بغیر ایک عمر مرکز گزارنا پڑتا ہے۔

"پھر وہی خوفناک باتیں کہاتے ہیں؟" وہ اس کے پاس بیٹھ کر اس کا ہاتھ پکڑ کر نہی سے بولے۔
 "بات کہنے کی تو مجھ میں تپ نہیں
 "جائے کیوں دل ڈوہا جاتا ہے
 "تجھ سے دوری کے دوسلے میرے گرد
 "جال سا دل کا کتنا جاتا ہے"

"میں نے دل کی بات اشعار میں کہہ کر لی۔
 "میں جانتی! جہاں عبت ہو دل کوئی سازش کا سیاب نہیں ہوتی اور جانا دم اپوں کے کچ ہو کر بھی کیوں خوفزدہ ہو؟" نہیں نے اس کا ہاتھ چوم کر پیار سے کہا۔
 "اس کا جواب آپ کا نے والا وقت ہے گا۔" وہ انہیں دیکھتے ہوئے بولی۔
 "ڈاکٹر کے پاس سے چلوں۔"

"نہیں۔" آپ کو حراس نہ ہو تو میں اب ان کے پاس رہ لوں۔"
 "مجھے اتنا نہیں نہیں ہے میں نہیں خود ان کے پاس چھوڑ آؤ دل کا گیلک ایوری سے راج ہوئے کے بعد پھر بے شک تم وہاں ڈیڑھ ماہ تک آرام سے رہنا آؤ کے اب میں چلا ہوں۔ میری بہت اہم میٹنگ ہے آج کارن مگر وہ پے سے دعا کرنا کام میں جائے آج بھی انہی کے ساتھ کر دوں گا۔" نہیں نے اسے پیار سے کھانے کے بعد کمرے ہو کر کہا۔

"نہیں۔" ان آفس میں جا کر۔" نہیں نے ان کا ہاتھ پکڑ کر قہقہہ نظر دیا سے انہیں دیکھا۔
 "خیرات۔" تم تو بیٹھ مجھے آفس جانے کا کہا کرتی ہو آج نہ جانے کا کیوں کہہ رہی ہو؟" انہوں نے مضبوطی سے اس کا ہاتھ تھم کر کمرے سے بولے پوچھا۔
 "چائیں خیرات سچی ہے یا نہیں رنگ جائے ہاں نہیں۔"
 "میں آج تو بہت اہم کام کرنے ہیں۔"

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں آج تو بہت اہم کام کرنے میں ہیں۔" اس کا جملہ اور لہجہ معنی خیز تھا۔ نہیں نے وہی خوف ہے کسی نہ ہم خوفناک صورت اور چمن جانے کا دکھ اس کی آنکھوں میں دیکھا جو وہ پہلے ہی کی یاد رہا دیکھ چکے تھے۔
 "میں انہوں نے بے یقین ہو کر اس کا پیچہ داہنے ہاتھوں میں بھر کر اس کی پیشانی پر اپنے پیار کی مرہبت کر دی۔ جی کو جیسے سے سے اعتبار اور حوصلہ ملے۔

"میں دیکھتے بعد وہی آجانی کارن ان ڈی ٹیمش کو نام دیا ہے اس لئے معنی دقت پر انکار کا مناسب نہیں لگتا جی کام سن بیچارہ کیا؟" وہ کارن پیشانی سے ہونٹ حیرانہ گی ہو اور اعتبار بھی خوف اپنے دل سے نکال دیا۔
 "میں انہوں نے کھانے کے بعد کمرے میں آکر اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کی پیشانی پر اپنے پیار کی مرہبت کر دی۔ جی کو جیسے سے سے اعتبار اور حوصلہ ملے۔
 "میں انہوں نے کھانے کے بعد کمرے میں آکر اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کی پیشانی پر اپنے پیار کی مرہبت کر دی۔ جی کو جیسے سے سے اعتبار اور حوصلہ ملے۔"

"گنڈے! تم آرام کرو میں اپنے جہاز کو دیکھنے میں غور کر رہا ہوں۔ اس آواز کی گارڈ پھرم خوش باتیں کر رہی ہے۔" اصرار بھی نکلیں گے اور تم مجھے بیشک کی طرح بات دے رہا۔" وہ عبت سے اسے دیکھنے لگا رہا ہے۔

”اس سوال کا جواب میں ہمیں جڑ پر بار دے چکے ہوں پہلے تو تم ایک شخص اب جائیداد میں ایک بار سے دو کر کے آؤ۔ یہ فوراً تمہاری کارروائی کرنا ہے۔ آج نہیں دوں گی رنج ہو جاؤ یہاں سے۔ آج کو ہی اس وقت روئے تمہارا یہ ہے۔ ناکرونگہ تمہاری موت اور دولت کا سبب بن جائیں گے۔“ کنول نے رخ کو ہر دم لے لے کر کہا۔

”یعنی احم کسی کی سرشار کا مظہار ہوئی ہو؟ کہاں ہو؟ سنو میری زندگی مجھے تم پر اعتبار ہے، بلینز لوٹ آؤ میں کر جاؤں گی میر دل بند ہو جائے گا مٹتی جائے گی۔“ ٹیس نے صوب کا پالہ دیکھ کر دھاڑے کر مارے ہو کر مٹی کو پکڑ کر بولے اور پھر اٹھ کر اس کے کمرے سے آگے جاں برائی آداں اور بے بسی چھائی ہوئی کسی ٹیس کے دل پر چھٹ گئی وہ مٹی کے سبز پریشے جہاں دھوپا کی گئی اس جگہ وہ آہستہ آہستہ اپنا ہاتھ پھیرنے لگے، نہ کسی آٹھیس آؤ نوٹوں سے پھر نے اور وہ اسے غائب کر کے ہونے پر غم آؤ واڈس بولے۔

”جیسی آٹھیس سے پھر نے ہونے پر غم آؤ واڈس بولے۔“ ٹیس نے کہا کھاتہ کھتہ نہیں دے نہیں دوں گی تو بلینز واڈس آ جاؤ۔

وہ نہش درد پاؤں کا مجھ سے رہا نہیں سمجھا لیا جاتے تھے محنت دلاؤ مٹی واڈس آ جاؤ۔“

”ٹیس! آپ کیا آٹھیس چلے کھانا کھا لیجیے۔“ کول نے انہیں وہاں بٹھا دیکھا تو ٹیس کمرہ بہت اپنا ہیئت سے انا کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا تو وہ بولے۔

”کول! آٹھیس کوئی نہیں ہے بلینز تم جا کر کھانا کھاؤ میں ٹیس میں سوں گا۔“

”کیا آپ کو خیر نہیں آئے گی؟“ وہ دھکتے ہوئے کنول کی حالت پر ہنچا دیکھ کر لگا۔ وہ چاہتی تھی کہ وہ جلد جلد مٹی کی بھول جائیں اور خوش رہیں۔

”جیسی ہے آپ کی مرضی کی چیز اپنے دل کو رکھ سکتا نہیں اس پر کارباز کی کی ہے دفائی کا۔ وہ تو سرے میں ہوگی آپ کی اس کیلئے توبہ ہے ہیں“ کنول نے بہت لمبے لمبے سانس لیا کہ کنول کا سانس کی ”دیکر کر“ لڑکی کہنا بہت ناگوار کرنا لگتا ہوئے خیر نہیں بہت ہی نہیں کی جگہ ہو گئے۔ وہ ان کے سامنے کی کمی وہ کیا کہنے اس کی حمایت میں؟ وہ تو کسی تک یقین اور بے یقینی کی کیفیت میں مبتلا تھے۔

”گھما گھما کیا نہیں آئے؟“ مسکاتی ٹھیک نہ پوچھا۔

”نہیں کی اوور تو سچی کے سرے میں جا کر اس کا سانس مٹا رہا ہے“ کنول نے جلتے ہوئے کہا۔

”دو جا رہوں سوک جائے گا اور کبھی میں مٹی کی چیز یا باقا کر دیا اور صدمہ سمجھتے رہے تو وہ صدمہ اور دکھا دے گا“ اس نے اپنی سچی سے نفرت کرتے ٹپکس کے اوپر اب اس ٹپکس میں اس کی خوب دیکھی اور خدمت کروانا کہ دیکھی نہیں کر مٹی ان کی جتنی خیر خواہ اور چاہنے وال باقا ہوئی ہو“ مسکاتی ٹھیک نہ انہیں مزید مشورے دیتے رہے کیا۔

”مٹی کی! اسی بھری ہوں کہ مجھے اب کیا کرنا ہے“ وہ سہرا کرتے ہوئے بولیں اور سوتے کیلئے اٹھ گئیں۔

[illegible]

آواز نہ کیا۔
 "تو ہماری خاطر اپنا خیال رکھ، کبھی اطمینان نہ کرے گا کہ وہ ہم سب بھی ہموک جڑا ہل کر دیں گے" کول نے ان کے بچے پر ہاتھ رکھ کر کہنے سے روک دیا۔
 "جو کچھ کول آواز نہ کر رہا ہے، اگر وہ ایک بچہ نہ ہو تو اسے کھانا پکھانا دینا ہوتا ہے، اسے کھانا پکھانا دینا ہوتا ہے" کول نے کہا۔
 اس تکلیف دہ دورِ حوالہ سے کہنے لگا: "میں نے ان کے لئے کھانا پکھانا دینا ہوتا ہے، اسے کھانا پکھانا دینا ہوتا ہے" کول نے کہا۔
 "میں آپ کے لئے کھانا پکھانا دینا ہوتا ہے، اسے کھانا پکھانا دینا ہوتا ہے" کول نے کہا۔
 میری جیت آپ کے لئے کھانا پکھانا دینا ہوتا ہے، اسے کھانا پکھانا دینا ہوتا ہے" کول نے کہا۔
 میں نے آپ کے لئے کھانا پکھانا دینا ہوتا ہے، اسے کھانا پکھانا دینا ہوتا ہے" کول نے کہا۔

”اُمّ کنول! ہمیں بھی ایک دوسرے سے اپنی محبت کی چھائی کی گواہی دینے کی ضرورت نہ تھی کیوں اُمّ کنول؟ جس جہیں جاتا ہوں اور کھڑے آج کے جوہے بات کرتا ہوں شہرہ یحیٰں یا کلاکھی میں اظہار کا بھی ہے ہمیں ایک دوسرے کے پیار پر اظہار کرنا ہے بیشک کی طرف۔ جواب ناشہ کر دیر سے لئے جانے لگا۔“ یہاں اُس کے شانوں کو بھونچلی سے قہار کر ڈھکیں سے کہلا۔

”کی! اُمّ سوری! ہمیں“ اُمّ کنول میں اُکھڑ کر دیکھ کر کہتی اُس لئے شاید اپنی محبت کے انھوں مجبور ہو کر یہ باتیں کر دیتی کی اُمّ سوری۔“ کنول نے اُن کا چہرہ دیکھتے ہوئے صراحت جواب نہ دیں میں کہلا۔

”ہنس! آلِ راعی!“ ہنس نے سہماتے ہوئے کھلا دھیرا لے کر ساتھ چلے گئے۔

تاشیر کے رئیس نے اس منہ خیر سے ملے اس کو مل گئے۔
 ”اسلام میں میری قوم“ تیس نے اس کے اس میں داخل ہوتے ہی کہا۔
 ”وہیکہ اسلام میں آئے تو دنیا کا حال ہے“ منہ خیر نے خوش دل سے کہا۔
 ”حال تو بے حال ہو گیا ہے سید“ تیس نے بے اختیار مٹی پر حملہ بولا۔
 ”کیسی شگ“ منہ خیر نے جہان ہو کر پوچھا۔
 ”کچھ نہیں سید“ آپ کے اس فقرہ میں آئی ہے“
 ”جی۔۔۔ تیس نے کہا اس نے ناقص کیا ہے“

[illegible]

رواکی ڈائری

سحرانجم کی ڈائری سے

سحرانجم کی فلم

دیکھ کر دشمنان میں
کوئی فرق نہیں آیا
سورج کی کرنیں
آج بھی
دیوار سے اتر کر
میری کمر کی کھڑکی میں

چاند بھی

ساری رات میرے گمن میں چلتا ہے
مر جھائے ہوئے پھولوں کی جگہ
تازہ گل پھلے ہیں
فرق صرف اتنا ہوا ہے

وہ لڑکی

جو رشام

تمہاری آہٹ کی بھڑکاتی تھی

رات بھر

اپنے بکھرے ہوئے خوابوں کی

کرچاں چننی دیتی ہے

ریانورچن کی ڈائری سے

نازیہ کول ناز کی کلم "بت حوا"

دینے کے لئے "راشیا بار" ہوئی ہے

خواب نے لئے باعث آزار ہوئی ہے
ہر کوئی بھی کالی بھی کالی بھی ہوئی
خمسودہ روایات کا شمار ہوئی ہے
بہی بنے کو کہنے اس کا نصیب ہیں
بہی کو جن کے بھی سدا خواہ ہوئی ہے
اپنی مرضی بھی اس کی نہیں رہی
یہ فتن کے رشتوں پہ چھا رہی ہیں
زندگی دشمن میں دیا جاتا ہے اس کو کاڑ
ہو کر بھی حتی یہ غدار ہوئی ہے
جہنم کے ہر اک موڑ پر خود کو کاڑ
اس بنت حوا کی سدا ہار ہوئی ہے
صدیوں پرانی بات ہو یا آج کا قصا
ہر جہد کی صورت سدا لاچار ہوئی ہے
اسے بھی جذبے کی ادا دیا کر
بھائی تو بھی باپ پر زہر ہوئی ہے
کر کے فدا خود کو حتی ہے سب کو خوش
واسے نصیب پھر بھی گنہگار ہوئی ہے
ہے حسن کا نکات اور جنت کا وسیلہ
پھر بھی یہ ہمیشہ تار مار ہوئی ہے
ہر رشتے سے تکلیف سے اس کو کیا بچار
ہر آن صاحب سے ہنسنے ہوئی ہے

عانیہ فیاضی کی ڈائری سے

نوشہ فیاضی کی قزل

اب کیسے تھیں اور کون نے جو حال تمہارا ہے اور ہوا

"آمین اور آپ مجھے آئی کیوں نہیں کہتے میں نے پہلی بھی کہا تھا کہ جتنی مجھے اپنی تباہی کی طرح عزیز ہے اور
اس کے رشتے سے آپ میرے داماد بھی ہوئے اور بیٹے بھی۔ آپ مجھے آئی کہا کریں اور میرے لائق کوئی کام ہو
ضرور تیار ہو گا۔" میری مٹھ بھرتے ہوئے ہاتھوں سے کہا۔
"بہت گریہ آئی مجھے آپ کی دعا میں چاہیں اور بچوں کی پڑھائی سے تو آپ مطمئن ہیں نا؟" نہیں نے
مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں میں نے اس کی کلاس نمبر سے پوچھا تھا شاید اللہ بچے اپنی پڑھائی میں کلاس کیوں نہیں کے برابر ہیں اور کلاس
نہیں ہے، بیش اول یا دوم پوزیشن حاصل کرتے ہیں۔" میری مٹھ بھرتے ہوئے خوش سے بتایا۔
"میں کلاس گاؤ۔" ادا کے آئی "اگازت دیجیے" وہ کھڑے ہو گئے اور ہر پلے گئے۔
"وہ خود نہیں گئی اسے جانے پر مجبور کیا گیا ہے؟" ان کے دماغ نے کہا۔
"کون مجبور کر سکتا ہے؟" وہ خود سے سوال کر رہے تھے۔
"اس کی باتیں یاد کر خود ہی سمجھو گے کہ وہ کدو کا عالم تھا کس کا ہے؟" ان کے دماغ نے مشورہ دیا تو ان کے ذہن
میں بھی کی باتیں پھر سے گونجنے لگیں۔
"مٹھلی آئی آئی چلی جانا۔"

"اب وہ جگہ کرنے کے ادا سے یہاں آئی ہیں۔"

"یہ آئے تو وہ لادقت ہی تھے اور دکھائے گا۔" وہ سوچے گئے۔

"اس کا مطلب ہے کہ جتنی سے کمر سے جانے میں سنی آئی کا ہاتھ ہے میں کیوں اعتبار کے صدار میں قید رہا؟
کیوں نہیں کہنے کی کوشش کی میں نے جتنی کی باتوں میں چپے طبع کو محض اس خیال سے اپنے قلب کا اظہار کیا کہ
اگر وہ ملک ہی نکلتا تو کتنوں ہرٹ ہو جائے گی اور مجھے نام ہونا پڑے گا اس کے سامنے۔" کاش میں نے اپنی بات کو
اسی وقت بات کی کہ ان کی تک پہنچنے کی کوشش کی ہوئی "آج حالات بہت مختلف ہوئے۔ میرے انہوں نے مجھے دھوکا
دیا کہ دیا ہے میں انہیں بھی صاف نہیں کریں گا۔ بھی معصوم ہے بے گناہ ہے وہ بہت پیار کرتی ہے مجھ سے
میرے ساتھ دھوکا نہیں کر سکتی۔" اگر کہے کہ وہ چھوٹا من کا پاس ہو "نہیں نے" "میں ادا" کے خیر ہے اپنی
گاڑی روک دی اور دیر تک سوچوں میں گھر سے دینے کے بعد ہاں دیا۔ میری بیگم نے کہیں کو نہ تو وہ گاڑی باہر
لی لاک کر کے خود اندر چلے گئے۔

"السلام و علیکم چھوٹا جان! انہوں نے انہیں دیکھتے ہوئے سلام کیا۔

"وہ علیہ السلام! جیسے دہواؤ ڈالندہ آ جاؤ" میری بیگم نے اس کے سر پر سوج شفت بھر کر کہا تو وہ خاموشی سے

اس کے ساتھ اندر ڈالنا رنگ روم میں آ گئے۔

"السلام و علیکم نہیں بھائی،" تو یہ بھائی نے اخبار ایک طرف دیکھتے ہوئے انہیں دیکھا۔

"وہ علیہ السلام بھائی اکیلا مال ہے؟"

"نہیں، کاشمیر آپ ناگہم کچھ شایان پریشان سے دھماکا دے رہا۔" شوبہ بھائی نے اس کے چہرے

کو دیکھ کر پوچھا۔

"نہیں، کاشمیر کاشمیر کاشمیر" میری بیگم نے غصے سے پوچھا۔

عائیه یازدی
 دیوہ طوبی رضا
 بہادر
 دینا کا تو آغاز دفاؤں سے ہوا تھا
 جنت کی دل آویز نفاؤں سے ہوا تھا
 اک بھول کر کیسے ہیں خطا کی پہ پہلاب
 تہمت ہے کہ آغاز دفاؤں سے ہوا تھا

فرزادہ شوکت
 وہ آج بھی صدیوں کی مسافت پہ کھڑا ہے
 دلوں پر تو جسے وقت کی دیوہ گمراہ کر
 وہ تو خوشبو ہے اجالا ہے سحر کا طہر بھی
 شام بن کر میری آنکھوں میں اتر جاتا ہے
 حسیں پر دین
 اس کی مرضی کے سوا اے شہر دیکھا جلتے
 مانگتے داسے دعا ہے بڑا کیا مانگتے
 شہر یادوں نے دیا سوچنے کا عرض حال کا
 ورنہ ہم صرا بہر شیشے کا گھر کیا جلتے
 رفت حسن
 بادیاں تھکے سے پیچے کا اشارہ دیکھنا
 میں سمندر بجتی ہوں تم کنارہ دیکھنا
 ہیں مجھ کو راجی بہت آس میں نقلاں سے مگر
 جاتے جاتے اس کا سزا مردود دیکھنا
 سحر انجم
 سکوت دشت تنہا کی سنا آتی کہانی ہے
 کہنی ہے جیت پریشاں شہر نیات میں کہانی
 ☆ ☆

اس جلی کی جلی میں آگھول شاک خراب بہت بہادور
 یہ ہر ہوا بھی دشمن ہے اس نام کے سارے دشمن کی
 وہ نام جو میرے ہونٹوں پر خوشبو کی طرح آد ہوا
 اس شہر میں کتنے چہرے تھے کچھ انہیں سب بھول گئے
 اک شخص کتاؤں جیسا تھا وہ شخص زبانی یاد ہوا
 وہ اپنے گاؤں کی گلیاں بھول جن میں جانا چاہتا تھا
 اب اس سے فرق نہیں پڑتا نا شاد ہوا یا شاد ہوا
 ہے نام شہر پرانی جی ان گری سائلی آنکھوں میں
 ایسا تو کسی سوچا بھی نہ تھا دل اب جتنا ہے داد ہوا

حائیکم کی ڈائری سے

نورین نور کی ڈائری سے

میں تنہی کی غزل
 چہرے کے کچھ سے کچھ تو نے یہ بھی سوچا ہے
 اور جہاں چہرے بھی کتنا اداں لگتا ہے
 یہ فطرت میں کا کچھ ہے رانیاں نہ کچھ
 کہ اس کے بعد تو کبھی دور ہیں کا سحر ہے
 کچھ اور دیر نہ چھڑا ادا سبیل کے شہر
 کے خیر ترے سائے میں کون بیٹھتا ہے
 یہ رکھ رکھو رحمت سکھاتی اس کو
 وہ دھڑک رہی تھی سحر کے مٹا ہے
 کچھ اندر کی تو آسلاں لگتی ہے شہر میں

عقید شفا کی غزل
 اس اہلیات کی ہیں شہر آشیاں آج بھی پھر ہے
 میں جہاں کا تیرے پیٹھ پر کچھ زندگی کا شہر ہے
 نہ ہوں مجھے سے تپ کی نہ طلب جاوے تپ کی
 تری چشم ناز کی غیر ہو مجھے ہے پچھتایا مرد ہے
 جو کچھ تھے چہرے کا پھر اس میں تیری بھی کی خطا
 یہ غلط ہے میرے دماغ کا یہ مری نظر کا قصور ہے
 لگتا بہت دل میں وہ طمان کش لگتا ہے تیرے شہر سے
 وہ انداز نہ جو سر ہم کئی دن سے تیرے حضور ہے
 میں لگتی کے کچھ تیرے تمام سے نہ کروں گاہے مقام ہے
 میں قہل جوروں تم کئی مجھے تم سے عشق ضرور ہے

عقید ملک کی ڈائری سے

عقید علیہ کی غزل
 مٹا گھاب تو کائناتے چھا گیا اک شخص
 ہوا جہاں تو کچھ تھا چہرہ کچھ لکھا
 قلم لکھ کر سحر سے نو بہار
 مٹا خاک کو فنا نہ چھوٹا اک شخص

اپنی ماہ میپ

اس ماہ کا اقتباس

دنیا کے عابد

بیان کیا جاتا ہے ایک شخص کے بارے میں یہ مشہور تھا کہ وہ بہت زیادہ تنگ ہے ہر وقت اللہ پاک کی عبادت کرتا رہتا ہے۔ یاد دہانی اس کی شہرت کی تو اس کے پاس بیٹا بیٹا کا ہمارا دل چاہتا ہے آپ کی زیارت کریں۔ ہو سکے تو کسی دن ہماری یہ خواہش پوری کیجیے اور ہمارے دربار میں تشریف لائیے۔

یہ شخص عبادت گزار تو واقعی تھا لیکن اس کی یہ ساری محنت صرف لوگوں کو دھوکا دینے کے لیے تھی۔ بادشاہ کا بیٹا ملا تو دل میں بہت خوش ہوا۔ سوچا بادشاہ ضرور انعام و اکرام سے نواہے گا۔ یہ سوچ کر اس نے فیصلہ کیا کہ بادشاہ کے پاس جانے سے پہلے کوئی ایسا دوا لی لیتا چاہیے جس سے کسی قدر ضرور ہو جاؤں مجھے تحفہ و زائر دیکھ کر بادشاہ کو یقین آجائے گا کہ میں واقعی بہت زیادہ عبادت کرتا ہوں۔

اپنے دل میں یہ فیصلہ کر کے اس نے ایک دوا لی لی لیکن اس سلسلے میں اس سے غلطی یہ ہوئی کہ کمزور کر دینے کی دوا کی جگہ ایسا زہر لی لیا جو دوا کو زہر بنا دیا کہ زہر نہ جڑے تو زہر اور زہر مالک کر دیا۔ یہ دوا اپنے عابد کے حوصلے کو توڑ دیتی تھی۔

ہرست عابدوں کی خدمت کی ہے اور ایک دیباکاری مثال دے کر یہ بتایا ہے کہ ایسا ہر ایک بات جو صرف عقول کو خوش کرنے کے لیے ہو زہر پینے کی مانند ہے کہ اس کا انعام بلاکت ہوتا ہے۔ عبادت کی اصل روح اور اصل مقصد یہ ہے کہ اللہ کے ساتھ انسان کا رشتہ اس طرح استوار ہو جائے کہ کوئی اور رشتہ دینا مقبوض نہ ہو۔

حضرت سعدی کی کتاب گلستان سعدی سے انتخاب ناکلہ اسحاق۔ لاہور

جیب کترا

دہلی میں ایک جیب کترا تھا جس کا گھر قلعہ کی طرف تھا۔ اس کے محل کی طرح دودھ مارا تھا۔ اس نے گلے کی انگلی بھی چتر پر کھس کھس کر شے کی مانند تخت کر لی تھی جس پر اس کی انگلی لگ جاتی تو قلعہ کی دیوار پر چھوڑ دیتی تھی۔ ایک صاحب کوئی بار سے غلوئے حسن نکلتی کے ہاں آئے اور شایستگی کہ دہلی کے جیب کتروں کی بڑی سی تھی۔ آج ہمیں دہلی کے بارہاؤں میں بھرتے چاروں ہو گئے لیکن کسی کو چال نہیں ہوئی کہ ہماری جیب کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھ سئلے۔

خود صاحب نے اس جگہ ایک کہلا آجواں صاحب سے بیان کیا ہے کہ آجواں صاحب نے اس جگہ سے ہرگز نہ دیکھا۔

مسٹر کرکڑا، مغلوبہ صاحب ابہ۔ شہر مردوں نے ان صاحب کا حلیہ بتایا تھا۔ چاروں سے انگریز کے اندر کی جیب میں شکل کے آنکھ مٹنے وزن کے ڈالے گھوم رہے ہیں اور وہ بھی گنتی کے چار۔ آپ ہی بتائیے کہ کون جلی کھول پرائی نہت خراب کرے گا۔ اخلاق احمد دہلی کی کتاب ”پھر وہی ہاتھیاں“ سے اقتباس انتخاب سیما ملتان

اس ماہ کی کرنیں

ہندو کے کام کروڑ سے بڑھ کر ہے۔
ہندو شے کھا دی کو ہر کوئی خوش آید ہے۔
ہندو زمان بندھ کر سب سے بڑی عبادت ہے۔
ہندو شے کھانا ہوتی نہیں بلکہ زخم کھا کر سکراتا عقلت کی دلیل ہے۔
ہندو زندگی میں حرارت پیدا کرنے والی چیز اعتقاد ہے۔
ہندو علم دل کو ایسے سیراب کرتا ہے جیسے بارش خشک زمین کو سیراب کرتی ہے۔
ہندو دنیا کی سب سے عجیب ترین چیز دوتی ہے۔
ہندو فرزند شوکت ہے۔ گھر گاہی

اس ماہ کی نظم

دور درختیں پھریں سے دور درختوں کے
راج کس لیے آخر ہمیشہ خاص لگتا ہے
بیت بھی ہوتا ہمیں اداسی سے بھر کر شامیں
دور درختیں رہتی روٹی کی دور درختیں کوئی نہی
رہتی نہ دل کا دور درختیں اجالوں کا
نہی نہ جو دل کا بھی شکل سواوں کا

چھوڑ جانے کی بجائے ملن کی آس لگتا ہے
راج کس لیے آخر ہمیشہ خاص لگتا ہے
ہمیں کس کی

اس ماہ کا ڈراما سین

جیب سورج نے اپنا سر اٹھوا دیکھا تو سرے کی سریل آواز سے اس کی آنکھ کھل گئی۔ سب سے پہلے اس نے اپنے حسین جمیل چہرے پر پانی کے چھینٹے مارے اور پھر جلدی جلدی ناشیہ طے سے نیچے اتارا۔ اس کے بعد پورے دل کا سب سے اہم کام یعنی آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر ہر وہ کی طرح اپنے آپ کی تحریریں کیں۔ اپنی بڑی بڑی سیاہ غماز اور ہنسیوں میں کامل اور ہونٹوں پر لب، لبک لگا کر اپنے حسن کو چار چاند لگا دیئے۔ خوب بناؤ سنگھار کر کے بعد اپنا خاص سامان یعنی مٹی بیٹی پار اپنے پرک میں رکھا اور اپنی جیب پر دھڑکا ہوئی۔

آپ کے شینے دل کے مطابق دوا ایک کشادہ سڑک کے کنارے کھڑی ہو گئی۔ پھر اس نے اپنے خاص انداز میں ایک خوبصورت بلیک کار کو ہاتھ سے رکھنے کا اشارہ کیا لیکن اسے شاید اس کار میں بیٹھنے ہوئے شخص کو ملتی تھی۔

خیر اس نے تین چار کاہلوں کو رکھنے کا اشارہ کیا لیکن دوسری دہائیوں کے لیے آج کا دن خراب تھا۔ نہیں اس نے بہت بدنامی اور بڑی جرات کے ساتھ دور دور سے آتی دھند کا سانسے کھڑی ہو گئی۔ بچہ اور کار کو تھامی چلا۔ چھوڑ دے چارے اور دلکش انداز میں دھیرے دھیرے قدم بڑھاتی ہوئی کار

دیا جاسکتا ہے۔

فرزادہ شریعت..... کراچی

بہنیں

ڈاکٹر چنان سے: آپ کا ایک گروہ مل ہو گیا ہے۔
چنان رو رہے ہوئے "کتے بہروں سے"
ڈاکٹر: آپ کے شوہر کو آرام کی ضرورت ہے
بیوی: "یہ میں انہیں کس وقت دوں؟"
ڈاکٹر: "لی بی بی آپ نے کئی ہیں۔"

طوبی رضا۔۔۔ بہادر پور

ہاں نہیں مے کی

حافظ ابن قیمؒ نے دیکھا۔ ایک ماں دروازے
میں کھڑی اپنے بچہ کو راری دیتی وہ ساتھ آٹھ سال کا
بچہ تھا۔ مارتے مارتے اچانک ماں نے بچے کو دھکا
دے کر کمرے باہر نکال دیا۔ دو بری طرح در دھکا۔
ادھر ماں کہہ رہی تھی "تو ناظران ہو گیا ہے میری کوئی
بات نہیں ماننا تو میرے کمرے سے چلا جا میں تیری فصل
بھی نہیں دیکھنا چاہتی"۔ اچانک کہہ کر ماں نے کھیت سے
دروازہ بند کر لیا۔

دروازہ بند ہونے دیکھ کر بچہ کچھ دیر کوتاہ رہا پھر
اس نے آہستہ آہستہ چناشریں کر دیا۔ پلٹے پلٹے جب
وہ بجلی کی گھڑ پر پہنچا تو کیا دیکھ کر اور کچھ بچے کا پھر
وہ چلا اور اپنے کمرے کے دروازے پر آ کر پہنچ گیا۔ وہ دھکا
ہوا تھا اسے خیر انداز لگی فوراً وہ سو گیا۔ کافی دیر پھر
اس بچے کی ماں نے کسی ضرورت کے تحت دروازہ کھولا تو
دیکھا اس کا بچہ دھڑلے پھر کے سو رہا ہے اس کا قصد
اس خفا میں ہوا کہ اس نے بچے کا پاس سے گزرا تو
میں اور کبھی میری طرف سے دروازے پر نہیں آئے گا

دروازہ بھست [224] اپریل 2012ء

جاتا۔ یہاں کیوں رہائے۔ ماں کی بات سن کر بچے کی
آنکھوں میں پھر آنسو آ گئے اور بولا "میری ماں آپ
نے دھکا دے کر کمرے سے نکال تو میں سوئے گا کہ کہیں
چلا جاتا ہوں بلکہ مانگ کر گزرو کر لوں گا یا محنت
حزروں کر کے کھانا کھا لیا کروں گا۔" سوچ کر شرمیلی
کی تھوڑی سی آنسو کی قطرے آگئے۔ غنائیں کھانا بنا تو مل
جائے گا ماں نہیں ملے گی ماں اور اس کی محبت کرنے کی
تو اس کمرے سے لڑنے سوچ کر میں اداں آگئی ہوں۔
مجھے جان چاہیے ماں کی محبت چاہیے میں آگیا ہوں اگر
آپ آپ دیکھو۔ دے کر کا میں کی تھی تو میں نہیں جانتا
کہ۔ جب ماں نے بیٹے کی باتیں سنیں تو اس کا دل
مدم ہو گیا کتنا اس کے ارادوں پر غالب آگئی اس نے
کہا "بیٹے اتنا بڑے دل میں احسان ہے کہ ماں کی
محبت اور شفقت نہیں اس کے نہیں مل سکتی تو تمہیک
سے تم اس کمرے میں دھکے دینا جس میں کہیں نہیں جاتے
دوڑ کی۔"

حافظ ابن قیمؒ نے یہ سارا ماجرا دیکھ کر مسکراتے لگے
وہ بچہ اپنی ماں کو چھوڑ کر کہیں جاتے کیلئے توجہ میں تھا تو
اس نے اپنے اللہ کو چھوڑ کر کہا اور کے ذریعہ سوالی سن کر
کیسے جاسکتے ہیں۔

اس اسیادہ امر کراچی

جہالت و لٹریچر

ایک کہنے سے شیر نے چیرائی کر کے پر ہر
ہوتے ہوئے کہا
"ایک ماہ سے دو" ان تم نے آبی تیری مرتبہ
جواب: "میں نہیں متاوا۔" ہماری کہنے
میں کہہ دی گئی۔ تمہارے ہوک کیا کیا ہے؟

"جناہ جناب" لڑکے سے سر ہلایا۔
"جب وہ جھوٹ بولے میں ماہر ہو جاتا ہوں تو
انہیں ستر میں عا کر کاؤ تیر کر لیا دیا جاتا ہے۔"
بھڑکی طارق۔۔۔ لوب نگہ

معمولی چیز

انڈیا کے سوہے پرنے کے مشہور تاریخی شہر بجنور کی
قصیل عجیب آباد کے گاؤں حسین پور کے محلے
پڑائیاں میں یکدم یہاں سید مراد حسین نقوی شہرہ
کے دھیمان چلا آ رہا تھا عجب سے اس کے بڑے
بھائی سید عابد حسین نقوی پڑائی نے آواز بلند کر کے
کہا "بھیرے چھوٹے بھائی سید مراد حسین نقوی دما
مرک کے کنارے ہو کر پڑا پیچھے سے ٹک آ رہا ہے۔"
دھیانی سید مراد حسین نقوی بے ساختہ بولے
"بڑے بھائی سید عابد حسین نقوی صاحب آپ
بے فکر رہیں میں اسی سے ہوئی جہر گزار
جاتے ہیں یہ معمولی چیز ہے۔"

پروفیسر ڈاکٹر واجد گنجوی کراچی

دکھ سکھ

تمام تر تقریریں اس "اللہ" کے لیے ہیں جو
برداشت سے زیادہ "دکھ" میں دلتا
مگر
ادوات سے زیادہ
"سکھ"
ضرور رہا ہے۔

مشہور ناظر مشواں۔۔۔ کراچی

محبت

محبت ایک ریاض کا سوال ہے
اس میں دوستوں کو فتح کرو
دشمنوں کو فتح کرو
خوشیوں کو شربت کرو
اور غم کو تقسیم کرو تو
آپ کے پاس جواب
پڑتا ہے میں دلوں طرف
برابر کا آئے گا

شرین اسلام الدین کراچی

زندگی گزارنے کے چار اچھے طریقے

1. اس کو بھی غلامتد کو جو نہیں چاہتا ہے۔
2. اس کو مت چھوڑو جس کو تہااری ضرورت ہو۔
3. اس کی ہلک سی بات نہ لگاؤ جو تم پر اتنا اثر کرتا ہو۔
4. اس کی بات نہ لگاؤ جو تمہیں ہر وقت یاد کرتا ہو۔

فصولِ شریعت

"مزدوق کچھ چڑھ رہے ہو؟" کہیں باپ نے
شہر خارج ہونے سے پوچھا۔
"نہیں پاپا۔" بیٹے نے مختصر جواب دیا۔
"کیا غم کچھ کچھ رہے ہو؟" باپ نے جبر
دریافت کیا۔

"نہیں پاپا میں کچھ سوچ رہا ہوں۔" مزہ۔
جواب دیا۔
"تو پھر کھڑے کیلئے پشیمان ہو رہا تو تہااری یہ فضل
خریج کی عادت کسی دن اچالے کر دے گی۔" کہیں
باپ نے دھاتوئے ہوئے کہا۔

فرزادہ مراد۔۔۔ کراچی

ایک یاد

بھی پرند کی اڑان تھی اس میں
بھی چب کش جان تھی اس میں
بھی خوشبو کی مہک تھی اس میں
بھی فرشتوں کی صفت تھی اس میں
بھی ہر خوف کا کراؤ تھا اس میں
بھی خاموش نصیحتی اس میں
بھی چال میں تیز رفتاری اس میں
بھی گریز چمک ہے خوف اس میں
بھی اللہ کے رحم پر چوڑا اس کو
ڈرتے ڈرتے قدم بڑھاتا اس کو
گھر کے قریب پوچھتا اس کو
عجب خوشی ہے اچھلتے چاہتا اس کو
دل کے سکون میں غوطے کھاتا اس کو
ان یادوں کو دہراتا اس کو
اب بھی وہیں پاتا اس کو

فرخ سلطان

غزل

یا یہ میں تو ہوا احساں یہ مجھ کو
یا یہ میں تو ہوا احساں یہ مجھ کو

ہے اس کی جگہ بھی گوری مگر چہرہ پہ ہشت ہے
نہ جانے کیوں بھٹک گیا یہ بیگانے سے لگتے ہیں
لفٹاری، اخوت جو مسلمانوں میں ہوتی ہے
فحش ہیں یہ مسلمان جو مسلمانوں سے لگتے ہیں
ہے صوفت جس میں اڑاں چمک شاہرہوں پہ بختی ہے
نہ جانے کیوں یہ بے مائت ہو کر پروانے سے لگتے ہیں
ترقی کے لیے اپنا گزر جاتے ہیں ہر حد سے
جنونی ہیں یہ پاگل ہیں یہ دیوانے سے لگتے ہیں
غزل کی روح بھی اپنے وطن پر والہ و شیدا
ہیں اس کے لوگ مجھ کا جاتے بیگانے سے لگتے ہیں
سلطانی غزل

لوگ تو

آئینوں کی اور اڑنا پڑنا
آئینے تو خفا بھی ہوتے ہیں
درو کی آئینہ بھاد
درو ہے آٹا ہوتے ہیں
خود کو نشانِ روز و نوگوں میں
لوگ تو بے وقافت بھی ہوتے ہیں

فررازہ شوکت

غزل

چاہتا ہے کہ یہ تقدیر کرے
چاہتا ہے کہ یہ تقدیر کرے

دن کی حرکتیں سہل کے ہر کرتا میں
سلام خیر کریں چاند بادشاہ کے حضور
جہنیا شوق کو عالی مقام کر آئیں
دھڑکتی ہے ہر پیر کیل شاہ جہان کے پرد
جہان دیے کا سارا نظام کمر آئیں
چلو کہ لفظ کا جو ہر نہیں غلامی کریں
چلو نگارِ سخن سے کام کر آئیں
چلو ٹاکو کرم کی کراستیں دیکھیں
چلو بہشت میں ہاک شب قیام کر آئیں
چلو کہ راو طلب میں گمنا کے جاں اپنی
وصال یار کا کچھ اہتمام کر آئیں

ناصر عباس

غزل

اندھیری شب کے دامن میں روشنی کیسی
اواس دل چو تو پھر زندگی میں بھی کیسی
دے گیا وہ خوب میں ترک الفت چڑھا
ہمارے لیے اب زمانے میں پھر خوشی کیسی
تیری یادوں کے قصور میں کسل ہیں جہوں بھی
میں کی ہوئی ہواؤں میں پھر یہ غمش کیسی
حسن بہاراں سے وہ بھی دھکا دے ہوا
بھی بھی کسی کی نگاہوں میں یہ بہار کی کاشی کیسی
کاشن میں شاخِ تنہا کی طرح میں چاہیہ
پھر میرے لیے یہ اراؤں کی تاریکی کیسی
محمد اعلم چاویہ

انتہاس

آج ہم نے کئے
آج ہم نے کئے

شب کی دلگیری
چاند لگا ہے پھر
کچھ ستاروں کے ساتھ
سکراتے ہوئے
دل دکھاتے ہوئے
چاندنی رات ہے
گم کی بہتات ہے
دل تر ہے پاس ہے
کس کو احساس ہے
اشک آنکھوں میں اپنی چھپاتے ہوئے
رخم کھائے ہوئے
بنا ہے نظر
پھر تمہارے لئے
آ بھی جاؤ دنا
مسکراؤ دنا
دیکھوں میں تجھے
پیارے اک نظر
سکراتے ہوئے
آں سے پہلے کہ چپ
رات دھل جائے اور
دن لگا آئے پھر
آ بھی جاؤ دنا
آ بھی جاؤ دنا

غزل

سب لپٹے تھے کھر اپنے نہیں تھے

ہری شاہیں تو ہمیں پہنچیں گے
ہر اک پتھر برداشت آیا
کسی کھڑکی میں بھی شیشے نہیں تھے
سب ہی کچھ قحاری قسمت میں لیکن
نجوی کے لئے پیسے نہیں تھے
بڑا نادوں تھا پتھر کا زمانہ
کھلنے بھی تو مٹی کے نہیں تھے
وہی ہے جا تعریف کا نظر کا
فلک پہ چاند اور تارے نہیں تھے
ہوئے بے سایہ جب ہم دو پہر میں
تو مہلے بھی مہلے نہیں تھے
گئے تھے بن کے حجر سے سر میں
انہوں نے پھول جو پیچھے نہیں تھے
گلابوں کو دہانت کون کرنا
ہم کاٹوں سے جب اٹھے نہیں تھے
اچھا ہوا خود کچھ گئے وہ انتہار
برے حالات بھی اپنے نہیں تھے

غزل

جزیرہ خند سے ہے دل کے گئے
فنا جرمِ نعت میں یہ مراد اپنے گئے
دور و جب بھی ہم ان کے ہوئے
نقل لب پہ ہزاروں لگ گئے
آگ بھڑ میں جلتے رہے صدا
ہائے اکس طرح سے ہم چنے گئے
ان کی یاد جب سے عصر ہوئی
مری تھالی کے صفت سب گئے
وہ پہلی بوند محبت کے برتنے سے
تھامے تھے خواب ہم نے گئے
میرے عقل نے سناپ روزِ ماکہ سے
اسے کیا حجر کے کتھے آکھو بہر گئے
اپنے پر جاتی تھے غم پیچھے رہے
دین اپنی ہر خوشی کرتے گئے
وہ انشاء میں کوئی طیب نہ لے گا
جو دلالِ عشق میں غزل بخش گئے

میرا غزل

زندگی

زندگی ہے آس کا نام
زندگی ہے سانس کا نام
زندگی ہے ہر لمحہ میں ہر لمحہ میں
زندگی ہے ہر لمحہ میں ہر لمحہ میں
زندگی ہے ہر لمحہ میں ہر لمحہ میں
زندگی ہے ہر لمحہ میں ہر لمحہ میں

زندگی شان ہوتی ہے
زندگی اک خوشی کا بیج ہوتا ہے
زندگی یاد ہوتی ہے
زندگی شاد ہوتی ہے
زندگی ان کو جھانسنے کا خواب ہوتی ہے
زندگی آزمائش ہوتی ہے
زندگی فرمائش ہوتی ہے
زندگی آخری سفر کی آزمائش ہوتی ہے

غزل

زندگی کے آخری سفر پر جب میں جاؤں گا
سفید لباس میں بہت دلکش نظر آؤں گا
سب رو رہے ہوں گے میرے لئے مگر
میں صرف حیرے لئے مسکراؤں گا
تیری راہوں سے جب گزروں گا جتنا دیر
دو پھول مجھ پہ دکھائیں مہک سا پائوں گا
میں سفید لباس میں بہت دلکش نظر آؤں گا
تم ایک در مجھے اپنا چہرہ ضرور دکھاؤ
تمہارے سامنے بیٹھنے کو ہر لمحہ ہر جاؤں گا
پھر میں سفید لباس میں بہت دلکش نظر آؤں گا
یہ فیروزہ اکثر واحد گیتی

دعا

ہم
ایک بھولی سی دعا ہے
کہ
میں دل میں

زندگی
زندگی
زندگی

نظم

چاہوں کے سفر میں
تیرے کے دلیں میں
کسی رنج میں
جو کہیں ملا
وہ میں نہیں
کوئی اور تھا

شاہ رخ گل

کوئی شاہ رخ گل ملاؤ میرے دل میں جاہت چکاؤ
میں بھول گئی ہوں گھر کا رستہ مجھے میرے گھر پہنچاؤ
میرے چہرہ پر گریب نہ رہا کوئی جیس داسن ستا
دل میں آگ دو سا ضمیر گیا ہے مجھے کچھ تو لگاؤ
ہے شک چوں کا شور مچا سنائی نہیں دیتا
انہیں جٹاؤ میری رولہ میں کوئی دیا جلاؤ
کوئی اپنا احساس دو مجھے کوئی مل سمجھاؤ
میرے سر پہ آج بھی دو مجھے مجھے ہے تم ملاؤ
میں تھک گئی ہوں کاپِ تقدیر اب تو منزل دکلاؤ

☆ ☆ ☆

سینکڑوں سے

عائشہ الیاس : کہہ رہی : اب اجازت چاہوں گی۔

السلام و علیکم آپ! امید ہے آپ فخریت سے ہوں گی۔ سب سے پہلے کچھ درد پر ہنسرہ کر لیں! ماشاء اللہ سے درد کا یہائی کی طرف بڑھ رہا ہے سچ بتاؤ۔ آپ تو میں نے روا پیسے بھی باقاعدگی سے نہیں چڑھا پر اب چاہتی ہوں کہ انکے اسے لگتی ہی اتنا اچھا ہے اس سے نہیں کہ اس میں اس بہت خوبصورت بلکہ اس لئے کہ اس میں اب بہت خوبصورت تحریریں چھپتی ہیں۔ روا میں کافی اچھی رائٹر کا صاحب ہوا ہے ماشاء اللہ سب ہی اپنے طور پر بہت اچھا لکھ رہی ہیں۔ آپ میں اس کا آپ کی تعریف کرتا چاہوں گی آپ کا یا ناول بہت ہی خوبصورت ہے۔ آپ بہت خوبصورت منظر نگاری کر رہی ہیں خاص طور پر نام اور باقی کا سین تو بہت خوبصورتی سے بیان کرتی ہیں۔ آپ کے الفاظ کا چناؤ اور منظر نگاری بہت عمدہ ہے اللہ آپ کو بہت کامیابی سے نوازے۔ آپ سے کہیں بہت سچہ کہنے کو ملتا ہے۔ اب آپ میں ہوں میں اپنی طرف۔ آپ آپ کا بہت بہت یاد دہانی ہے آپ نے یہی تحریر بہت خوبصورتی سے ساتھ لکھی۔ میں غلام عباس لکھنے کی بات سنا چکی ہوں۔

کی استوری بہت ہی زبردست تھی۔ روشنی فاطمہ جب بھی لکھتی ہیں بہت اچھا لکھتی ہیں۔ باقی ساری رائٹرز جیٹ کرکٹیں شریں اسلم سعدیہ خاں آفریدی رہنا نور رضوانہ نجف جون شاہ صفا سب ہی کی تحریریں اچھی تھیں۔ رہنا نور کی تحریر آج کل کے ماحول کے حساب سے پرکٹ تھی۔ مستقل مسئلہ سارے ہی اچھے تھے۔ اب اجازت چاہوں گی۔

بشری طارق

سوئٹ آپ! بہت محبت کے ساتھ پڑھوں دعاؤں سے کیا سلام۔ گوشہ آگہی میں جس طرح آپ محاب ہوتی ہیں سارے ہی الفاظوں میں اتر جاتے ہیں۔ روا سے جنت تو ہماری روح کو گھر شرشار کر رہا ہے۔ روا کے تمام سہیلے رواؤں بہت خوبصورتی سے روا کی شاخ میں مزید اضافہ دے کر دے جا رہے ہیں۔ کسی ایک کی تعریف کرنا بھی بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ مکمل ناول ناول اور افسانے سب ہی اس روا کے اچھے لکھے۔ مستقل مسئلوں میں ڈائری سے لے کر تھکد تک رنگ ہی رنگ ٹکھڑے پڑے تھے۔ سعدیہ عابدی انزلی در سادہ کی ڈگری کا انتخاب بہت عمدہ تھا۔ اشعار کا انتخاب بھی اچھا تھا۔ اس روا کا اقتباس روانہ تو قیر کا انتخاب زبردست تھا۔ خوشنود پڑا ہی مہلتا ہے۔ در بدر مجھے کہنا میں نے سنے۔ ہوں کا بھی خاطر خواہ اضافہ ہو رہا ہے۔ دوستوں کے نام پیغام پڑھ کر بہت اچھا لگتا ہے۔ جتنی محبت کی لکھی اور نگار بھی چھپا تھا۔ آپ آپ کا رستہ یہ ہے کہ آپ میری

راہیلہ سنج : سو سوئٹ آپ! سرورق بہت ہی خوبصورت جملہ لکھا ہوا خوشگو رسوسم کا پڑھوڑ گیا۔ سسے وار رائٹر سے لے کر مکمل ناول ڈاؤن اور افسانے سب ہی بہت اچھے تھے۔ روشنی فاطمہ کا شائد چھپا کر دو کی بہت اچھی بات یہ ہے کہ اس میں بی رائٹر کا اضافہ ہو رہا ہے۔ تانہ طارق کا مسئلہ وار ناول "سائنس بزرگ اور سوئٹ" کی استوری بہت اچھی چل رہی ہے۔ اس کہانی میں سو سو کا کردار بھی بہت دلچسپ ہے۔ انم خان کی کہانی میں ایک طرف ماہی کی استوری بہت دلچسپ ہے تو دوسری طرف علی کی۔ انم خان کا لکھنے کا انداز بہت اچھا ہے۔ ساس گل کی کہانی روا سے معشرے کا ردیو شات ہے۔ آج بھی روا سے گھر میں اس کی کہانیاں پائی جاتی ہیں۔ دوستوں کے نام پیغام ایک بہت خوبصورت کالم ہے۔ دشر پڑھ کر ایسا ہی اچھا لگتا ہے۔ اب اجازت دیجیے لکھنے کا مکمل حصے کے ساتھ حاضر ہوں گی شکریہ۔

نہ کھانی تھی عذابی سے آج بھی بھرتی نظر رہی ہے کچھ
 آئی اسامہ۔ ہی کردار بہت اچھے لگے رہے ہیں۔
 شادی بھی آپ تو ہمیشہ ہی کمال کرتی ہیں۔ تاکہ
 طارق آپ کی کہانی میں سب کچھ سے بڑھنے میں
 بہت حذر رہا ہے۔ سیاسی گلے صاف اور کھینچے ہیں اس
 کہانی کا انعام کی ہوتا ہے۔ سخت رہے گا انہم خان کا
 مکمل ناول میں ملے گا کردار بہت دل کو چھوتا ہے۔

اس کی حالت پر دل خون کے آنسو روا ہے۔ نایاب
 حسین کا مکمل ناول بہت اچھا لگا۔ جیسا کہ فریڈرک ہور
 شمرین اسلام ابدین اور باقی ساری ہی ریکارڈ سے
 اچھی کہیں بڑا حقیقت کس۔ روشنی کا طالعہ کا ماز بہت ہی
 اچھے ہے۔ شاخوں منہا کا افسانہ "صد حافظ" میں
 امام کا کردار اچھا لگا۔ آئی! بہت دنوں سے کسی رائٹر
 کا ادھر وہ شائع نہیں ہوا ہے۔ آخر میں میری دعا ہے
 کہ وہ ابیشترتی کی مناز میں لے کر رہے آئیں۔

ناویہ اظہر
 آپ! سب سے پہلے تو جبریل وہ نہیں آپ
 کیلئے ہے؟ آپ! آپ! بہت شکر ہے آپ نے دوستوں
 کے لیے کام کیا ہے۔ مجھے جگہ دی نہیں کی وجہ سے مجھے
 مزید حوصلہ ملا کہ میں خود لکھ سکوں کہ آپ میرا یہ وعدہ
 روٹی کی نوکری میں نہیں ڈالیں گی۔ میں دراصل بہت
 غریب سے چڑھ رہی ہوں اور سب کچھ میری
 نمکدہ سے خرچ ہیں۔ اس کے علاوہ وہ میں سب ہی
 رائٹر بہت اچھا سمجھتی ہیں۔ خاص کر آپ! ناخدا اور خیر
 اور سحر کی ویل میں باتر جاتی ہے کہ بڑھنے والا اس
 سطر میں کس جاتا ہے۔ گوشہ آئی نہیں بھی تہ

بڑا دل داریت مانگا ہے آپ! ہر شکر
 دوا انجسٹ [22] اپریل 2012ء

کاری ہوں میں کچھ تو میری بھیج رہی ہوں اسے بلیر
 ضرور دیا میں جگہ دیکھتے گا۔ اس ماہ کا شمار بہت ہی
 دلکش لگا۔ ہر ماہ کی کہانی اپنی جگہ بہت عمدہ ہے۔
 سلسلے وار ناول بہت اچھے لگے رہے ہیں۔ روا کی
 جتنی بھی تحریف کی جائے کم ہے۔ گوشہ آئی سے
 لے کر مستقل سلسلے سارے ہی اپنی جگہ جگمگاتے

ہیں۔ روا نے جنت بہت ہی معلومات سے ہر پر
 سلسلہ سے نئے پڑھ کر دل کو تسکین حاصل ہوئی
 ہے۔ باتیں صحت کی دواؤں کے نام پیام سلسلے
 بہت اچھے لگتے ہیں۔ دواؤں کے نام پیام سلسلے
 آگے بھی جاری رکھئے گا اب اجارت دیجیے۔

شمرین اسلام الدین
 السلام وعلیکم آئی! اللہ بیکانہ قہنی سے آپ کی
 خدمت و کامیابی مطلوب چاہتی ہوں یقیناً آپ
 خدمت سے ہوں گی۔ جب بھی شائستگی سے بات

ہوئی آپ سے بھی بات کرنی چاہی مگر بہت نہیں ہو
 سکی سوئے آواز کی مالک شائستگی بہت اچھے
 طریقے سے بات کرتی ہیں۔ روا نے جنت کو پڑھا
 اظہر اور پڑھا حوالہ کافی پڑھا تھا۔ باقی نظر بہت

کاری ہوئی ہے ہم نے اسے بڑے بڑے پڑھوں سے سنا
 ہے کہ نظر پڑھ کر کوئی توڑ دیتی ہے اس کے حلق
 معصومیت وہن میں شکر ہو گئے۔

اس کے بعد سارے افسانے پڑھنے دو اس
 لئے بھی کہ اس ماہ ہمارا وفد بھی شائع ہوا تھا
 (اس کیلئے شکر ہے) افسانے نے زیادہ تر پانی رائٹر
 کے تھے۔ روشنی کا طالعہ کا افسانہ۔۔۔۔۔ بھی دل پر

انداز کر رہا تھا۔ صداف فقہ میں واضح شافی
 نے کچھ لکھا کہ جو مسلمان ہوتا ہے ہم ان کو دوا
 کیوں نہیں دیتے جو کہ دینا چاہیے بلکہ ان کو زیادہ
 اچھے دیکھ کر دینا چاہیے تاکہ وہ ہمارے اخلاص سے
 ہی ہمارے مذہب کے گرویدہ ہو جائیں۔ غرض
 تمام افسانے چاہے وہ محبت کا چادہ ہو یا محبت
 کی کوئی کوئی اصلاح لیے ہوئے تھے۔

ناول پڑھ کر ہمارے حوصلے سے بھی بڑھ گیا ایسا
 بھی ہوتا ہے۔ مکمل ناول میں اسی دل میں ہے ہوتی
 ایک کی گاڑی سسرال کے ایشیوں تک پہنچ گئی جبکہ
 دواؤں کی بھی ملدی پہنچ جائے گی۔ جبکہ مشیر وہ تو
 لکھا ہے ملے کو کھول گئی ہے کراب ہا۔ اپنی غلطی
 کا اس کو احساس ہونا شروع ہو گیا ہے۔ قلب تو
 مشارب کے پیار میں ہی ڈوب چکی ہے پلوا ایک کام
 تو اچھا کر دیا محبت نے اور لکھا ہے وہ کامیاب ضرور ہو
 جائے گی انگشت میں۔

میری زندگی میں تم ہو کہانی اچھی تھی۔ ایسے لوگوں
 بہت کم ملتا ہے جو دوسروں کی زندگی پر یاد کرتے
 ہیں جیسے آپ کی ناول کی سیر۔

اظہر شکر میں کھولیں گی ہاں کی انگریز نے بہت
 ڈر لکھا کہ کیا ہو گا ہمیں بھی بھی کھولیں گے اس کے لیے کچھ
 دہن تو ہے چاری کا بیٹا دو بھر کر دیں گی دواؤں۔
 کبھی حلق ہوتا ہے طے چلاو ایک کی بنا پارنگ گئی
 یہ بھی کارستانی شہران کی لگ رہی ہے وہ تو ٹیکسٹ
 صفحہ پڑھ چلے جائے گا حشر پر انسو ہوا مکمل دوا اب
 تو ہوشیار ہو جائے۔

سائنس سڑک اور سکوت فیش پر تو لکھا ہے لکھا
 کی پٹی چڑھی ہے اور یہ قہقہہ کر دیا کا مایا طے کیلئے

دوستوں کا گھر

تمہاری تاریکی ابھی تک دور ہوئی نہیں۔ غاشی! تمہارے مسخروں کا آگے ہونے ہیں۔ مسخروں۔

مریم حامد۔ اسلام آباد

☆☆☆

سوئے تاجپہن میں اردا کے ذریعے پتہ چلا کہ دریاں خان کی آنکھیں آپ کے ہاتھ سے ہوتی ہیں۔ سن کر بہت خوش ہوئی۔ میں آپ کی اسٹور پر بہت شوق سے پڑھتی ہوں۔ دریاں خان کو بہت مبارکباد ہو۔ ان کے لیے بہت ساری دعا گئی۔

بسر علی۔ سکھر

☆☆☆

بیاری آجی میا میں آپ کو بہت مس کر رہی ہوں آپ کی بہت یاد آتی ہے میں اکی کو اب بھل بھی چکے نہیں کرتی۔ بس آپ اپنا بہت خیال رکھا کریں آپ کو بہت سارا پیار۔

تاجور ملک۔ لہ

☆☆☆

بیاری میں نور محمد جی آپ کی بہت شوق سے پڑھ رہی ہیں۔ آپ سے ہم سب دوستوں نے بہت کچھ سیکھا ہے آپ کی مسکراہٹ ابھی تک ہمیں یاد ہے۔ آپ ہمیشہ ہمیں مسکراتی رہیں۔ آپ کا لفظ لفظ دل میں اترتا ہے۔ آپ جس طرح سے سنو سنو کر بڑھاتی ہیں انہیں سمجھتی ہیں۔ آپ کے دے گئے ہر کچھ یاد کرتے ہیں۔ آپ کی ہر بات صحت اور زندگی کے لیے بہت ساری۔ میں۔

شازیہ خان صاحب سے پہلے آپ کو میرا سلام دے دوں گا۔ آپ کی اتنی تعریفیں کا شکریہ ادا میری بیٹی انکسارا واقعی میں مجھے بہت گھٹ کرتی ہے اس کے جانے پر میں قلم کاغذ لے کر بالکل نہیں بیٹھ سکتی کیونکہ اس کے ہاتھ میں میرا پتھر ہوتا ہے تو میں کاغذ اور ایک بات کہ یہ بیٹی بہت پیاری چیز ہوتی ہے میری دعا آپ کیلئے ہے کہ آپ کو اللہ اس شخص سے ضرور نوازے کیونکہ انہیں سچانے سوار نے میں بہت حیران ہے کہ اگر تفریق میں آپ نے ملاقات ہوئی تو بہت خوش ہوگی۔

صالحی آجی ابھی کی مبارکباد اور شکریہ بہت شکر ہے اور میرا بیٹی آپ کیلئے ہے۔ میں اب اگلے ایک سال کی ہوئے دانی ہے۔ شازیہ مصطفیٰ کو میری طرف سے شادی کی بہت مبارکباد میری دعا میں ان کے ساتھ ہیں اب اجازت دیں۔

قریش حبیب۔ کراچی

☆☆☆

بیاری میں نور محمد جی آپ کی بہت شوق سے پڑھ رہی ہیں۔ آپ سے ہم سب دوستوں نے بہت کچھ سیکھا ہے آپ کی مسکراہٹ ابھی تک ہمیں یاد ہے۔ آپ ہمیشہ ہمیں مسکراتی رہیں۔ آپ کا لفظ لفظ دل میں اترتا ہے۔ آپ جس طرح سے سنو سنو کر بڑھاتی ہیں انہیں سمجھتی ہیں۔ آپ کے دے گئے ہر کچھ یاد کرتے ہیں۔ آپ کی ہر بات صحت اور زندگی کے لیے بہت ساری۔ میں۔

تاجور ملک۔ لہ

☆☆☆

بیاری میں نور محمد جی آپ کی بہت شوق سے پڑھ رہی ہیں۔ آپ سے ہم سب دوستوں نے بہت کچھ سیکھا ہے آپ کی مسکراہٹ ابھی تک ہمیں یاد ہے۔ آپ ہمیشہ ہمیں مسکراتی رہیں۔ آپ کا لفظ لفظ دل میں اترتا ہے۔ آپ جس طرح سے سنو سنو کر بڑھاتی ہیں انہیں سمجھتی ہیں۔ آپ کے دے گئے ہر کچھ یاد کرتے ہیں۔ آپ کی ہر بات صحت اور زندگی کے لیے بہت ساری۔ میں۔

فون پر بات کر سکتی ہیں۔ آپ نے جس غلطی سے یہ دیکھا کہ میں نے فون میں شائع کر دیا۔ بہت اچھے طریقے سے آپ نے باریک بینی سے ہر ایک بات پر تبصرہ کیا ہے۔ آپ کی کہانی جلد ہی شائع ہو جائے گی۔ ناول کی پینڈی کی کا بے حد شکر ہے۔

سجیدہ خان۔ لاہور

بیاری سجیدہ خان! آپ کا خط موصول ہوا۔ روا کی پینڈی کی کا بے حد شکر ہے۔ راکھڑنگ آپ کی پینڈی کی کا بے حد شکر ہے۔ ذریعے پتہ چلا کہ

روا میں شوبہ کا شکر ہے۔ آپ ہر ماہ سندھے کے ذریعے روا کا حصہ بن سکتی ہیں۔ سنے کالم میں آپ بھی شامل ہو سکتی ہیں۔ اپنا بہت خیال رکھئے۔

سب قارئین سے گزارش ہے کہ جلد از جلد اپنے میسر اور خط پوسٹ کریں تاکہ جلد شائع ہو سکیں۔

ہم کسی بھی قاری کا خط رو کی فون کی میں نہیں بھیجتے۔ ضرور ہے کہ اگر ایسے موصول ہوتے شائع نہیں کیا جاتا۔

☆☆☆

روا! آنکھیں کی طرف سے بہنوں کیلئے ایک اور ناول "وہ تم میرے ہو کے رہو" سالی محمد۔ قیمت 500

شرق پر رات کی سکتی ہیں۔ اتنی مصروفیت کے باوجود آپ نے بہت اچھا تبصرہ لکھا ہے۔ آپ کی فرمائش نوٹ کر لی گئی ہے۔ آپ اسی طرح روا کے ساتھ اپنا تعلق قائم رکھنے اور اپنا بہت خیال رکھئے۔

نازیہ اکبر۔ سکھر

بیاری نازیہ اکبر! دعاؤں کا بہت شکر ہے۔ آپ بھی ہمیشہ ہنسی مسکراتی رہئے۔ جو پیغام نہیں مل جاتے ہیں انہیں ہم ضرور شامل کرتے ہیں۔ یہ کالم تو آپ کا اپنا ہے اور سب بات میں فیئر کے لئے بھی کیا چاہوں گی کہ جو فیئر میں ناظم پر موصول ہو جاتے ہیں وہ شامل ہو جاتے ہیں۔

روا اب مارکیٹ میں جلد آ جاتا ہے اس لئے قارئین سے گزارش ہے کہ وہ جلد از جلد اپنے خطوں اور پیغام ارسال کریں۔ آپ اپنا بہت خیال رکھئے اور آئندہ بھی ملتی رہئے۔

صاحبہ ناز۔ نوپہ لکھ سکھ

سوئے صاحبہ ناز! آپ کی تحریریں موصول ہوئی ہیں۔ آپ کی تحریر شامل کر لی گئی ہے۔ روا کی پینڈی کی کا بہت شکر ہے۔

صنوبر غلام۔ سکھاہ

سوئے صنوبر غلام! آپ کے خطوں کا بہت شکر ہے۔ آپ کی تحریریں ہمیں موصول ہوئی رہتی ہیں۔ روا کی پینڈی کی کا بے حد شکر ہے۔ خالص دوستوں کے نام پتہ۔ بالکل قارئین کی بدولت ہی آج بھی جاری رہے۔ شریعت اسلام اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے۔

باتیں صحت کی

دوروزی سوناہے کے بہترین علاج ہے۔ ماہرین کے مطابق روزانہ ایک گھنٹے کی ورزش جسم کو سوزاؤں رکھتی ہے۔ اس کو اپنا معمول بنائیں روزانہ ایک گھنٹے کی چال قدمی کریں۔ چال قدمی سے عموماً تیز تر چلنا ہے۔ ورزش یا صرف جسم کو سوزاؤں رکھتی ہے بلکہ چربی افزائش کیلئے بھی بہترین ہے۔ آپ اس سے خود کو پاک و خوش بند کریں گے۔

بے کے چمکے سے وزن میں کمی

مجھ کو ہر ایک گلاس تازہ پانی میں ایک کھول کا
زس شامل کر کے پیتے رہنے سے جسم میں چربی کی
مقدار کم ہونے لگتی ہے۔ اس کا اسم فائدہ وزن میں کمی
کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ یہ دوسرا جسم گرم پانی
میں ڈال کر چاہا جائے تو زہار کا مکمل حاصل ہوتے ہیں۔

سبز چائے کا استعمال

اس کے روزانہ کے استعمال سے جسم کا وزن تیزی سے گھٹتا ہے۔

وزن کی زیادتی بیماریوں کا سبب

بہت زیادہ وزن بڑھ جانے کی وجہ سے جسم بہت
 سی بیماریوں کا شکار ہو جاتا ہے جس میں سرخسرت
 قلب کی بیماری ہے اس کے علاوہ زیادہ وزن رکھنے
 والے افراد میں ذیابیطس کی بیماری بھی پائی جاتی ہے۔
 اس لئے بہت ضروری ہے کہ وزن کو ٹھیک کرنے کے
 اصولوں پر توجہ دی جائے۔

صحت مند رہنے کے لئے بہترین اصول

اچھی صحت کے حصول کیلئے اگر ہم اپنی غذا اور چند
سہری اصولوں کا خیال رکھیں تو صحت مند زندگی گزار
سکتے ہیں۔ وزن کی زیادتی آج کل کا ہمہ مستندہ کی ہوئی
ہے۔ بہت سی ایسی غذا ہیں جنہیں ہم کھا کر وزن کم
کر لیتے ہیں لیکن ضروری نہیں کہ یہ ہماری غذا میں
صحت بخش بھی ہوں۔ مندرجہ ذیل چند ضروری باتوں کا
خیال رکھنے سے ہم اپنے وزن کو کنٹرول کر سکتے ہیں۔

وزن کم کرنے کے طریقے

☆ صبح کا ناشتہ لازمی کریں۔ آپ کا وزن قد کے لحاظ سے ہونا چاہیے۔

☆ سردیوں میں روزانہ 8 گلاس پانی اور گرمیوں میں 10 گلاس پانی پئیں۔

☆ مکی اور قبل میں بنی ہوئی چیزیں مثلاً سموسہ
مٹھائی وغیرہ کم سے کم کھائیں۔

ہنری اور پھل اگر خدائیں زیادہ شامل ہوں تو جسم

توانائی کے مناسب حصول کی بہتر اہلیت رکھتا ہے۔
اسلام کا استعمال کرنے والے افراد کیلئے بہترین ہے۔

۶ کھانا دو ٹائم کھائیں یعنی صبح اور شام کو۔ اگر
دوسراں میں بھوک نہ آئے تو کوئی پھل سیب یا آجڑ کھائیں۔

یہ شکر میں تیر کی ہونے والی چیزوں کا استعمال کم سے کم کریں۔

ورزش کے ذریعے علاج

السلام علیکم وعلیٰ اہل بیتہ وسلم! یاد دلوا دے کہ آپ کی یہ سولہ پرچہ جو حضور ہی نہیں ہے کہ وہ آپ کو دیکھتے ہیں دیکھنے سے تو سب محکم ہیں اقلے میں (خدمات اہل خانہ) کی رہی ہوں تاخیراً آپ کی 5 پرچہ اور شادی آپ کی 4 پرچہ کو اسراگاہ ہے جبکہ دوسری اہل آپ کی 18 پرچہ اور چھوٹی اہل زہرا آپ کی 28 پرچہ کو اسراگاہ ہے شہداء کے قسطنطینہ جلیل کو اسراگاہ کی گئی تھی۔

So Happy Birth Day

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ سب کو ہمیشہ خوش رکھے اور اللہ آپ کی تمام نیک خواہشات پوری کرے اور اللہ آپ کو دونوں جہانوں کی کامیابی عطا کرے آمین۔ آپ چاروں کیلئے میری طرف سے چھوٹی سی دعا۔

انہی کیا دعاؤں تم کو جو
تمہارے ہونٹوں پر مسکراہٹ لے آئے

تمہارے معین چمن میں
روزِ عید کی حائدرنی جگمگائے

میری دعا ہے کہ تمہارے گھر کے آنگن میں
ستاروں کی مالا آئے

مسرت کے ان لمحوں میں
خشاں جسمارے گرد جھللا سحر

اور پیاروں سے تمہارا دامن بھر جائے آمین
فرخ انعمہ دارانہ کراچی

☆☆☆

شاہین 'شبنم' شادیہ کی برقعہ ڈالے ہے۔ میری طرف

پڑھو۔ ساری میں ہے۔

☆☆☆

روز ششم طاہرہ..... لاہور

سوئے ماہد آئی اشادی کی سالگرہ آپ کو بہت مبارک ہو۔ اس بار میں آپ کو دعا کے توسط سے دُش کر رہی ہوں۔ مجھے یقین ہے آپ کو اچھا لگے گا۔ آپ کی بہت یاد آتی ہے۔ فوراً ہی میں آپ سب کیسی ہیں آسانی کو بہت سارا پیار۔

عَنْبَارٌ - حَافِظُ آيَاتٍ

☆☆☆
 ماریہ فضل! تم سے بہت ناراض ہوں! کالج کے بعد تم نے ایک بار بھی نہ مجھے فون کیا نہ ہی کوئی سچا دیا تم اتنی سے وفا کھو گئی ہے میں نے سوچا بھی نہیں تھا۔
 کراؤتی اس طرح سے ختم کر دی جاتی ہے۔

عاجزیں..... فیصل آباد

☆☆☆

مارکی روست، مارکی رتھ، مارکی رتھ، مارکی رتھ

ہے کہ تم اپنی زندگی میں بہت ساری خوشیاں دیکھو اور

زندگی میں ہر سال خوشیوں کا پیغام لے کر آئے۔ تم

ذیبت اکرم۔ ابوہریرہ

ردا کی رانگرو کیلئے بہت ساری ایسٹ انڈین شاز یہ

ان مائتروں کی تحریریں دل میں اتر جاتی ہیں۔ سب کو ایک

وہیں اللہ ان کے کام میں ہر کچھ پیدا کرے آمین۔

جہانگیر علی

شریاقبال

کچن

ترکی کوٹے

ترکی کوٹے: جب سب بیویاں مل جائے اور
سارے کوٹے سے تو اس میں خود ساری ڈال کر کچے
دیں گویا آدھ کھنڈ کچے کے بعد گریانی اپنی پسندی رکھا کر
اور سب گرم مصالحہ ڈال کر
اب پیسے ہوئے جے میں گرم مصالحہ اور ہر مصالحہ
دیں اور اڑھائی کے گراں کو پیسے کر کھنڈے کی شکل میں بنا
لیں۔ اب ایک شرابی بیٹن میں کچی ڈال کر کڑوا لیں اور
ایک اڑھائی پیسے کر گراں کو کھنڈے کی شکل میں سرخ
ہوئے پر لال لیں اور تیار شدہ گریانی میں ایک کوٹے کے
دو تھانے اور دو تھانے سے کٹ کر کھنڈے کی شکل میں
ڈال کر کھنڈے میں گریانی کو کھنڈے میں لال کر گراں میں
ترکی کوٹے سے تیار کر دیں۔ ترکی کوٹے تیار ہیں۔

دھڑرائی کوٹے

ترکی کوٹے: جے میں پنے کی ڈال لیکن جھوٹے پناہ
آوی گویا اور کٹ ڈرائی ٹھک سرخ حسب ذائقہ ڈال کر
کچے کیلے رکھ دیں۔ جب ڈال گل جائے تو پانی ہلکے خشک
کر کے اتار لیں اور سل پر پارک ہیں کر رکھ لیں اڑھ
بخت لال لیں (چھارہ عدد) ہر مصالحہ کٹ لیں لیکن
آدھ کٹ لیں سوکھا دھنیا سفید زیرہ دھنیں لیں اور
پانی پناہ کچے دار کٹ لیں۔
پناہ کچی میں لیکن کر پناہ کی اور پناہ
پارک کچی میں پناہ کی پناہ کوٹے اور کٹ لیں اور
سرخ سرخ ڈال کر کھنڈے میں لال دھنیا سفید زیرہ دھنیں
ڈال دیں اور پناہ کچے پناہ کی اور دیں۔ تیار ڈال دیں۔

جزا:	1/2 کلو
قیمت:	5 عدد
اڑھ:	3 چمناک
چائز:	1 کھجی
لیمن:	1/4 چمناک
اور کٹ:	1 چائے کافچ
گرم مصالحہ:	1 چائے کافچ
سوکھا دھنیا:	1 چائے کافچ
سفید زیرہ:	1 چائے کافچ
ہر مصالحہ:	1 چمناک
کچی:	1 پاؤ

کھنڈے
کچی
1 پاؤ
حسب ذائقہ

ترکی کوٹے: جبرہ وصال میں اور کچا جبرہ اور لالہ ہوا
قریب لاکھ میں لیں اس میں ٹھک سرخ سرخ گرم
مصالحہ جے اور سرخ شرب پارک ہیں کر رکھ لیں۔ پناہ
پارک کچے دار کٹ لیں اور کٹ دھنیا سفید زیرہ دھنیں
پارک کچے کر رکھ لیں۔ اب پناہ اور قریب کر
اس کے گل لال پناہ کوٹے کا کچی اور لال کے کچے (پناہ
میں) کے مصالحہ کر دیں۔ اب پیسے ہوئے جے میں سرخ کر کے
لال لیں۔

ترکی کوٹے کی طرح اس کا ساں بھی تیار کر دیں۔
جب ساں تیار ہو جائے تو اس میں دھڑرائی کھنڈے سے سا
کچی کر ڈال دیں۔ ساتھ ہی کوٹے دھنیا میں ٹھک کر چند
بخت کے لئے ڈھانچ دیں۔ چند بخت کے بعد اتار
لیں۔ دھڑرائی کوٹے تیار ہیں۔

آلو کا کچرہ

جزا: 1/2 کلو || آلو: | 1/2 کلو |
چائز:	1 چائے کافچ
گرم مصالحہ:	1 چائے کافچ
کھنڈی (دھڑرائی):	1 چائے کافچ
پناہ زیرہ:	1/2 چائے کافچ
ہر مصالحہ:	حسب ضرورت
اور کٹ:	حسب ضرورت
کچی:	حسب ذائقہ
کٹ:	حسب ذائقہ
سرخ سرخ:	حسب ذائقہ

ترکی کوٹے: آلو کو کھنڈے میں لال کر کھنڈے میں لالہ ہوا
پارک کچی میں لیں پناہ سے مسل کر کھنڈے میں لالہ ہوا
میں گرم مصالحہ پناہ کوٹے میں ٹھک سرخ سرخ کھنڈے
کٹ لیں۔ پناہ پارک کٹ کر کھنڈے میں لالہ ہوا
کچی میں لالہ ہوا ڈال کر کھنڈے میں لالہ ہوا
بخت لال لیں اور اس پر کٹا ہوا ہر مصالحہ ڈال کر کھنڈے
دی میں کھنڈے میں لالہ ہوا کھنڈے میں لالہ ہوا

دال ماش

جزا: دال ماش (دھڑرائی): 1/2 || اور کٹ: | آوی چمناک |
لیمن:	1 کھجی
چائز:	1 چمناک
ٹھک:	حسب ذائقہ
سرخ سرخ:	حسب ذائقہ
گرم مصالحہ (پناہ ہوا):	2 چائے کافچ
پناہ کچی:	3 چمناک

ترکی کوٹے: دال دھڑرائی سے چائے کافچ پناہ کھنڈے
پناہ کچی میں پناہ کھنڈے کر پناہ کی اور اس پر کھنڈے میں
ڈالیں اور پناہ کھنڈے میں لالہ ہوا سرخ سرخ ڈال کر
ایک چمچ پانی ڈال دیں اور مصالحہ کھنڈے میں لالہ ہوا
ڈال دیں۔ ساتھ ہی اور کٹ لالہ ہوا کٹ لیں اور کھنڈے
پناہ کھنڈے میں لالہ ہوا کھنڈے میں لالہ ہوا
پناہ کھنڈے میں لالہ ہوا کھنڈے میں لالہ ہوا
پناہ کھنڈے میں لالہ ہوا کھنڈے میں لالہ ہوا
پناہ کھنڈے میں لالہ ہوا کھنڈے میں لالہ ہوا
پناہ کھنڈے میں لالہ ہوا کھنڈے میں لالہ ہوا

سنگھار

جلی کو اپنے ہوئے پانی میں نکالیں۔ بعد ازاں اس میں ایک لیٹوں کا عرق بھی شامل کر دیں اور اچھی طرح سے ملائیں۔ پھر ٹھنڈا کرنے کے لیے ریفریجریٹر میں رکھ دیں۔ استعمال سے قبل چہرے کو اسٹیم دیں تاکہ مسام کھل جائیں پھر ٹھنڈی ٹھنڈی جلی کو اپنے چہرے اور گردن پر لگیں۔ پندرہ منٹ کے بعد دھو لیں۔ یہ چکنی یا روئی جلد کیلئے بہترین موچر انڈر ہے۔

موچر انڈر

موسم کوئی بھی ہو موچر انڈر جلد کیلئے مفید ثابت ہوتا ہے یہ جلد کی قدرتی نمی کو برقرار رکھتا ہے۔ اس کے روزانہ استعمال سے چہرہ شاداب اور جلد تروتازہ رہتی ہے۔ آپ گھر بیٹھے قدرتی اجزاء سے بھی موچر انڈر تیار کر سکتی ہیں۔

انڈیا اور بادام

ایک انڈے کی زردی میں ایک کھانے کا چمچ روغن بادام شامل کریں یا پھر پانچ باداموں کو باریک کر انڈے کی زردی میں ڈال دیں۔ ایک کھانے کا چمچ شہد بھی اس آمیزے میں شامل کر دیں اور ان تینوں اجزاء کو اچھی طرح سے ملا کر لپٹے ماسخے چہرے اور گردن پر لگائیں اور پندرہ منٹ تک لگا رہنے دیں۔ اس کے بعد پیپلے شیم گرم پانی سے پھر ٹھنڈے پانی سے چہرہ دھو لیں۔

ملتان مٹی اور شہد

دو کھانے کے چمچ ملتان مٹی میں ایک کھانے کا چمچ شہد اور دودھ شامل کر کے کس کر لیں۔ اس پیسٹ کو چہرے پر لگائیں۔ پندرہ منٹ کے بعد ٹھنڈے پانی سے چہرہ دھو لیں۔ ملتان مٹی چہرے کے کھلے مساموں کو بند کرنے کی جیکہ شہد اور دودھ سے جلد شاداب ہو جائیگی۔

لیمن جلی

اس موچر انڈر کی تیاری کے لیے ایک لیٹ لیمن

سنگترہ اور عرق گلاب

تین کھانے کے چمچے سنگترہ اور پچھلے ہوئے سنگترے کے چٹکوں میں چند سوکھی ہوئی گلاب کی پتیوں کو پیس کر شامل کریں۔ اب اس میں ایک چائے کا چمچ شہد اور اتنی ہی مقدار میں دودھ ڈال کر گاڑھا پیسٹ بنالیں۔ اس پیسٹ کو اپنے ماتھے چہرے اور گردن پر لگائیں۔ بیس منٹ کے بعد دھو لیں۔ اس کے استعمال سے جلد نرم و ملائم ہو جائے گی۔

جو

ایک بڑے پیالے میں ایک کپ جو کا آٹا دو انڈوں کی پھینٹی ہوئی زردی ایک کھانے کا چمچ شہد شامل کر کے تمام اجزاء کو اچھا پیسٹ بنائیں کہ تکیاں ہو جائیں اس آمیزے سے جلد کو موچر انڈر کرنے کیلئے اسے اپنے چہرے اور گردن پر مساج کریں اور پندرہ منٹ لگا رہنے دیں پھر نیم گرم پانی سے دھو لیں۔